إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

www.KitaboSunnat.com

قرآناً عجباً

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

واعلموا-10

نگہت ہاشمی

النور
ALNOOR-PUBLICATIONS

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الرُّشۡدِ

تفسیر القرآن العظیم

قرآناً عجباً

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

وَاعۡلَمُوۡۤا - 10

نگہت ہاشمی

AL NOOR - PUBLICATIONS
النور

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : فُرْآنًا عَجَبًا (پارہ:10)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2020ء

طبع دوم : نومبر 2021

طبع سوم : نومبر 2023

تعداد : 1100

ناشر : النورانٹرنیشنل

لاہور : 59-C2 ،فیروز پور لنک روڈ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس،کلفٹن بلاک III،کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن،ویسٹ کینال روڈ،فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس،کوٹ عبدالمالک انٹرچینج،لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

الحمدلله رب العلمين والصلاة والسلام على النبي الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آکے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: **«أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ»** ''لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ: 906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ''قرآن مجید'' کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: **«خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ»** ''تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' (صحیح البخاری: 5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ''طالب علم'' کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنًا عجبًا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہو گی۔ **وللہ الحمد!**

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنًا عجبًا» کی صورت میں ''گھر گھر تک، دنیا بھر تک'' پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ''قرآن مجید'' کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ''رب'' کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ـــــ دوسروں کو سکھائیں   خود پڑھیں ـــــ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آیئے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: **فائزہ خان** (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

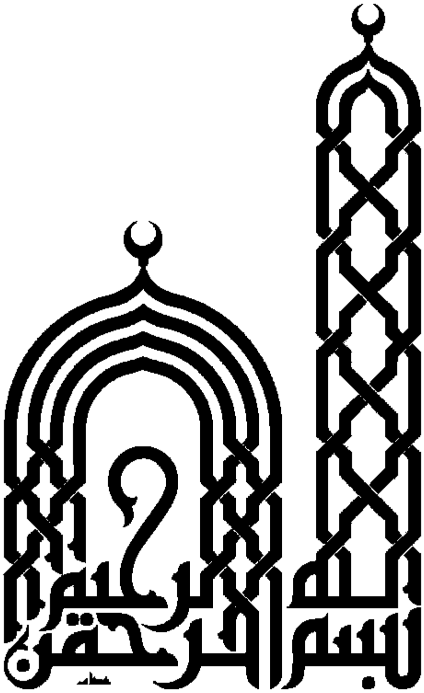

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى

''اور جان لو کہ جو کچھ بھی مال غنیمت تم حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور رسول کے لیے اور رشتے داروں،

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا

اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور اس پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے فیصلے کے دن اپنے

عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

بندے پر نازل کیا جس دن دو جماعتیں مقابل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (41)

سوال 1: مال غنیمت کیسے تقسیم کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَاعْلَمُوْٓا ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) تمام پچھلی امتوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو اس خصوصیت سے بھی نوازا ہے کہ اس کے لیے غنیمتوں کو حلال قرار دے دیا ہے۔ اس آیت میں غنیمت کی تقسیم کی تفصیل ہے۔

(2) ﴿وَاعْلَمُوْٓا﴾ ''اور جان لو'' اللہ رب العزت نے فرمایا: اے مسلمانو! جان لو۔ (ایسر التفاسیر: 521,520)

(3) ﴿اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''کہ جو کچھ بھی مال غنیمت تم حاصل کرو'' مال غنیمت عربی زبان میں اس مال کو کہتے ہیں جو میدان جنگ میں دشمن سے لڑ کر حاصل کیا گیا ہو۔ مال غنیمت میں سے جو تم حاصل کرو تھوڑا ہو یا زیادہ یہاں تک کہ سوئی دھاگہ بھی۔

(4) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''دھاگہ اور سوئی بھی داخل کر دو اور مال غنیمت کی چوری سے اجتناب رکھو، قیامت کے دن چور کے لیے یہ چوری باعث عار ہوگی۔'' (مسند داری) امام شافعی رحمہ اللہ نے یہی حدیث عمرو بن شعیب کی روایت سے نقل کی ہے۔ اس روایت میں اتنا زائد ہے کہ یہ سن کر ایک شخص جس کے ہاتھ میں بالوں کا ایک گچھا تھا، بولا: میں نے یہ خچر کے زین کی مرمت کرنے کے لیے لے لیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرا اور بنی عبدالمطلب کا جو حصہ ہے وہ تیرا ہے۔'' (تفسیر مظہری: 68/5)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ایک حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے قریب آئے اور اس کی کوہان سے ایک بال لیا پھر فرمایا: ''لوگو! میرے لیے اس مال غنیمت سے کچھ بھی حلال نہیں ہے،'' اور اپنی دونوں انگلیاں اٹھا کر کہا: ''یہاں تک کہ یہ (بال) بھی حلال نہیں سوائے خمس (پانچواں حصہ) کے، اور خمس بھی تمہارے ہی اوپر لوٹا دیا جاتا ہے، لہٰذا تم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوئی اور دھاگا بھی ادا کردو'' (یعنی بیت المال میں جمع کرادو)، ایک شخص کھڑا ہوا اس کے ہاتھ میں بالوں کا ایک گچھا تھا، اس نے کہا: میں نے اس کو پالان کے نیچے کی کملی درست کرنے کے لیے لیا تھا؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رہا میرا اور بنی عبدالمطلب کا حصہ تو وہ تمہارے لیے ہے۔'' تو اس نے کہا: جب معاملہ اتنا اہم ہے تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اس نے اسے (غنیمت کے مال میں) پھینک دیا۔ (ابوداؤد:2694)

(6)﴿فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوۡلِ﴾ ''تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور رسول کے لیے'' پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے اور باقی تمہارے لئے ہے۔

(7) عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ بلقین کے ایک شخص سے روایت بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ وادی قریٰ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کی، اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! غنیمت کے بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور باقی چار حصے لشکر کے لیے۔'' میں نے عرض کی کہ کیا ان میں سے کوئی ایک دوسرے کی نسبت زیادہ حق تو نہیں رکھتا؟ فرمایا: ''نہیں، حتیٰ کہ وہ تیر بھی جو (دشمن کی جانب سے آیا اور تمہارے پہلو میں آلگا اور اسے) تم پہلو سے نکالو، اپنے مسلمان بھائی کی نسبت تم اس کے زیادہ حق دار نہیں ہو۔'' (السنن الکبریٰ للبیہقی:12862)

(8) خمس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے ہے کہ اس نے نصرت اور غنیمت عطا فرمائی۔ (تفسیر قاسمی:57/8)

(9) اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا حصہ اس اعتبار سے کہ نصرت کا اصل سبب وہی ہیں۔ (تفسیر قاسمی:57/8)

(10) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی سریے کو بھیجتے اور وہ غنیمت کا پانچواں حصہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا تو آپ ﷺ اس پانچویں حصے کو مزید پانچ حصوں میں تقسیم فرما دیتے۔ (تفسیر طبری:10/5)

(11) خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے، ان میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے مختص ہے جو کسی تعین کے بغیر عام مسلمانوں کے مصالح پر خرچ کیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا حصہ قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے بے نیاز ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حصہ درحقیقت بندگان الٰہی کے لیے ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مصارف متعین نہیں فرمائے اس لئے واضح ہوا کہ اس کو مصالح عامہ میں صرف کیا جائے گا۔ (تفسیر سعدی:990,989/1)

(12)﴿وَلِذِی الۡقُرۡبٰی﴾ ''اور رشتے داروں کے لیے'' یہ خمس کا دوسرا حصہ ہے۔ ذی القربیٰ سے مراد نبی ﷺ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رشتہ دار یعنی بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔ اس میں ان کے مال دار اور محتاج، مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔

(13)﴿وَ الْيَتٰمٰى﴾ ''اور یتیموں'' یہ خمس کا تیسرا حصہ ہے جو ان لوگوں کے لیے ہے جن کے باپ فوت ہو چکے ہیں اور وہ خود کم عمر ہوں۔ وہ اپنی دیکھ بھال نہیں کر سکتے اور ایسی ہستی بھی نہیں جو ان کے مصالح کا خیال رکھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی بنا پر خمس کا پانچواں حصہ مقرر کیا ہے۔

(14)﴿وَ الْمَسٰكِيْنِ﴾ ''اور مسکینوں'' خمس کا چوتھا حصہ محتاجوں اور تنگ دستوں کے لیے ہے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، چھوٹے ہوں یا بڑے۔

(15)﴿وَ ابْنِ السَّبِيْلِ﴾ ''اور مسافروں کے لیے ہے'' خمس کا پانچواں حصہ مسافروں کی فلاح و بہبود کے لیے ہے۔

(16) یہ ضروری نہیں کہ خمس پانچ حصوں میں برابر تقسیم کیا جائے۔ مصالح کے مطابق ان کے درمیان مال کو تقسیم کیا جائے گا۔

(17)﴿اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ﴾ ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو'' اگر تم اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کرتے ہو۔ (جامع البیان: 10/10)

(18) اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ نے مال غنیمت سے خمس نکالنا اور اس کو اس طریق سے خرچ کرنا ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔

(19)﴿وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا﴾ ''اور جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا'' اور جو کچھ ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے۔ (جامع البیان: 10/10)

(20)﴿عَلٰى عَبْدِنَا﴾ ''اپنے بندے پر'' نبی ﷺ کے لئے عبودیت کا لفظ اور اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا آپ کی عزت و شرف کے لئے ہے۔ (صفوۃ التفاسیر: 474/1)

(21)﴿يَوْمَ الْفُرْقَانِ﴾ ''فیصلے کے دن'' اس سے مراد بدر کا دن ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کیا تھا۔ (22)﴿يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ﴾ ''جس دن دو جماعتیں مقابل ہوئیں'' یعنی جس دن مسلمانوں اور کافروں کے درمیان مڈبھیڑ ہوئی۔

(23) یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ پر، آخرت کے دن پر اور اس حق پر ایمان رکھتے ہو جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر بدر کے دن نازل فرمایا، تو مال غنیمت کے خمس کے بارے میں ہمارے حکم کی پابندی کرو۔

(24) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ عبدالقیس کے) وفد کو صرف ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم دیا، پھر آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا کسے کہتے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مزید برآں یہ کہ تم مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ (اسلامی حکومت کو) ادا کرو۔'' (بخاری:53)

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں مال غنیمت میں سے پانچویں حصے کو ادا کرنا بھی ایمان میں سے قرار دیا ہے۔

(25) ضمناً اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نزول ملائکہ یا آپ ﷺ کی ریت یا مٹی پھینکنے سے کافروں کے اندھا ہونے کو یا ایسے ہی دوسرے خوارق کو تسلیم نہیں کرتا یا ان کی تاویل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر پوری طرح ایمان نہیں رکھتا۔ (تیسیر القرآن:156/2)

(26) ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ تمہاری قلت کے باوجود مدد پر اور دشمنوں کی کثرت کے باوجود ان کی شکست پر قدرت رکھتا ہے۔

(27) وہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کو کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:521,520)

(28) اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے، غلبہ رکھتا ہے، کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور وہ ہر ایک پر غالب ہے۔

سوال 2: مال غنیمت کے بارے میں قدیم رواج کیا تھا؟

جواب: قدیم رواج یہ تھا کہ جنگ کے بعد دشمن کی جو چیز جس کے ہاتھ لگے اسی کی سمجھی جائے۔

سوال 3: اسلام نے مال غنیمت کے بارے میں کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب: اسلام نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ کسی سپاہی کو جو کچھ ملے وہ لا کر امیر کو جمع کروا دے کوئی شخص سوئی، دھاگہ تک چھپا کر نہیں رکھے گا۔

سوال 4: غنیمت کی تقسیم کا کیا حکم ہے؟

جواب: غنیمت کی تقسیم کرتے ہوئے ہر چیز کے چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہوں گے اور پانچویں حصے میں رسول اللہ ﷺ کو اختیار ہوگا جس طرح چاہیں خرچ کریں۔

سوال 5: مال غنیمت کے پانچویں حصے سے کیا فائدہ اٹھانا مطلوب ہے؟

جواب: مال غنیمت کا پانچواں حصہ لوگوں کی حقیقی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہے۔

سوال 6: مال غنیمت کے پانچویں حصے کی تقسیم آپ ﷺ کے بعد کیسے ہوگی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: رسول اللہ ﷺ کے بعد ایسے سربراہانِ مملکت جو شریعت پر قائم ہوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوں ان کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ پانچویں حصے کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی راہ میں، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کریں گے۔

سوال 7: مالِ غنیمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: (1) مالِ غنیمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون سے پہلا سبق یہ ہے کہ انسان جو چیز پائے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی چیز سمجھے۔

(2) دوسرا سبق مستحق بھائیوں کا حصہ رکھنے میں ہے کہ مال کے حق دار ہونے کی بنیاد صرف محنت اور وراثت نہیں۔ دوسروں کے حقوق اور اس کے علاوہ دوسری مدّات کا اعتراف کرنا دراصل مال کو اللہ تعالیٰ کا مال سمجھنا ہے۔

(3) تیسرا سبق یہ ہے کہ ملکیت کی بنیاد قبضہ نہیں اصول ہے۔ کوئی شخص محض اتفاقی طور پر ہاتھ آئی ہوئی چیز پر قابض نہیں ہو سکتا ہاتھ آنے کے باوجود ذمہ دار افراد کے حوالے کر کے اصولی طور پر قبضہ لے اور جو ملے اسے لے کر راضی رہے۔

﴿اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ

”جب تم قریبی کنارے پر تھے اور وہ دور کے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف تھا اور اگر تم آپس میں

تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ

وعدہ کرتے تو ضرور تم وقتِ مقررہ میں آگے پیچھے ہو جاتے اور لیکن تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا،

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ

تاکہ جو ہلاک ہو، واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً

لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے“ (42)

سوال 1: غزوہ بدر کی تفصیلات ﴿اِذْ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یوم الفرقان یعنی غزوہ بدر کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا﴾ ”جب تم قریبی کنارے پر تھے“ مسلمان مدینہ سے نکلے اور وادی میں مدینہ کے قریب اترے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى﴾ ''اور وہ دور کے کنارے پر تھے'' وادی کی دوسری طرف کفار نے کیمپ لگایا جو مکہ کے قریب تھی۔ (3) دونوں فوجوں کے درمیان ٹیلہ تھا جو ان کے درمیان جدائی ڈالنے والا تھا۔

(4)﴿وَالرَّكْبُ﴾ ''اور قافلہ'' یعنی تجارتی قافلہ جس کو ابوسفیان لے کر چلا تھا اور جس کے تعاقب میں تم نکلے تھے۔

(5)﴿اَسْفَلَ مِنْكُمْ﴾ ''تم سے نیچے کی طرف تھا'' قافلہ دونوں فوجوں سے نیچے کی طرف ساحل کی جانب سے جا رہا تھا۔

(6)﴿وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ﴾ ''اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے'' اگر تمہارے اور کافروں کے درمیان پہلے سے جنگ کا منصوبہ تیار ہو جاتا کہ جنگ کہاں کی جائے؟ پھر تمہیں دشمن کی کثرت اور اپنی قلت کا خیال آ جاتا تو تم مقابلے پر نہیں ڈٹ سکتے تھے۔

(7)﴿لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ﴾ ''تو ضرور تم وقت مقررہ میں آگے پیچھے ہو جاتے'' یعنی جنگ کے مقام، مقررہ میعاد میں اختلاف ہو جاتا جو تمہیں مقررہ میعاد پر پہنچنے سے روک دیتا۔

(8) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسیسہ کو جاسوس بنا کر روانہ کیا، تا کہ وہ ابوسفیان کے (تجارتی) قافلہ کی خبر لائیں۔ بسیسہ جب (قافلے کی خبر لے کر) لوٹے تو اس وقت گھر میں سوائے میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور لوگوں سے فرمایا: ''ہمیں ایک کام (یعنی قافلہ کی طلب) کے لیے جانا ہے، لہٰذا جسے سواری دستیاب ہو وہ ہمارے ساتھ چلے۔'' کچھ لوگوں نے مدینہ کے بالائی حصے سے اپنی سواریاں لانے کی اجازت طلب کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں جس کی سواری موجود ہو بس وہی چلے۔'' قصہ کوتاہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (مدینہ سے) نکلے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے پہلے بدر کے مقام پر پہنچ گئے اور بعد ازاں مشرکین بھی وہاں آ گئے۔ (مسلم: 4915) سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے (تجارتی) قافلہ کے ارادے سے نکلے، (آپ صلی اللہ علیہ وسلم قافلے کی تلاش میں چلتے رہے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اور ان کے دشمنوں کو بغیر کسی باہمی معاہدہ کے (محض ناگہانی طور پر) جمع کر دیا۔ (بخاری: 3951) دونوں فوجیں نہیں جانتی تھیں، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی اگر فریقین جگہ کا تعین کر لیتے تو ایک دوسرے کے قریب نہ آتے۔

(9)﴿وَ لٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا﴾ ''اور لیکن تا کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا'' تا کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کر دے جو ہمیشہ سے اس کے علم میں ہے اور وہ اسلام کی نصرت اور کفر کی تباہی ہے۔ (تفسیر منیر: 357/5) (10)﴿كَانَ مَفْعُوْلًا﴾ ''جو کیا جانے والا تھا'' جس کا واقعہ ہونا لازم ہے۔

(11) یعنی اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرمانے، شرک و مشرکین کو ذلیل و رسوا کرنے کا اپنی قدرت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ جو ارادہ فرمایا اسے پورا کردے اور اپنے لطف و کرم کے ساتھ اسے پورا فرمایا۔

(12) حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان نکلے اور وہ قریش کے قافلے سے ملنا چاہتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے دشمن کو پہلے سے طے شدہ کسی وقت معین کے بغیر جمع کردیا۔ (تفسیر طبری: 16/10)

(13) محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ مجھ سے یزید بن رومان نے سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کے وقت علی بن ابی طالب، سعد بن ابو وقاص اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ بدر کے پانی کی طرف روانہ فرمایا تاکہ جستجو کرکے آپ تک خبریں پہنچائیں، ان کی قریش کی پانی لے جانے والی ایک جماعت سے ملاقات ہوئی، بنوسعید بن عاص کا ایک غلام اور بنوحجاج کا ایک غلام عریض ابویسار، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھنے میں مصروف تھے، اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے سوالات کرنے شروع کردیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم قریش کے سقے ہیں، انہوں نے ہمیں بھیجا ہے تاکہ ہم ان کے لئے پانی لے جائیں، لوگوں نے ان کی یہ بات قبول نہ کی اور انہیں خیال ہوا کہ شاید یہ ابوسفیان کے ملازم ہیں، اس لئے انہوں نے انہیں خوب مارا پیٹا تو وہ بول اٹھے کہ ہاں، ہم ابوسفیان ہی کے ملازم ہیں، اس پر انہوں نے انہیں چھوڑ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا، پھر سجدے کئے اور نماز مکمل کرتے ہوئے سلام پھیر دیا اور فرمایا: ”جب ان دونوں نے تم سے سچ کہا تو تم نے زدوکوب کیا اور جب انہوں نے جھوٹ بولا تو تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ واللہ! ان دونوں نے سچ کہا ہے کہ وہ قریش کے ہیں۔ (پھر آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ) مجھے قریش کے متعلق خبر دو گے؟“ انہوں نے کہا کہ واللہ! وہ اس ٹیلے کے پیچھے ہیں جو دور سے نظر آرہا ہے۔ ٹیلہ عقنقل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ”وہ لوگ کتنے ہیں؟“ انہوں نے جواب دیا کہ وہ بہت ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان کی تعداد کتنی ہے؟“ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں معلوم نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟“ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن نو اور ایک دن دس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان کی تعداد نو سو سے ایک ہزار کے درمیان ہے“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے پوچھا: ”لشکر میں سرداران قریش میں سے کون کون ہیں؟“ انہوں نے بتایا کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خُوَیلد، حارث بن عامر بن نوفل، طُعَیمہ بن عدی بن نوفل، نضر بن حارث، زَمعہ بن اسود، ابوجہل بن ہشام، اُمیہ بن خلف، حجاج کے بیٹے نُبیہ اور مُنبہ، سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدوُدّ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

''یہ مکہ ہے (اس) نے تمہاری طرف اپنے جگر کے ٹکڑے ڈال دیئے ہیں۔'' (سیرت ابن ہشام: 617,616)

(14) ﴿لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ﴾ ''تا کہ جو ہلاک ہو، واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو'' تا کہ حق کے ساتھ دشمنی رکھنے والا اگر کفر اختیار کرے تو دلیل روشن کے ساتھ اختیار کرے، اسے کفر کے باطل ہونے کا پورا یقین ہو۔ یوں وہ کفر پر مرنا چاہے تو مرجائے اس حال میں جب وہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے تو اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہو۔

(15) اس آیت میں ہلاکت کفر کے لیے اور حیات اسلام کے لیے استعارہ ہے۔ (تفسیر قاسمی: 67/8)

(16) ﴿عَنْۢ بَيِّنَةٍ﴾ ''واضح دلیل کے ساتھ'' یعنی دلائل سے، علم سے، معرفت سے۔ حق واضح ہو گیا، اب جو کفر اختیار کرے گا تو پوری بصیرت کے ساتھ اختیار کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عذر نہیں کر سکے گا۔

(17) ﴿وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ﴾ ''اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے'' تا کہ جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل کے ساتھ ایمان پر زندہ رہے اس حال میں کہ وہ جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اور اسلام حق اور رسول حق ہے اور آخرت کا گھر حق ہے۔ (ایسر التفاسیر: 521)

(18) تا کہ حق کے دلائل واضح ہونے پر اہل ایمان کے یقین اور بصیرت میں اضافہ ہو۔

(19) تا کہ جو اسلام اختیار کرے وہ دلائل سے دیکھ بھال کر اختیار کرے۔

(20) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے تم کو تمہارے دشمن کے ساتھ پہلے سے طے شدہ کسی وقت معین کے بغیر ایک ہی میدان میں جمع کر دیا تا کہ تمہیں دشمن کے مقابلے میں فتح و نصرت سے نوازے، کلمہ حق کو باطل کے مقابلے میں سربلندی عطا فرمائے تا کہ معاملہ بالکل واضح ہو جائے کیونکہ یہ حجت قاطعہ اور یہ براہین ساطعہ ہیں اور ان کے بعد کسی کے پاس نہ کوئی حجت باقی رہے اور نہ کسی کے لیے کسی قسم کے کسی شبہے کی کوئی گنجائش رہے اور یہ وہ صورت ہے کہ اگر کسی نے ہلاک ہی ہونا ہے تو وہ ہلاک ہو جائے، یعنی اگر کسی نے اپنے کفر ہی کی حالت پر برقرار رہنا ہے تو وہ بصیرت کے ساتھ کفر کو اختیار کرے کیونکہ وہ حجت قائم ہونے کے باوجود اپنے باطل مذہب پر قائم ہے، اسی طرح جس نے ایمان لانا ہے تو وہ بھی حجت و بصیرت کے ساتھ ایمان لائے۔ اور ایمان تو دلوں کی زندگی ہے۔ (المصباح المنیر: 280/1)

(21) ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً سب کچھ سننے والا ہے، سب کچھ جاننے والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ سمیع ہے وہ تمہاری فریاد اور پکار کو سنتا ہے۔ (ii) وہ قریش کے ارادوں کو بھی سنتا اور جانتا ہے اور مسلمانوں کی دعاؤں اور ارادوں کا بھی اس کو پورا علم ہے۔ (iii) اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم امداد کے مستحق ہو اور فتح و نصرت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور غلبہ واقتدار کے اہل ہو۔

سوال 2: وہ کیا امر تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دونوں فوجوں کو سامنے لے آیا کہ بھاگنے کی صورت ہی نہ رہی؟

جواب: وہ امر یہ تھا کہ جس کو ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے۔

﴿اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ

"جب اللہ تعالیٰ انہیں آپ کے خواب میں تھوڑا دکھا رہا تھا اور اگر آپ کو وہ انہیں زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم ہمت ہار جاتے اور

لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

ضرور تم اس معاملے آپس میں جھگڑتے لیکن اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا یقیناً وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے" (43)

سوال: رسول اللہ ﷺ کو خواب میں مشرکوں کی تعداد کم دکھائی گئی، اس کی حکمت ﴿اِذْ... الصُّدُوْرِ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا﴾ "جب اللہ تعالیٰ انہیں آپ کے خواب میں تھوڑا دکھا رہا تھا" رب العزت نے نبی ﷺ کو خواب میں مشرکین کی تعداد کم دکھائی۔

(2) آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو خوش خبری دی وہ مطمئن ہو گئے اور ان کے دل مضبوط ہو گئے۔

(3) رسول اللہ ﷺ کو خواب میں مشرکوں کی تعداد کم دکھانے میں حکمت تھی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ﴾ "اور اگر آپ کو وہ انہیں زیادہ دکھا دیتا تو ضرور تم ہمت ہار جاتے" اگر خواب میں کفار کی تعداد زیادہ بتائی جاتی تو مسلمانوں کی نظریں تعداد کی کمی اور سامان جنگ کی قلت پر مرکوز ہو جاتیں اس طرح مسلمان کمزوری کا شکار ہو سکتے تھے۔

(4) ﴿وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ "اور ضرور تم اس معاملے میں آپس میں جھگڑتے" دشمن کی تعداد کا پتہ چلنے کی وجہ سے تمہارا آپس میں جھگڑا شروع ہو جاتا، جھگڑا کمزوری کا باعث بنتا۔ کچھ لوگ کہتے لڑنا اچھا ہے، آگے بڑھ کر کفار سے لڑو اور کچھ کہتے اچھا نہیں۔ یہ انتشار فوج کے لیے مہلک ثابت ہوتا۔

(5) ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ﴾ "لیکن اللہ تعالیٰ نے سلامت رکھا" اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو انتشار کی کیفیت سے بچا لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) ﴿اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ﴾ ”یقیناً وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے“ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کس میں جرأت ہے اور کون بزدل ہے، کون صبر کرتا ہے اور کون جزع فزع کرتا ہے۔ (تفسیر قاسمی: 67/8)

(7) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دلی کیفیات کو جان لیا۔ وہ جانتا ہے کہ انسان کم ہمتی اور بزدلی کا شکار ہو سکتا ہے لہٰذا اس نے دل کی حالت بدل دی۔ دلوں پر اختیار رکھنے والا جو چاہے کر سکتا ہے۔ دل اور شعور کے محاذ پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پہلے ہی فتح عطا کر دی۔

﴿وَاِذۡ يُرِيۡكُمُوۡهُمۡ اِذِ الۡتَقَيۡتُمۡ فِىۡۤ اَعۡيُنِكُمۡ قَلِيۡلًا وَّيُقَلِّلُكُمۡ فِىۡۤ اَعۡيُنِهِمۡ

”اور جب تم مقابل ہوئے، وہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم دکھاتا تھا اور تمہیں ان کی نگاہوں میں بہت کم کرتا تھا، تاکہ اللہ تعالیٰ

لِيَقۡضِىَ اللّٰهُ اَمۡرًا كَانَ مَفۡعُوۡلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ﴾

اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں“ (44)

سوال: جنگ سے پہلے ہر جماعت دوسری کو کم سمجھ رہی تھی، اس کی وضاحت ﴿وَاِذۡ يُرِيۡكُمُوۡهُمۡ ... الۡاُمُوۡرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذۡ يُرِيۡكُمُوۡهُمۡ اِذِ الۡتَقَيۡتُمۡ فِىۡۤ اَعۡيُنِكُمۡ قَلِيۡلًا﴾ ”اور جب تم مقابل ہوئے، وہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم دکھاتا تھا“ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یاد دلایا ہے کہ جب وہ کافروں کو تمہاری نظروں میں کم کر کے دکھا رہا تھا گویا کہ وہ ستر یا سو آدمی ہوں۔

(2) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بدر کے دن مشرکین کی تعداد ہماری آنکھوں میں اس قدر کم ہوگئی تھی کہ میں نے ایک ساتھی سے پوچھا جو میرے پہلو میں تھا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ لوگ ستر (70) تو ہوں گے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے خیال میں سو (100) ہیں۔ اس کے بعد ہم نے مشرکین میں سے ایک شخص کو قید کر لیا اور اس سے پوچھا تمہاری کتنی تعداد ہے تو اس نے کہا کہ ایک ہزار کی نفری ہے۔ (معالم التنزیل: 253/2)

(3) ﴿وَّيُقَلِّلُكُمۡ فِىۡۤ اَعۡيُنِهِمۡ﴾ ”اور تمہیں ان کی نگاہوں میں بہت کم کرتا تھا“ تمہیں تمہارے دشمنوں کی نظروں میں کم کر کے دکھاتا تھا یعنی ہر گروہ دوسرے کو تھوڑا دکھاتا تھا۔

(4) ﴿لِيَقۡضِىَ اللّٰهُ اَمۡرًا كَانَ مَفۡعُوۡلًا﴾ ”تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا“ یعنی اللہ تعالیٰ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مومنوں کے ہاتھوں مشرکوں کو سزا دلوائیں اور مومنوں کو فتح و نصرت عطا فرمائیں۔

(5) یعنی اہل ایمان کو فتح و نصرت عطا فرمائے اور کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ کر الگ ہو جائے۔ اس طرح ان کے گمراہ سردار قتل ہوئے تو بعد میں کافروں کو جب اسلام کی دعوت دی گئی تو ان کے لئے قبول کرنا آسان ہو گیا۔

(6) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی نصرت اور عزت فرمائیں اور ان کے دشمنوں کو شکست اور ذلت سے دوچار فرمائیں۔ (ایسر التفاسیر: 521)

(7) ﴿كَانَ مَفْعُوْلًا﴾ ”جو کیا جانے والا تھا“ مہایمی نے کہا چونکہ اس میں خیر کثیر تھا تو اس کا کرنا حکیم پر واجب تھا۔ (تفسیر قاسمی: 68/8)

(8) آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جماعتوں کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کیا اور ایک دوسرے کو تھوڑی تعداد میں دکھایا تاکہ ہر ایک کو دوسرے کے بارے میں رغبت پیدا ہو جائے، تھوڑی تعداد میں دکھانے کا یہ عمل اس وقت تھا جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے سامنے آئیں لیکن جب گھمسان کا رن پڑا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد فرمائی تو کافروں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ مومنوں کی تعداد ان سے دوگنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۗ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاۤءُ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ ”یقیناً تمہارے لیے ان دو گروہوں میں ایک نشانی تھی جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئے۔ ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافر تھا، وہ کھلی آنکھوں سے اُنہیں اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے قوت پہنچاتا ہے۔ بلاشبہ اس میں یقیناً اہلِ بصیرت کے لیے بڑی عبرت ہے۔“ (آل عمران: 13) اس طرح ان دونوں آیتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور ان میں سے ہر آیت مبنی برحق و صداقت ہے۔ (المصباح المنیر: 803/2)

(9) ﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ”اور سارے معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں“ تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ اقتدار اس کا، ارادہ اس کا، قدرت اس کی، اس کائنات میں سارے کام اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ہیں۔

(10) یعنی مخلوق کے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹتے ہیں، اللہ تعالیٰ پاک اور ناپاک کو علیحدہ علیحدہ کرتا ہے، تمام مخلوقات پر انصاف پر مبنی فیصلے کو نافذ کرتا ہے جس میں کوئی ظلم و جور نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی: 992/1)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا لَقِيۡتُمۡ فِئَةً فَاثۡبُتُوۡا وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مدمقابل ہو کسی گروہ کے تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو

لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ﴾

تاکہ تم فلاح پاؤ''(45)

سوال 1: مسلمانوں کو جنگ کے جو آداب سکھائے گئے ہیں، ان کی وضاحت ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ ... تُفۡلِحُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو جنگ کے آداب کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کی ہے۔ (جامع البیان: 17،16/10)

(2) ﴿اِذَا لَقِيۡتُمۡ فِئَةً فَاثۡبُتُوۡا﴾ ''جب تم مدمقابل ہو کسی گروہ کے تو ثابت قدم رہو'' ﴿فِئَةً﴾ سے یہاں مراد کافروں کی جماعت ہے۔ (تفسیر منیر: 363/5)

(3) ابن اسحٰق نے کہا: اس سے مراد ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کرو۔ ﴿فَاثۡبُتُوۡا﴾ تو ثابت قدم رہو۔ (جامع البیان: 17/10)

(4) ﴿فَاثۡبُتُوۡا﴾ ''تو ثابت قدم رہو'' دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت ثابت قدم رہو، ان سے لڑائی پر صبر کرو نہ میدان جنگ سے بھاگو اور نہ کنجوسی کرو۔ (تفسیر قاسمی: 70/8)

(5) سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے رہو اور جب تمہارا دشمن سے سامنا ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہو اور خوب جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔'' (بخاری: 2966)

(6) حدیث سے معلوم ہوا کہ سوال تو عافیت ہی کا کریں اور جب دشمنان دین سے لڑنے کا موقع آ جائے تو کمزوری نہ دکھائیں، ثابت قدم رہیں، جم کر لڑیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی کریں اور قتال کے آداب میں سے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خاموشی سے لڑیں، شور و شغب سے بچیں۔

(7) ﴿وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو'' ذکر اللہ تہلیل ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ تکبیر ﴿اَللّٰهُ اَكۡبَرُ﴾ تسبیح ﴿سُبۡحَانَ اللّٰهِ﴾ دعا اور تضرع ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(8) اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو یاد رکھنا اس کا ذکر ہے۔ (ایسر التفاسیر:522)

(9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مفردون سبقت لے گئے۔'' صحابہ نے کہا: المفردون کون ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلذّٰکِرُوْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا وَّ الذّٰکِرٰتِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔'' (صحیح مسلم:6808، جامع ترمذی:3376)

(10) حق اور باطل کے معرکے میں اپنے آپ پر قابو رکھو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

(11) ثابت قدمی فتح کا پہلا قدم ہے۔ جو دشمن کے مقابلے میں جم جاتا ہے وہ فتح پاتا ہے اور ثبات اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے سے آتا ہے۔

(12)(i) ذکر الٰہی کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ مومن کا رابطہ ایک ایسی قوت سے ہو جاتا ہے جس پر غلبہ رکھنے والا کوئی نہیں۔ قتال کے وقت ذکر کرنا عبودیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی وجہ سے مومن اسی پر بھروسہ کرتا ہے اور اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کو تفویض کر دیتا ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے کی وجہ سے جنگ کی حقیقت، جنگ کے اسباب اور مقاصد ذہن میں حاضر رہتے ہیں۔ مومن جب اللہ تعالیٰ کی خاطر لڑتا ہے، زمین پر اس کی حکومت کے قیام کے لئے لڑتا ہے، اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے لڑتا ہے اور طاغوتی قوتوں کو ختم کرنے کے لئے لڑتا ہے تو اسے ذکر الٰہی سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔

(13) ﴿لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''تاکہ تم فلاح پاؤ'' تاکہ تم دشمنوں کے مقابلے میں فتح و نصرت حاصل کرو۔

(14) اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کے اسباب اختیار کرنے کا مطالبہ کیا گیا تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور وہ یہ ہیں صبر، ثبات اور ذکر اللہ کی کثرت۔

سوال 2: کامیابی کے لیے ایمان والوں کو ان آیات میں کیا لائحہ عمل دیا گیا ہے؟

جواب: (1) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو دشمن کے مقابل ہونے کے آداب، دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت شجاعت کے راستے کی تعلیم دی ہے اور یہ جنگوں کے ضروری قواعد ہیں۔ (تفسیر منیر:5/365)

(2) ایمان والوں کو کامیابی کا یہ لائحہ عمل دیا گیا ہے: دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا، اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، اپنے لیڈر کی اطاعت کرنا، باہمی اختلافات سے بچنا، مشکلات کو برداشت کرنا، اترانے سے گریز کرنا، ریاکاری سے بچنا اور اپنی قوت کی وجہ سے سرکشی سے بچنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ

''اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی

وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾

اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' (46)

سوال: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے اور جھگڑا نہ کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ ... مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میدان جنگ میں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا دامن نہ چھوڑیں اور آپس میں اختلاف بھی نہ کریں کیونکہ آپس کا اختلاف شکست اور ذلت کا سبب بنے گا۔

(2) ﴿وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! اپنے رب اور اس کے رسول کی اطاعت کرو جس کا وہ تمہیں حکم دیں اور جس سے تمہیں روکیں اور ان کی کسی معاملے میں مخالفت نہ کرو۔ (جامع البیان: 17/10)

(3) یہ عام حکم ہے اور یہاں تخصیص تاکید کے لیے ہے۔ (تفسیر قاسمی: 71/8)

(4) اپنے تمام اقوال اور افعال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور ان کے کسی حکم کی مخالفت نہ کرو۔ (صفوۃ التفاسیر: 471/1)

(5) (i) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا مقصد یہ ہے کہ مومن میدان جنگ میں قدم رکھتے ہی سر جھکا دیں تاکہ وہ وجوہات ختم ہو جائیں جن کی وجہ سے مسلمانوں میں جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔

(ii) رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اطاعت سے ہی منظم ہوا جا سکتا ہے اور جنگ میں تنظیم کی وجہ سے ہی کامیابی کی امید ہوتی ہے۔

(iii) لوگوں کے درمیان اختلافات اس وقت ہوتے ہیں جب وہ ہدایات ایک ہستی سے نہیں لیتے۔ جب لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں تو جھگڑے کی وجہ ختم ہو جاتی ہے۔

(6) ﴿وَ لَا تَنَازَعُوْا﴾ ''اور آپس میں جھگڑا نہ کرو'' دشمن کے بالمقابل کبھی آپس میں اختلاف نہ کرو۔

(7) یعنی اس طرح نہ جھگڑو کہ تمہارے دل ایک دوسرے سے کٹ جائیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(8)﴿فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ﴾ ”ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی“ یعنی تم بزدل ہو جاؤ گے، تمہارے ارادے کمزور پڑ جائیں گے، تمہاری قوت بکھر جائے گی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے قوت، نصرت، غلبہ اور حکومت کا جو وعدہ مشروط ہے وہ اٹھا لیا جائے گا۔

(9) لوگوں کے درمیان جھگڑے اس وقت پیدا ہوتے ہیں: (i) جب لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

(ii) جب لوگوں کی فکر کا ماخذ ان کے جذبات ہوں۔ (iii) جب لوگ مختلف سمتوں سے ہدایات لینے والے ہوں۔

(iv) جب لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے نہ ہوں۔

(v) جب لوگ اپنے مؤقف کو سچائی کے مقابلے میں ترجیح دیں تو آپس کے جھگڑے پھوٹ پڑتے ہیں۔

(10) ان جھگڑوں کی وجہ سے: (i) فوج کے اندر کمزوری آجاتی ہے۔ (ii) فوج کی ہوا اکھڑ جاتی ہے۔

(iii) شکست مقدر ہو جاتی ہے۔

(11) سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب سیدنا معاذ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا تو ان سے فرمایا: ”آسانی پیدا کرنا سختی نہ کرنا، بشارت دینا نفرت پیدا نہ کرنا، اتفاق رکھنا اختلاف نہ کرنا۔“ (بخاری: 3038)

(12)﴿وَ اصْبِرُوْا﴾ ”اور صبر کرو“ صبر کا دامن تھامے رکھو یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثبات اختیار کرو۔

(13)﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے“ اللہ تعالیٰ اپنی نصرت و تائید سے فتح عطا کرتا ہے۔ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اس لیے اس کی مدد پر بھروسہ رکھو۔

(14) زید بن اسلم نے کہا: صبر کے دو دروازے ہیں: (الف) اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزوں میں صبر کرنا اگرچہ نفس اور بدن پر بھاری ہو۔ (ب) اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کرنا اگرچہ خواہشات اسی جانب دھکیلتی ہوں تو جو ایسا ہے وہ صبر کرنے والوں میں سے ہے۔ (ابن ابی حاتم: 5171/3)

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ

”اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے نکلے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے

سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ﴾

لوگوں کو روکتے تھے اور اللہ تعالیٰ اس کا جو وہ کر رہے تھے احاطہ کرنے والا تھا“ (47)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر رحمہ اللہ نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ قریش جب مکہ مکرمہ سے بدر کی طرف بڑھے تو گانے اور دف بجانے والیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ (تفسیر ابن عباس: 492/1)

سوال 2: مومنوں کو مشرکین کی مشابہت سے بچنے کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا ... مُحِيْطٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مشرک بدر کی طرف نکلے تو ان کا مقصد زمین میں تکبر اور فخر وغرور کا اظہار کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ رب العزت نے مومنوں کو اس سے روکا ہے۔ فرمایا: ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے نکلے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے'' اللہ تعالیٰ جہاد میں ثابت قدمی، نیک نیتی اور ذکر اللہ کی کثرت کی نصیحت فرما کر مشرکین کی مشابہت سے روک رہا ہے کہ جیسے وہ حق کو مٹانے اور لوگوں میں اپنی بہادری دکھانے کے لئے فخر وغرور کے ساتھ اپنے شہروں سے چلے تم ایسا نہ کرنا۔ (تفسیر ابن کثیر: 302/2)

(2) کافروں کے گھر سے نکلنے کے تین مقاصد اس آیت میں بیان کیے گئے: (i) ﴿بَطَرًا﴾ غرور اور زمین میں تکبر کا اظہار کرنا اور اترانا۔ (ii) ﴿وَّ رِئَآءَ النَّاسِ﴾ ''اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے'' لوگوں کے سامنے فخر وغرور کا اظہار کرنا، اپنی قوت کی نمائش کرنا۔ (iii) ﴿وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے'' یہ ان کا بڑا مقصد تھا کہ ان لوگوں کو روکیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے پر گامزن ہونا چاہتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 994/1)

(3) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اس کا جو وہ کر رہے تھے احاطہ کرنے والا تھا'' مقاتل بن حیان نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے ان کے اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے۔ (ابن ابی حاتم: 1714/5)

(4) اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت اور قوت کا انسان سے کوئی مقابلہ نہیں۔ انسان کی قوت اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کی گرفت میں ہے انسان کیسے رب کا مقابلہ کر سکتا ہے!

(5) اللہ تعالیٰ نے کافروں کے غرور و تکبر، ان کی قوت کی نمائش اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے جیسے مقاصد سے آگاہ کر کے مومنوں کو ان کی مشابہت سے ڈرایا ہے کیونکہ وہ انہیں سخت سزا دے گا۔ اس لیے تم لوگ اپنے مقاصد دیکھ لو۔ تمہارا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب، دین کی سربلندی اور لوگوں کو صراط مستقیم پر چلانا ہو جو انہیں حقیقت تک لے جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: کفار مسلمانوں کے ہاتھوں کیوں ذلیل وخوار ہوئے؟

جواب: قریش کا لشکر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتا تھا، یہ لوگ فخر سے نکلے اور ذلیل وخوار ہوئے۔ ان کے مقاصد غلط تھے۔ وہ سرکشی، دکھاوے اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے مقاصد لیے ہوئے تھے، اس لیے بدر میں ان کی کمر ٹوٹ گئی۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جماعت کی تطہیر کے لیے کیا ہدایات دی ہیں؟

جواب: (1) جہاد میں شرکت ایسے حالات میں نہ کریں کہ اپنی کثرت پر یا قوت پر نازاں ہوں۔ (2) اپنی قوت کو ان راستوں میں خرچ نہ کریں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں۔ (3) مومن یاد رکھیں کہ وہ قتال فی سبیل اللہ کے لیے نکلے ہیں اس لیے لوگوں کو صرف اللہ تعالیٰ کا غلام بنانے کی کوشش کریں۔ اپنی بڑائی نہیں اللہ کی بڑائی کے لیے کام کریں۔

﴿وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ

''اور جب شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیے تھے اور اس نے کہا: ''لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب آنے

وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ

والا نہیں اور بلاشبہ میں تمہارا حمایتی ہوں'' مگر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹا اور کہنے

اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ

لگا: ''بے شک میں تم سے بے زار ہوں میں واقعی وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، یقیناً میں اللہ تعالیٰ

6 ع 4 2

وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے'' (48)

سوال: شیطان نے غزوہ بدر میں مشرکوں کو کیسے دھوکے میں ڈالا، اس کی وضاحت ﴿وَاِذْ زَيَّنَ... شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اور جب شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیے تھے'' یعنی شیطان نے مشرکوں کے اعمال انہیں خوشنما بنا کر دکھائے اور انہیں دھوکے میں ڈال دیا کہ تمہارے ارادے نیک ہیں، عرب میں تمہارا لوہا مانا جاتا ہے، دنیا کی کوئی طاقت تمہیں ہرا نہیں سکتی، میدان تمہارے ہاتھ رہے گا۔

(2) ﴿وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ﴾ ''اور اس نے کہا: ''لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب آنے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

والانہیں'' تمہاری تعداد، تمہاری قوت، تمہارا اسلحہ، تمہارے جنگجو، ہر اعتبار سے تم اتنی قوت والے ہو کہ کوئی تمہارے مقابلے پر ٹھہر نہیں سکتا۔ کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔

(3) ﴿وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ﴾ ''اور بلاشبہ میں تمہارا حمایتی ہوں'' ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کی شکل میں قریش کے پاس آیا۔ قریش اور بنو مدلج کے درمیان دشمنی تھی۔ قریش ان کے شب خون سے خائف تھے۔ ابلیس نے کہا: میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس طرح ان کے دل مطمئن ہو گئے۔

(4) یہ تمام باتیں شیطان نے کیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿یَعِدُهُمْ وَیُمَنِّیْهِمْ ۚ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''وہ اُن سے وعدے کرتا ہے اور انہیں اُمیدیں دلاتا ہے۔ حالانکہ شیطان ان سے دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتا۔'' (النساء:120)

(5) ﴿فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ﴾ ''مگر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا'' جب مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو کافر مسلمانوں کو اور مسلمان کافروں کو کم دکھائی دینے لگے۔

(6) ﴿نَكَصَ عَلٰی عَقِبَیْهِ﴾ ''تو وہ اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹا'' ابلیس نے جب سیدنا جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرشتوں کی صف بندی کر رہے ہیں تو وہ خوف زدہ ہو کر بھاگا۔

(7) ﴿وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ﴾ ''اور کہنے لگا: بے شک میں تم سے بے زار ہوں'' ابلیس سراقہ بن مالک کی صورت میں آیا تھا۔ اس نے ہی قریش کو دھوکہ دیا تھا۔ وہ کہنے لگا میں تو تمہارے ساتھ نہیں۔ میں تم سے بری الذمہ ہوں۔

(8) ﴿اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ﴾ ''میں واقعی وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے'' میں ان فرشتوں کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھ سکتے۔ ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(9) ﴿اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ﴾ ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں'' میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ ایسا نہ ہو آخرت سے پہلے مجھے دنیا میں ہی پکڑ لے اور دنیا میں ہی مجھے عذاب دے دے۔

(10) ﴿وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بہت سخت عذاب والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے۔

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿كَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۷﴾﴾ ''جیسے شیطان کی مثال ہے جب اس نے انسان سے کہا: ''کفر کر!'' پھر جب اس نے کفر کیا تو اس نے کہا: ''میں تجھ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لاتعلق ہوں، یقیناً میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔" چنانچہ ان دونوں کا انجام یہ ہے کہ یقیناً وہ دونوں ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔" (الحشر:17,16)

﴿اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ۭ

"جب منافق اور وہ لوگ جن لوگوں کے دلوں میں ایک بیماری تھی، کہہ رہے تھے ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکا دیا

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

ہے۔ اور جو بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" (49)

سوال 1: غزوہ بدر میں منافقوں نے مسلمانوں کو مذہبی مجنون قرار دیا، اس کی وضاحت ﴿اِذْ يَقُوْلُ ... دِيْنُهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ﴾ "جب منافق کہہ رہے تھے" مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ قریش کی ایک جماعت تھی قیس بن ولید بن مغیرہ، ابوقیس بن فاقہ بن مغیرہ، حارث بن زمعہ اسودہ بن عبدالمطلب اور علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ بن حجاج یہ قریش کے ساتھ تھے لیکن یہ متردد تھے اور اسی میں روکے ہوئے تھے یہاں مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کہنے لگے یہ لوگ تو صرف مذہبی مجنون ہیں ورنہ مٹھی بھر بے رسد اور بے ہتھیار آدمی اتنی ٹڈی دل شان و شوکت والی فوجوں کے سامنے کیوں کھڑے ہو جاتے؟ (جامع البیان:23/10)

(2) ﴿وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ "وہ لوگ جن لوگوں کے دلوں میں ایک بیماری تھی" یعنی جن کے دلوں میں اسلام کے بارے میں شک تھا، ان کا صحیح یقین نہیں تھا اور نہ ان کے سینے اسلام کے لیے کھلے تھے۔ (جامع البیان:23/10)

(3) ﴿غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ﴾ "ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکا دیا ہے" جب مومن اپنی تعداد کی قلت کے باوجود کافروں کے بڑے لشکر سے مقابلے کے لیے نکلے تو کمزور ایمان والے جن کے دلوں میں شکوک و شبہات تھے اہل ایمان سے کہنے لگے ان کے دین نے انہیں ہلاکت اور تباہی تک پہنچا دیا ہے۔ یہ مذہبی جنونی ہیں انہیں ان کا جنون موت کی وادی میں کھینچ لایا ہے۔

(4) جس دین پر یہ کاربند ہیں اس دین نے انہیں اس ہلاکت انگیز مقام پر پہنچا دیا ہے جس کا مقابلہ کرنے کی ان میں طاقت نہیں ہے۔ یہ بات وہ اہل ایمان کو حقیر اور کم عقل سمجھتے ہوئے کہتے تھے۔ (تفسیر سعدی:995/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) ابوجہل نے ایک ٹیلے سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو حقارت کی نگاہ سے جھانک کر کہا: اللہ کی قسم! آج کے بعد روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی جائے گی اور بزور یہ دین مٹا دیا جائے گا۔ (مختصر ابن کثیر:689/1)

سوال 2: مسلمانوں کو مذہبی مجنون قرار دینے والوں پر کیا واضح کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ ... حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مسلمانوں کو مذہبی مجنون قرار دینے والوں پر یہ واضح کیا گیا ہے کہ: ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور جو بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے مٹھی بھر انسان دنیا پر چھا جاتے ہیں اور بڑے بڑے سرکشوں اور جباروں سے اپنا لوہا منوا لیتے ہیں کیونکہ ان کا اسی پر بھروسہ ہے جس کے ہاتھ میں عزت و ذلت، حکومت و سلطنت اور غلبہ و اقتدار ہے۔ (مختصر ابن کثیر:689/1)

(2) جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس کوئی قوت اور اختیار نہیں۔ اس لیے جب مومن اقدام کرتا ہے تو دشمنوں کی کثرت اور قوت کو خاطر میں نہیں لاتا۔

(3) (i) مومن جانتا ہے کہ عزت اور ذلت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اگر پوری دنیا کے لوگ مل کر اسے نفع پہنچانا چاہیں تو اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور اگر پوری دنیا کے لوگ مل کر اسے نقصان پہنچانا چاہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اس کی تقدیر میں لکھ دیا گیا۔ (ii) مومن کو یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور غلبہ اللہ والوں کا ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ غلبے کے حق دار ہوتے ہیں۔ (iii) مومن جانتا ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ پر غالب نہیں آ سکتا اور اس پر توکل کرنے والا ذلیل نہیں ہو سکتا۔ (فتح القدیر:396/2) (iv) مومن جانتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے وہ اس کی مدد فرماتا ہے۔

(4) جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کر لیتا ہے تو یاد رکھو کہ وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے۔ اس کی حکمت کے سامنے سب کی عقل و دانش رکھی رہ جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم لوگ صرف مادہ اور مادیت کو جاننے والے اور اسی پر بھروسہ کرنے والے ہو تمھیں اس مخفی طاقت کی خبر نہیں جو اس مادہ اور مادیت کے پیدا کرنے والے کے خزانوں میں ہے اور ان لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اعتماد رکھتے ہیں۔ (معارف القرآن:259/4)

(5) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ عزیز ہے کوئی قوت اس پر غالب نہیں آ سکتی۔ (ii) اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے جہاں تک عقلیں پہنچنے سے قاصر ہیں۔ (فتح القدیر:396/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(iii) اللہ تعالیٰ نصرت عطا فرماتا ہے کیونکہ وہ عزیز ہے۔ اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا نہ اس نے جو ارادہ کیا اس کے راستے میں کبھی کوئی رکاوٹ بن سکتا ہے۔ (iv) اللہ تعالیٰ حکیم ہے وہ اپنی قضا و قدر میں حکمت والا ہے۔ (v) اللہ تعالیٰ کی حکمت نصرت کا تقاضا کرتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے لیے جواب ہے۔ ان کی بات کا رد ہے۔ (تفسیر قاسمی:75/8)

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ

''اور کاش آپ دیکھیں جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، وہ ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾

مارتے ہیں اور (کہتے ہیں) جلنے کا عذاب چکھو'' (50)

سوال: کافروں کی روحیں کیسے قبض کی جاتی ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ تَرٰٓى ... عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا'' اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اے نبی ﷺ! اگر آپ ﷺ اس وقت دیکھیں جب فرشتے کافروں کی روحیں قبض کر رہے ہوتے ہیں۔ کیسے وہ سخت تکلیف اور کرب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ فرشتے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر بری طرح مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جلنے والے عذاب کا مزہ چکھو یہ ان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ انہوں نے کفر کر کے اپنے اوپر ظلم کیا۔

(2) ﴿يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ﴾ ''وہ ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں'' فرشتے انہیں آگے اور پیچھے سے مارتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:524/1)

(3) فرشتے انہیں کہتے ہیں لاؤ نکالو اپنی جان۔ ان کی جانیں نکلنے سے انکار کرتی ہیں کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ انہیں کیسے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

(4) ﴿يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ﴾ ''وہ ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں'' ان کے چہروں پر مار ان کے حق سے اعراض، تکبر، خود پسندی اور نخوت کی وجہ سے ہوگی۔ (تفسیر قاسمی:78/5)

(5) ﴿وَاَدْبَارَهُمْ﴾ ''ان کی پشتوں پر'' ان کے باطل کی طرف میلان، اس سے وابستگی، شہوت، حرص اور شر کی وجہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کی پشتوں پر مارا جائے گا۔(تفسیر قاسمی:78/5)

(6) یہ ضربیں بدر کے دن لگائی گئیں لیکن فرشتوں کا ضربیں لگانا بدر کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ جب بھی کافروں پر موت کا وقت آتا ہے تو فرشتے ان سے یہی سلوک کرتے ہیں۔

(7)﴿وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾ ''اور (کہتے ہیں) جلنے کا عذاب چکھو'' فرشتے کافروں سے موت کے وقت کہتے ہیں سخت جلنے اور جلانے کا عذاب چکھو یہ عذاب گناہوں کی پاداش میں ہوگا ظلم نہیں ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

(8) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ؀ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ؀﴾ ''چنانچہ کیا ہوگا جب ان کی ارواح قبض کرتے وقت فرشتے ان کے چہروں اوران کی کمروں پر ماریں گے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اُس کی پیروی کی جس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا۔ اور انہوں نے بھی اُس کی رضا کو بُرا جانا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیئے۔''(محمد:27،28)

(9) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک تفصیلی حدیث مروی ہے، جس میں مومن وکافر کی جان کنی کا منظر پیش کیا گیا ہے، کافر سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''موت کے وقت ملک الموت جب کافر کے پاس آتا ہے تو اس کی روح سے کہتا، اے خبیث نفس! نکل اپنے اللہ کی ناراضی اور غضب کی طرف، تو (یہ سن کر) روح اس کے جسم میں چھپتی پھرتی ہے تو ملک الموت اسے اس کے جسم سے اس طرح نکالتا ہے جس طرح گیلی اون سے لوہے کی سلاخ کو نکال لیا جاتا ہے۔''(مسند احمد:18561)

﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾

''یہ اس کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے''(51)

سوال: یہ سزا ظلم نہیں بلکہ بداعمالیوں کا نتیجہ ہے، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ بِمَا ... بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ ''یہ اس کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا'' کافروں کی یہ سزا ظلم نہیں بلکہ دنیا کی زندگی میں ان کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔

(2) کفر اور معاصی یعنی نافرمانی کے کام تم نے آگے بھیجے ہیں۔(تفسیر قاسمی:76/8)

(3) یہ فرشتوں کا قول ہے کہ یہ مار اور آگ کا عذاب تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے تمہارے کفر، ظلم، شر اور فساد کی وجہ سے ہے۔

(ایسر التفاسیر:524)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ﴾ ”اور یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے“ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ ہر ایک کو عدل کے ساتھ اس کے اعمال کا بدلہ دیتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اے میرے بندو! میں نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور اسے تم پر بھی حرام فرمادیا ہے لہٰذا تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! میں تمہارے اعمال ہی گھیرے ہوئے ہوں پھر جو شخص اچھائی پائے اسے میری حمد کرنی چاہیے اور جو برائی پائے اسے اپنے اوپر ہی لعنت بھیجنی چاہیے۔“ (مسلم:6572)

﴿كَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ ۙ وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

”جس طرح آل فرعون کی اور ان لوگوں کی حالت تھی جو ان سے پہلے تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ

بِذُنُوۡبِهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ﴾

نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا، بہت سخت عذاب والا ہے“ (52)

سوال: ہر دور میں انبیاء کو نہ ماننے والوں کا کیا انجام ہوتا رہا ہے، اس کی وضاحت ﴿كَدَاۡبِ...شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ہر دور میں انبیاء کو نہ ماننے والوں پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ آ کر رہتی ہے۔ رب العزت نے نبی ﷺ پر واضح فرمایا کہ ہم نے آپ ﷺ کو نہ ماننے والوں کے ساتھ بھی وہی کیا جو ان سے پہلے دوسری قوموں کے ساتھ کیا تھا۔ انہوں نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور مخالفت پر جم گئے ہم نے بھی ان کے ساتھ وہی کیا جو ان جیسے لوگوں کے ساتھ ہمارا طریقہ ہے۔ جو ہم نے فرعونیوں کے ساتھ اور ان سے پہلے دیگر جھٹلانے والی قوموں کے ساتھ کیا جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو مان کر نہیں دیتے تھے تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں میں پکڑ لیا اور انہیں نیست و نابود کر دیا۔ (مختصر ابن کثیر:690/1)

(2)﴿كَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ﴾ ”جس طرح آل فرعون کی حالت تھی“ الدائب عادت کو کہتے ہیں۔ کفار قریش کی بھی وہی عادت ہے جو آل فرعون کی عادت تھی یعنی کفر اور تکذیب۔

(3) آل فرعون سے وہ سارے قبطی لوگ مراد ہیں جو اس کے دین پر تھے اور اس کے ظلم اور کفر میں شریک تھے۔ (ایسر التفاسیر:524)

(4)﴿وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ﴾ ”اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے“ جو آل فرعون سے پہلے انبیاء کو جھٹلانے والے تھے۔

(5)﴿كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ”انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا“ پہلی امتوں کی عادت تھی وہ اللہ تعالیٰ کی آیات

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سے کفر کرتے تھے۔(تفسیر خازن:320/2)

(6) پہلی امتوں نے اس کا انکار کیا جو رسول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کے پاس لے کر آئے۔(صفوۃ التفاسیر:473/1)

(7)﴿فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوۡبِهِمۡ﴾''اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا'' پہلی قوموں نے اللہ تعالیٰ کا، وحی کا، رسولوں کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب کے ذریعے پکڑ لیا۔

(8)﴿اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ﴾ ''یقینا اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا ہے'' بے شک اللہ تعالیٰ قوی ہے اسے کوئی ہرا نہیں سکتا، اس سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔

(9)﴿شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ﴾''بہت سخت عذاب والا ہے'' اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ وہ اپنے عذاب کے ساتھ جس کو پکڑنا چاہے کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا۔

(10) اس کے ﴿شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ﴾ ہونے پر آل فرعون اور ان سے پہلے کے لوگ قوم عاد، قوم ثمود اور قوم ابراہیم، اصحاب مدین اور الٹائی گئی بستیوں کو دیے جانے والے عذاب گواہ ہیں کہ وہ غالب ہے۔ اس کی گرفت سے کوئی بچ کر بھاگ نہیں سکتا۔

(11) رب العزت نے فرمایا:﴿مَا مِنۡ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّىۡ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ﴾''کوئی جان دار ایسا نہیں مگر اس کی پیشانی کے بالوں کو وہ پکڑنے والا ہے، یقینا میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔''(ہود:56) اللہ تعالیٰ نے بدر میں کفار قریش کو غالب مقتدر کی طرح پکڑا۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمۡ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعۡمَةً اَنۡعَمَهَا عَلٰى قَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا

''یہ اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو کبھی تبدیل کرنے والا نہیں ہے یہاں تک کہ جو ان کے

بِاَنۡفُسِهِمۡ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ﴾

دلوں میں ہے وہ بدل دیں اور یقینا اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(53)

سوال: اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ ... سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کے احکامات عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔ وہ اپنی نعمت گناہوں سے پہلے سلب نہیں فرماتا لیکن گناہوں کی وجہ سے نعمتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿ذٰلِكَ﴾''یہ'' وہ عذاب جو اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والی قوموں پر نازل فرمایا اور وہ نعمتیں جو انہیں حاصل تھیں، ان سے سلب کر لی گئی تھیں، اس کی وجہ ان کے گناہ اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اطاعت کو چھوڑ کر نافرمانی اختیار کرنا تھا۔

(2) ﴿بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ﴾ ''اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو کبھی تبدیل کرنے والا نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ کسی قوم کو دین و دنیا کی نعمتیں عطا کرتا ہے تو ان کو سلب نہیں کرتا، بلکہ ان کو باقی رکھتا ہے اور اگر وہ شکر کرتے رہیں تو ان میں اضافہ کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:997/1)

(3) اللہ تعالیٰ کسی نعمت کو نقمت میں نہیں بدلتے یعنی اسے ان کے لیے سلب نہیں کرتے یا انہیں عذاب نہیں دیتے۔ (ایسر التفاسیر:524)

(4) ﴿حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ ''یہاں تک کہ جو ان کے دلوں میں ہے وہ بدل دیں'' یعنی جب تک کہ وہ اطاعت کے رویے کو بدل کر نافرمانی کا رویہ اختیار نہیں کرتے، پس جب وہ نعمتوں کی ناشکری کرتے اور ان کے بدلے کفر کرتے ہیں، تب اللہ تعالیٰ ان سے ان نعمتوں کو چھین لیتا ہے اور ان نعمتوں کو اس طرح بدل ڈالتا ہے جس طرح انہوں نے اپنے رویے کو بدل ڈالا۔ اس بارے میں اپنے بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ حکمت اور عدل و احسان پر مبنی ہے، کیونکہ وہ ان کو عذاب نہیں دیتا مگر ان کے ظلم کے سبب سے، اور بندے اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ان کو عبرت ناک سزا دیتا ہے، جس سے وہ اپنے اولیاء کے دل اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:997/1)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے یہاں تک کہ وہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے لیے کوئی مددگار ہے۔'' (الرعد:11)

(6) اس آیت کے الفاظ بڑے وسیع معنی رکھتے ہیں اور اس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں مثلاً ایک یہ کہ ''ما'' کو کسی قوم کی خوشحالی پر محمول کیا جائے۔ اس صورت میں اس کے معنی وہ ہیں کہ جو ترجمہ میں کیے گئے ہیں۔ البتہ ﴿مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ کا معنی طرز عمل کے بجائے نیت کا فتور بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی جب تک کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار بن کر رہے، اللہ تعالیٰ اس سے یہ نعمت نہیں چھینتا، پھر جب ان لوگوں کی نیت میں فتور آ گیا یا بگاڑ پیدا ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ کی نعمت بھی ان سے چھین لی جاتی ہے۔ اور اگر ''ما'' کو کسی قوم کی بدحالی اور مصائب پر محمول کیا جائے تو اس کا مطلب ہوگا کہ جو قوم بدحالی اور مصائب کا شکار ہے جب تک وہ خود اپنی اس پریشانی اور بدحالی کو بدلنے کی کوشش نہ کرے گی، اللہ تعالیٰ بھی انہیں اسی حال میں رہنے دیتا ہے اور اس کی بدحالی کو دور نہیں کرتا۔ (تیسیر القرآن:162،161/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ﴾ "اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے" بولنے والے جو کچھ بولتے ہیں خواہ وہ آہستہ آہستہ آواز سے بات کریں یا اونچی آواز میں، اللہ تعالیٰ سب کی باتیں سنتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے جو بندوں کے ضمیر میں مخفی اور ان کی نیتوں میں چھپا ہوا ہے، وہ اپنے بندوں کی تقدیر میں وہی کچھ جاری کرتا ہے جس کا اس کا علم اور اس کی مشیت تقاضا کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:997/1)

(8) اللہ تعالیٰ بندوں سے سنتا اور جانتا ہے تو ان پر غضب ناک ہوتا ہے پھر وہ بدل دیتا ہے جب لوگ بدل جاتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی:78/8)

﴿كَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ ۙ وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ‌ؕ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ فَاَهۡلَكۡنٰهُمۡ

"جس طرح آل فرعون کی اور ان لوگوں کی حالت تھی جو ان سے پہلے تھے، انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا چنانچہ ہم نے انہیں

بِذُنُوۡبِهِمۡ وَاَغۡرَقۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ‌ۚ وَكُلٌّ كَانُوۡا ظٰلِمِيۡنَ﴾

ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا اور وہ سب لوگ ہی ظالم تھے" (54)

سوال: آل فرعون اور اس سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا، اس کی وضاحت ﴿كَدَاۡبِ...ظٰلِمِيۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿كَدَاۡبِ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ﴾ "جس طرح آل فرعون کی" فرعون اور اس کی قوم کی عادت کی طرح۔

(2)﴿وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ‌ؕ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمۡ﴾ "اور ان لوگوں کی حالت تھی جو ان سے پہلے تھے" اور جو لوگ ان سے پہلے تھے جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانیاں آئیں تو انہوں نے انہیں جھٹلا دیا۔

(3)﴿فَاَهۡلَكۡنٰهُمۡ بِذُنُوۡبِهِمۡ﴾ "چنانچہ ہم نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا" آل فرعون اور ان جیسی پہلی قوموں نے جب اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا۔

(4) اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ نعمتیں چھین لیں جو انہیں عطا کی تھیں۔ ان کے باغات، ان کی نہریں، ان کے ہرے بھرے کھیت، ان کے خزانے اور عزت والے گھر اور وہ ساری نعمتیں جن سے وہ لذت حاصل کرتے تھے وہ سب کچھ برباد کر دیا۔

(5)﴿وَاَغۡرَقۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ﴾ "اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا" آل فرعون کو رب العزت نے غرق کر دیا۔

(6) اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقتولوں کا ذکر کیا ہے کہ ان پر ان کے رب نے انعام کیا کہ محمد ﷺ کو ان کی طرف مبعوث فرمایا جنہوں نے انہیں ہدایت کی طرف بلایا اور انہوں نے ان کو جھٹلایا اور ان کے خلاف جنگ کا میدان گرم کر دیا۔ ان کی عادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی ان سے پہلے کی رسولوں کو جھٹلانے والی امتوں کی طرح ہے اوران کے کام بھی ان جیسے ہیں۔(جامع البیان:27،26/10)

(7)﴿وَ كُلٌّ﴾ ''اور وہ سب لوگ'' اور ساری ہلاک ہونے والی قومیں۔

(8)﴿كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ﴾ ''ظالم تھے'' اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی ایسے جرم میں نہیں پکڑا جو انہوں نے نہ کیا ہو۔

(9)اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جن کی طرف یہ آیات نازل کی ہیں مخاطب کیا ہے کہ ظالم قوموں کی مشابہت اختیار نہ کریں ورنہ اللہ تعالیٰ ویسا ہی عذاب نازل کرے گا جیسا کہ پہلے مجرموں پر نافذ کیا تھا جنہوں نے رب کی آیات کو جھٹلایا۔

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا، سو وہ ایمان نہیں لاتے''(55)

سوال:کون لوگ بدترین جانور ہیں، اس کی وضاحت﴿اِنَّ شَرَّ...لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ﴾ ''یقیناً وہ بدترین جانور ہیں'' وہ لوگ بدترین جانور ہیں جو کفر کرتے ہیں، ایمان نہیں لاتے اور عہد شکنی کرتے ہیں، جو بات کرتے ہیں اس پر ثابت قدم نہیں رہتے۔

(2)﴿عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک'' اللہ تعالیٰ کے نزدیک کافر سب جانوروں سے برے ہیں کیونکہ ان کے اندر خیر جو نہیں۔جانور اپنے مالک کو پہچانتے ہیں، اس کی بات مانتے ہیں مگر یہ اپنے مالک کو نہیں پہچانتے لہٰذا ان کو ہلاک کرنا ضروری ہے تا کہ ان کی بیماری دوسروں میں نہ پھیلے۔

(3)انسانوں کے لیے ''دواب'' کا لفظ استعمال کر کے یہ تاثر دینا مطلوب ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کو حالات ایسے موڑ پر لے آئے ہیں کہ وہ ایمان لانے والے نہیں۔

(4)﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''جنہوں نے کفر کیا، سو وہ ایمان نہیں لاتے'' جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی تصدیق نہیں کرتے اور نہ اس کی وحی کا اقرار کرتے ہیں۔(جامع البیان:27/10)

(5)اللہ تعالیٰ ان کے حالات کو جانتا ہے اس لیے اس نے خبر دی ہے کہ وہ کفر پر ہی وفات پائیں گے۔(ایسر التفاسیر:525)

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ ''یقیناً اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔یہ لوگ تمام مخلوقات میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدترین ہیں۔ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے، وہ تمام مخلوقات میں سے بہترین ہیں۔" (البینۃ:7,6)

﴿اَلَّذِیۡنَ عٰهَدۡتَّ مِنۡهُمۡ ثُمَّ یَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَهُمۡ فِیۡ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمۡ لَا یَتَّقُوۡنَ﴾

"جن لوگوں سے آپ نے عہد باندھا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے" (56)

سوال 1: کافروں کی عہد کے بارے میں کیا عادت تھی، اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِیۡنَ ... لَا یَتَّقُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِیۡنَ عٰهَدۡتَّ مِنۡهُمۡ﴾ "جن لوگوں سے آپ نے عہد باندھا" جن کافروں نے رسول اللہ ﷺ سے عہد باندھا ان کی عادت کے بارے میں رب العزت نے واضح فرمایا کہ ان کی عادت ہے کہ عہد شکنی کرتے ہیں۔ ادھر وہ معاہدہ کرتے ہیں اور ادھر توڑ ڈالتے ہیں۔

(2) اس سے مراد: (i) کچھ لوگوں نے کہا بنوقریظہ ہیں۔ (ii) کچھ لوگوں نے کہا: بنو نضیر ہیں۔ (iii) کچھ لوگوں نے کہا: بنوقینقاع ہیں۔ (iv) کچھ لوگوں نے کہا: وہ عرب مراد ہیں جو مدینہ کے گرد رہتے ہیں۔ (v) حقیقت یہ ہے کہ اس سے وہ سب ہی مراد ہو سکتے ہیں جنہوں نے عہد شکنی کی۔

(3) ﴿ثُمَّ یَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَهُمۡ﴾ "پھر وہ اپنا عہد توڑ دیتے ہیں" وہ اپنا عہد توڑ ڈالتے اور اس سے نکل جاتے ہیں اور اس عہد کو پورا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے۔

(4) ﴿فِیۡ كُلِّ مَرَّةٍ﴾ "ہر بار" ہر بار جب وہ عہد کرتے ہیں یعنی ہر بار عہد توڑتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:525)

(5) عہد شکنی کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، نہ عہد کی کسی ذمہ داری کو قبول کرتے ہیں۔

(6) ادھر قسم کھائی اور ادھر توڑ ڈالی، ان کو نہ جہانوں کے بادشاہ کا کوئی خوف ہے نہ کسی گناہ کی کوئی پرواہ ہے۔

(7) ﴿وَّهُمۡ لَا یَتَّقُوۡنَ﴾ "اور وہ نہیں ڈرتے" وہ عہد شکنی کے انجام سے نہیں ڈرتے اور اپنے معاہدات کے ساتھ خواہشات کے مطابق کھیلتے ہیں ان کو نہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پرواہ ہے نہ گناہ کی۔

سوال 2: عہد شکن لوگوں کے رویے کو یہاں کس طرح بیان کیا گیا ہے؟

جواب: (1) وہ کفر میں دور تک چلے گئے ہیں اور ایمان لانے کا کوئی امکان نہیں۔

(2) ان کی فطرت بگڑ گئی ہے اور وہ بدترین جانور بن گئے ہیں۔ (3) وہ عہد کرتے ہیں اور توڑتے ہیں۔

(4) وہ ایفائے عہد سے آزاد ہو گئے ہیں اس لیے جانوروں کی طرح ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾

"لہٰذا اگر آپ انہیں کسی جنگ میں پائیں تو جو ان کے پیچھے ہیں، ان کے ذریعے مار بھگائیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں" (57)

سوال 1: کفر اور عہد شکنی کرنے والوں کے بارے میں کیا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ... يَذَّكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) کفر اور عہد شکنی کرنے والوں پر ضرب کاری لگانے کا حکم دیا گیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ﴾ "لہٰذا اگر آپ انہیں کسی جنگ میں پائیں" یعنی اگر آپ انہیں لڑائی میں پائیں تو قرار واقعی سزا دیں۔

(2) ﴿فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ﴾ "تو جو ان کے پیچھے ہیں، ان کے ذریعے مار بھگائیں" ان کے ذریعے سے دوسروں کو سبق سکھائیں۔ انہیں ایسی سزا دیں کہ لوگوں پر آپ کی دھاک بیٹھ جائے۔ ان کا اتنا خون بہائیں کہ لوگ آپ سے ڈرنے لگ جائیں۔

(3) ﴿لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ "تاکہ وہ نصیحت پکڑیں" تاکہ بعد میں آنے والے نصیحت حاصل کریں اور خوف کھائیں کہ کہیں ان پر بھی وہی عذاب نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔

(4) تاکہ وہ آگے چل کر عہد شکنی نہ کریں۔ یہ سزاؤں اور حدود کے فوائد ہیں۔ سزائیں نافذ ہوتی ہیں تو گناہ نہ کرنے والوں کے لیے عبرت بن جاتی ہیں اور جو گناہ کرتے ہیں وہ اعادہ کرنے سے خوف کھاتے ہیں۔

(5) دین کے لیے ہیبت، قوت، خوفناک شان اور رعب ضروری ہے۔

(6) دین کے لیے سرکش قوتوں کا مرعوب ہونا ضروری ہے تاکہ اسلام کے پھیلاؤ میں رکاوٹ نہ بنیں۔

سوال 2: بدعہدوں کے لیے اتنی خوف ناک گرفت اور ہولناک رعب ودبدبہ کی تصویر کشی کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: (1) بدعہدوں سے کوئی مطمئن نہیں اور کوئی محفوظ نہیں، ان کی سزا ہے کہ انہیں بھی امن اور اطمینان سے محروم کر دیا جائے۔ انہیں خوف زدہ کیا جائے، علاقے سے نکال دیا جائے، ہاتھ توڑ دیے جائیں تاکہ لوگوں کے لیے عبرت بن جائیں۔

(2) ایسی خوف ناک تصویر کشی کا مقصد یہ بھی ہے کہ یہ سنتے ہی وہ بھاگنے اور اپنا مقام چھوڑنے کے لیے آمادہ ہو جائیں۔

(3) یہ ہدایات اس لیے دی گئیں تاکہ امن قائم ہو جائے اور انسانوں کو اطمینان ہو جائے۔

سوال 3: اسلام کا پھیلاؤ کیوں ضروری ہے؟

جواب: انسانی آزادی کے لیے اسلام کا پھیلاؤ ضروری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

''اور اگر آپ کسی قوم کی خیانت سے ڈریں تو آپ (ان کا عہد) برابری کے ساتھ ان کی جانب پھینک دیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ

لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ﴾

خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' (58)

ع 7 10 3

سوال: اگر مخالف فریق کی جانب سے خیانت اور عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِمَّا... الْخَآئِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً﴾ ''اور اگر آپ کسی قوم کی خیانت سے ڈریں'' جب آپ کا کسی قوم سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو اور آپ کو ان کی جانب سے خیانت اور عہد شکنی کا اندیشہ ہو۔

(2) ﴿فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ﴾ ''تو آپ (ان کا عہد) برابری کے ساتھ ان کی جانب پھینک دیں'' تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو اور انہیں اطلاع دے دو کہ آپ کے اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں۔

(3) یعنی معاہدہ ٹوٹنے کے بارے میں آپ کا اور ان کا علم برابر ہو جائے۔ آپ کے لیے بدعہدی جائز نہیں نہ ایسی کوشش کرنا جائز ہے جو عہد کی خلاف ورزی کرنے والی ہو کیونکہ معاہدے کو مقررہ مدت تک پورا کرنا واجب ہے۔

(4) سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل روم کے درمیان (کچھ مدت تک کے لیے) عہد و پیمان تھا، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے شہروں میں جاتے تھے تاکہ جب عہد کی مدت تمام ہو تو ان پر حملہ کر دیں، اچانک ایک آدمی کو اپنی سواری یا گھوڑے پر: اللہ اکبر! ''تمہاری طرف سے ایفائے عہد ہونا چاہیے نہ کہ بدعہدی'' کہتے ہوئے دیکھا وہ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: ''جس آدمی کے اور کسی قوم کے درمیان عہد و پیمان ہو تو جب تک اس کی مدت ختم نہ ہو جائے یا اس عہد کو ان تک برابری کے ساتھ واپس نہ کر دے، ہرگز عہد نہ توڑے اور نہ نیا عہد کرے''، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر واپس لوٹ آئے۔ (ترمذی: 1580)

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ خیانت کاروں کو جو معاہدہ توڑ ڈالتے ہیں پسند نہیں کرتا اگرچہ کافروں کے ساتھ ہی معاہدہ توڑا جائے۔

(6) اسلام خیانت کے سخت خلاف ہے اعلیٰ مقاصد کے لیے بھی اپنے پیروکاروں کو عہد میں خیانت کی اجازت نہیں دیتا۔

(7) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس نے کسی عہد والے کو قتل کر دیا وہ جنت کی خوشبو (بھی) نہ سونگھے گا۔'' (صحیح بخاری: 6914)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا سَبَقُوۡا ؕ اِنَّهُمۡ لَا يُعۡجِزُوۡنَ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا یہ نہ سمجھیں کہ وہ بچ نکلے یقیناوہ عاجز نہیں کریں گے'' (59)

سوال 1: انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے قبضہ و گرفت میں ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا ...لَا يُعۡجِزُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا سَبَقُوۡا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا یہ نہ سمجھیں کہ وہ بچ نکلے'' اس سے مراد وہ کفارِ قریش ہیں جو بدر کی جنگ میں بھاگ نکلے تھے۔ (ایسر التفاسیر:528)

(2) رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ کفر کرنے والے یہ گمان نہ کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بھاگ سکتے ہیں۔ وہ تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے قبضہ و گرفت میں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے بازی نہیں لے جاسکتے اللہ تعالیٰ ان کی گھات میں ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں، کفر کرنے والوں کو اگر سزا نہیں دی جارہی، انہیں مہلت دی جارہی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ اَنۡ يَّسۡبِقُوۡنَا ؕ سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ﴾ ''یا ان لوگوں نے جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان کیا ہے کہ وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے؟ بہت برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔'' (العنکبوت:4)

(4) کافروں کو سزا دینے میں اگر جلدی نہیں کی جارہی تو اس میں مومنوں کی آزمائش ہے کہ وہ کس حد تک اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قربانی دے سکتے ہیں۔ یہ قربانیاں ہی تو رب کے قرب کا باعث بنتی ہیں جو مشکل حالات میں آزمائشوں میں دی جاتی ہیں۔ ان قربانیوں سے ہی مومن بلند درجات تک پہنچتے ہیں۔

(5) کافروں کو مہلت دینا مومنوں کی آزمائش ہے۔ ان ہی آزمائشوں میں مومن اعلیٰ اخلاق کے حامل بنتے ہیں جن کے بغیر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنت تک نہیں پہنچ سکتے۔ یقیناً کافروں کو ڈھیل دینے میں مومنوں کی آزمائش اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت ہے۔

(6)﴿اِنَّهُمۡ لَا يُعۡجِزُوۡنَ﴾ ''یقیناوہ عاجز نہیں کریں گے'' کافر یقیناً اللہ تعالیٰ پر بازی نہیں لے جاسکتے۔ اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لینے والا ہے۔ دنیا میں قتل سے ہو یا آخرت میں آگ کے عذاب سے۔

(7) اللہ تعالیٰ پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اس کو کوئی عاجز نہیں کرسکتا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِى الۡبِلَادِ (۱۹۶) مَتَاعٌ قَلِيۡلٌ ثُمَّ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ (۱۹۷)﴾ ''اور جن لوگوں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نے کفر کیا ان کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے بہت ہی تھوڑا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی برا بچھونا ہے۔" (آل عمران:196،197)

(8)﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ "جن لوگوں نے کفر کیا آپ ان کے بارے یہ گمان نہ کریں کہ وہ زمین میں عاجز کر دینے والے ہیں۔ اور اُن کا ٹھکانہ آگ ہے۔ اور یقیناً وہ بہت ہی بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔" (النور:57)

سوال 2: اسلام اچھے مقاصد کے لیے اچھے ذرائع اختیار کرنے کے لیے مسلمانوں کو کیسے قائل کرتا ہے؟

جواب: اسلام مسلمانوں کو قائل کرنے کے لیے یہ سمجھاتا ہے کہ:

(1) خفیہ مشورے اور بدعہدی کے منصوبے کافروں کو کامیاب نہیں کر سکتے۔ (2) اللہ تعالیٰ مومنوں کی پشت پر ہے۔

(3) خیانت کار لوگوں کو اللہ تعالیٰ جب پکڑنا چاہے وہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ (4) خیانت کار لوگ اللہ تعالیٰ سے بچ کر نہیں نکل سکتے۔ (5) اللہ تعالیٰ جب مسلمانوں کی مدد کرنا چاہے تو کافر شکست نہیں دے سکتے۔

(6) جو لوگ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنا چاہتے ہیں اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کروانا چاہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہے۔

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ

"اور جو تم استطاعت رکھتے ہو ان کے (مقابلے) کے لیے، قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، تم اس سے اللہ تعالیٰ

وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَ

کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ دوسروں کو خوف زدہ کرو گے، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اور

مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو چیز بھی تم خرچ کرو گے وہ پوری پوری تمہاری طرف لوٹا دی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا" (60)

سوال 1: دشمن سے مقابلے کے لیے حسب مقدور تیاری کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَعِدُّوْا ... لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ: ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ﴾ "اور تیاری کرو ان کے لئے" یعنی اپنے دشمنوں، رب کا کفر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے والوں سے مقابلے کے لیے حسب مقدور تیاری کرو جو دین اسلام کو باطل ثابت کرنے کے لیے اور تمہیں برباد کرنے کے لیے کوششیں کرتے ہیں۔(2)﴿مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ﴾ ''جو تم استطاعت رکھتے ہو'' جتنا تمہارے بس میں ہو (3)﴿مِّنۡ قُوَّةٍ﴾ ''قوت سے'' مختلف قسم کے جنگی اسلحہ میں سے۔(ایسر التفاسیر:527) قوت سے مراد عقلی، بدنی اور جنگی قوت ہے۔

(4) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ منبر پر تشریف فرما تھے، آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: پھر فرمایا: ''خبردار! قوت سے مراد تیراندازی ہے۔ خبردار! قوت سے مراد تیراندازی ہے۔ خبردار! قوت سے مراد تیراندازی ہے۔'' (مسند احمد:17442، مسلم:4946)

(5) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیراندازی اور سواری سیکھو، تیراندازی سواری سے بہتر ہے۔'' (مسند احمد)

(6) یعنی دشمن کے خلاف جنگ میں جو چیز بھی تمہاری مدد کرے اس کی تیاری کرو۔ اپنی طاقت کے مطابق جنگی قوت قائم رکھو۔

(7) یعنی قوت عقلیہ، قوت بدنیہ اور مختلف انواع کا اسلحہ، جو دشمن کے خلاف جنگ میں تمہاری مدد کرے۔ کفار کے خلاف اس تیاری میں وہ تمام صنعتیں آجاتی ہیں جن سے اسلحہ اور آلات حرب بنائے جاتے ہیں، مثلاً توپیں، مشین گنیں، بندوقیں، جنگی طیارے، بری سواریاں، دفاعی قلعہ بندیاں، مورچے اور دیگر دفاعی آلات حرب وغیرہ۔ نیز حکمت عملی اور سیاست کاری میں مہلت پیدا کرنا، جس کے ذریعے سے وہ آگے بڑھ سکیں اور دشمن کے شر سے اپنا دفاع کر سکیں۔ نشانہ بازی، شجاعت اور جنگی منصوبہ سازی کی تعلیم حاصل کرنا۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿اَلَا اِنَّ الۡقُوَّةَ الرَّمۡیُ﴾ ''سن لو! قوت سے مراد تیراندازی ہے۔'' کیونکہ عہد رسالت میں تیراندازی، جنگ کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا۔ نیز ان گاڑیوں کی تیاری، جو جنگ میں نقل و حمل کے کام آتی ہیں، جنگی استعداد میں شمار ہوتی ہیں۔ (ترمذی:3083)

(8) قوت کا مفہوم بہت وسیع ہے، غرض یہ ہے کہ مسلمان کو دشمنوں کے مقابلہ میں ہر وقت صاحب قوت رہنا چاہیے توپ و تفنگ کے مقابلہ میں توپ و تفنگ اور علم و سنان کے مقابلہ میں علم و سنان، جس طرح کے حالات ہوں، جو ذرائع ہوں، قوت و غلبہ کے حصول کے لیے وہ سب مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے۔ ہر زمانے اور ہر دور میں مسلمان کے پاس قوت کا ایک خزانہ ہو، جس سے وہ دشمنوں کو ڈرا دھمکا سکے۔ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ دشمنوں کے مقابلہ میں خوفناک و خطرناک رہے۔ اگر حصول علم قوت کے مفہوم میں داخل ہو تو سب سے زیادہ علم ہو، اگر ثروت و دولت کے اسلحہ کی حاجت ہو تو سرمایہ دار بنے۔ اگر سائنس اور علوم جدیدہ قوت کے مفہوم میں داخل ہوں تو پھر ان علوم میں اس کا کوئی ثانی نہ ہو اور اگر مادی قوتیں زیادہ لائق اعتناء ہوں تو ان کا خیال رکھے۔ غرض یہ ہے کہ ہر حال میں دوسروں کے مقابلہ میں عاجز نہ ہو۔ (سراج البیان:436/6)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(9) ﴿وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾ ”اور گھوڑے باندھنے سے“ اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے فراہم کرو۔ گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں: باعث اجر، باعث پردہ پوشی، باعث گناہ۔ باعث اجر وہ گھوڑے ہیں جنہیں انسان جہاد کے لیے پالتا ہے۔ اگر وہ کسی چراگاہ یا باغ میں باندھ کر چھوڑ دیئے جائیں پھر وہ اپنے حلقے میں جتنے گھاس کے تنکے توڑیں گے پالنے والوں کو اتنی ہی نیکیاں ملیں گی اور اگر رسی توڑ کر کسی ایک یا چند ٹیلوں پر چڑھ جائیں تو ان کے اپنے قدموں کے نشانوں پر اور لید پر بھی نیکیاں ملیں گی اور اگر گزرتے ہوئے کسی نہر پر پانی پی لیں اور مالک نے انہیں پلانے کا ارادہ بھی نہ کیا ہو تو بھی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ یہ گھوڑے کے مالک کے لیے اجر و ثواب کا باعث ہیں اور جس نے سوال سے بچنے کے لیے گھوڑا پالا اور اس کی گردن اور پشت میں اللہ تعالیٰ کا حق بھی یاد رکھا یہ گھوڑا مالک کے لیے باعث پردہ ہے اور جس نے فخر و مقابلہ کے لیے پالا وہ مالک کے لیے باعث وبال ہے۔ آپ ﷺ سے گدھوں کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ان کے بارے میں جامع اور بے نظیر آیت اتاری ہے۔ ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ ”تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔“ (الزلزال:8,7) (مختصر ابن کثیر:692/1)

(10) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کے وعدہ (ثواب) کی تصدیق کرتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے گھوڑا پالا تو اس کے گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کا پیشاب و لید سب قیامت کے دن اس کے ترازو میں تولا جائے گا۔“ (بخاری:2853)

(11) سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو گھوڑے کی پیشانی کے بال اپنی انگلی سے مروڑتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے سنا: ”قیامت تک کے لئے خیر و برکت گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ بندھی ہوئی ہے، یعنی اجر و ثواب اور مال غنیمت۔“ (مسلم:4847)

(12) ﴿تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ ”تم اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو خوف زدہ کرو گے“ یعنی تم ان دشمنوں کو ڈراؤ گے جنہیں تم جانتے ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ترھبون سے مراد ہے تم انہیں رسوا کرو گے۔ (جامع البیان:33/10)

(13) تم ان سے اپنے دشمنوں کو ڈراؤ گے۔ وہ مشرکوں میں سے تمہارے بھی دشمن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بھی دشمن ہیں۔ (جامع البیان:31/10) (14) اللہ رب العزت نے دشمنوں کے مقابلے میں قوت فراہم کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اس سے دشمنوں کو مرعوب اور خوف زدہ رکھا جا سکتا ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(15) اس حکم کی علت اس زمانے میں بھی موجود ہے اور وہ ہے دشمنوں کو مرعوب رکھنا۔ حکم کا دارومدار علت پر ہوتا ہے اگر دنیا میں ایسے آلات اور سامان حرب موجود ہوں جن کے ذریعے سے دشمن کو مذکورہ چیزوں سے زیادہ خوف زدہ رکھا جاسکتا ہو یعنی گاڑیاں اور ہوائی جہاز جو جنگ میں کام آتے ہیں اور جن کی ضرب بھی کاری ہے، تو ان کو حاصل کر کے ان کے ذریعے جنگی استعداد بڑھانا فرض ہے۔ حتیٰ کہ اگر اس سامان حرب کو صنعت کی تعلیم حاصل کیے بغیر، حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو اس کی تعلیم حاصل کرنا بھی فرض ہوگا۔ (تفسیر سعدی: 1001,1000/1)

(16) سامان جنگ و دفاع کا اصل مقصد قتل و قتال نہیں بلکہ کفر و شرک کو زیر کرنا اور مرعوب و مغلوب کر دینا ہے وہ کبھی صرف زبان یا قلم سے بھی ہوسکتا ہے اور بعض اوقات اس کے لئے قتل و قتال ضروری ہوتا ہے۔ جیسی صورت حال ہو اس کے مطابق دفاع کرنا فرض ہے۔ (معارف القرآن: 273/4)

(17) ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ﴾ "اور ان کے علاوہ دوسروں کو جنہیں تم نہیں جانتے" (i) مجاہد نے کہا: ان سے مراد بنی قریظہ ہیں۔ (جامع البیان: 33/10)

(ii) اس سے مراد کفار قریش کے ماسوا لوگ ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 528,527)

(iii) اس سے مراد منافق اور یہودی ہیں۔ (تفسیر منیر: 393/5)

(iv) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں سے بعد میں جنگ کریں گے جن کے بارے میں مسلمان نہیں جانتے۔

﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ﴾ "اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے" اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ منافقوں کے دلوں میں کتنا نفاق ہے جسے وہ چھپاتے ہیں۔ (ابن ابی حاتم: 1724/5)

(18) ابن زید کا اس آیت کے بارے میں قول ہے کہ تم ان منافقوں کے بارے میں اس لیے نہیں جانتے کہ انہوں نے ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہا اور تمہارے ساتھ جہاد کیا ہے۔ (جامع البیان: 34/10)

(19) اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس لیے اس نے دشمنوں کے خلاف قوت فراہم کرنے اور تیار رہنے کا حکم دیا ہے۔

(20) اسلام جنگی تیاریوں اور ساز و سامان کی فراہمی کو اس لیے ضروری قرار دیتا ہے کہ

(i) قوت کے بل بوتے پر ہی آگے بڑھا جاسکتا ہے۔

(ii) قوت کی وجہ سے آزادی کا تحفظ ہوتا ہے۔

(iii) قوت کی وجہ سے انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کروایا جاسکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(iv) یہ جنگی ساز و سامان اور تیاریاں دشمن کو خوف زدہ کرتی ہیں جس کی وجہ سے وہ دارالاسلام پر حملے کا سوچ ہی نہیں سکتے۔

(v) قوت کی وجہ سے دشمن مرعوب ہوتا ہے۔ پھر وہ اسلام کا راستہ روکنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

(vi) اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے مقابلے میں دوسری قوتوں کو پاش پاش کرنے کے لیے قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔

(21) ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو چیز بھی تم خرچ کرو گے'' تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو بھی خرچ کرو گے کم یا زیادہ۔

(22) ﴿يُوَفَّ اِلَيْكُمْ﴾ ''وہ پوری پوری تمہاری طرف لوٹا دی جائے گی'' یعنی قیامت کے روز تمہارا حق نہیں مارا جائے گا، تمہیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا تمہارا اجر کئی گنا بڑھا کر تمہیں دیا جائے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا ثواب سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا کر دیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ:261)

(23) سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آدمی ایک اونٹنی جس کے نکیل پڑی ہوئی تھی لے کر آیا اور عرض کیا یہ جہاد کے لئے دیتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اس کے عوض تجھے سات سو اونٹنیاں ملیں گی سب کی نکیلیں پڑی ہوں گی۔'' (صحیح مسلم:4897)

(24) سیدنا خزیمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کیا اس کے لیے سات سو گنا اجر لکھا جائے گا۔'' (ترمذی:1625)

(25) سیدنا عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جیش عسرہ کی تیاری کے وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار اپنی آستین میں لے کر آئے اور لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بکھیر دیئے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گود میں وہ اشرفیاں الٹ پلٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے: ''عثمان اس کے بعد جو عمل بھی کرے اس کو ضرر نہ پہنچے گا یعنی مواخذہ نہ ہوگا'' یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار فرمائے۔ (ترمذی:3701)

(26) ﴿وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' یعنی تمہارے اجر و ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: اسلام کیا چاہتا ہے اور کیا نہیں چاہتا؟

جواب: (1) اسلام کے دشمنوں کے خلاف جنگ میں سب سے زیادہ جو چیز مددگار رہتی ہے وہ مال خرچ کرنا ہے اس لیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انفاق کی ترغیب دی ہے۔ (2) اسلام انسانی آزادی چاہتا ہے۔

(3) اسلام کسی لیڈر کی حکومت کا قیام نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کرنا چاہتا ہے۔

(4) اسلام انسانی نظام حیات نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نظام قائم کرنا چاہتا ہے۔

(5) اسلام کسی طبقے اور فرقے کی حکومت نہیں چاہتا۔ (6) اسلام انسان کو انسان کا غلام بنانا نہیں چاہتا۔

(7) اسلام خام مال پر قبضہ کرنا نہیں چاہتا۔ (8) اسلام زمینیں ہتھیانا نہیں چاہتا۔

(9) اسلام اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا قیام چاہتا ہے۔

(10) اسلام انسانیت کو ہر طرح کی غلامیوں سے نجات دلانا چاہتا ہے۔

﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ

"اور اگر وہ صلح کے لیے مائل ہو جائیں تو آپ بھی اس کے لئے مائل ہو جائیں اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بلاشبہ

هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے" (61)

سوال 1: اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو صلح کر لی جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَاِنْ جَنَحُوْا ... السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ﴾ "اور اگر وہ صلح کے لیے مائل ہو جائیں" اس سے مراد جنگ کرنے والے کفار ہیں۔

(2) یعنی جنگ ترک کرنے اور صلح کی طرف، اس سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ کوئی اپنے دل کو صلح کی طرف مائل کر رہا ہے جیسے کوئی پرندہ اپنے پروں کو نرم کرتا ہے۔ اس سے امن کی طرف میلان کی حقیقت واضح ہو رہی ہے۔

(3) ﴿فَاجْنَحْ لَهَا﴾ "تو آپ بھی اس کے لیے مائل ہو جائیں" یعنی اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو صلح کر لی جائے۔

(4) یہی وجہ ہے کہ حدیبیہ کے سال جب مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ سے صلح کر کے نو سال تک جنگ نہ کرنے کا مطالبہ کیا اور اس سلسلے میں کچھ شرائط بھی پیش کیں تو آپ نے ان سے صلح کر لی تھی۔ (المصباح المنیر: 816/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں'' صلح میں مسلمانوں کو اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ کافر دھوکہ نہ دے دیں اور یہ کہ صلح سے صرف وقت اور مہلت حاصل کر کے کفار فائدہ نہ اٹھالیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اگر کوئی مکروفریب کرے گا تو ان کے مقابلے میں مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

(6)﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ﴿السَّمِيْعُ﴾ ہے ان کے اقوال کو جانتا ہے۔ وہ ﴿الْعَلِيْمُ﴾ ہے ان کے احوال وافعال کو جانتا ہے۔ ان کا مواخذہ کر سکتا ہے۔

سوال 2: صلح کا مطالبہ کرنے والوں سے صلح کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جو چیز وہ طلب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے انہیں دے دو کیونکہ اس میں بہت سے فوائد ہیں مثلاً (i) ہر وقت طلب عافیت مطلوب ہے اور اگر وہ طلب عافیت میں ابتدا کرتے ہیں تو اس کا مثبت جواب دینا اولیٰ ہے۔

(ii) اس سے تمہاری قوتیں جمع ہوں گی اور کسی دوسرے وقت اگر ان کے خلاف جنگ ناگزیر ہو جائے، تو تمہاری یہ جنگی استعداد تمہارے کام آئے گی۔ (iii) اگر تم نے صلح کر لی اور ایک دوسرے سے مامون ہو گئے اور ایک دوسرے کے اطوار کی معرفت حاصل کر لی، تو اسلام کی خاصیت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ غالب آتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔

(2) پس ہر وہ شخص جو عقل وبصیرت سے بہرہ ور ہے اگر وہ انصاف سے کام لیتا ہے تو وہ اسلام کو، اس کے اوامر ونواہی کی خوبی، مخلوق کے ساتھ اس کے حسن معاملہ اور ان کے ساتھ عدل وانصاف کی بنا پر دوسرے ادیان پر ترجیح دے گا۔ وہ یہ بھی دیکھے گا کہ کسی بھی پہلو سے اس میں کوئی ظلم وجور نہیں اور کثرت سے لوگ اس کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ تب یہ کفار کے خلاف مسلمانوں کے لیے مددگار ثابت ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 1002/1)

﴿وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ

''اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہے۔ وہی ہے جس نے اپنی

بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾

مدد اور مومنوں کے ذریعے آپ کو قوت دی'' (62)

سوال: رسول اللہ ﷺ سے جو وعدہ کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا...وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روشنی میں کریں؟

جواب:(1)رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ:﴿وَ اِنۡ یُّرِیۡدُوۡۤا اَنۡ یَّخۡدَعُوۡكَ﴾''اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں''اے محمد ﷺ!اگر آپ کو ان کی طرف سے خیانت کا اندیشہ ہو اس اعتبار سے کہ وہ صلح کی طرف مائل ہو کر اور آپ کی طرف جھک کر دھوکہ دینا چاہیں﴿فَاِنَّ حَسۡبَكَ اللّٰهُ﴾''تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہے۔''

(2)سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ قریظہ تھے۔(جامع البیان:37/10)

(3)﴿فَاِنَّ حَسۡبَكَ اللّٰهُ﴾''تو بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کافی ہے''اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ وہ کافروں کی ایذاؤں اور ان کے مکر و فریب کے مقابلے میں مدد کے لیے کافی ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ ہی آپ ﷺ کے تمام امور کی نگہبانی کرتا ہے۔وہی آپ ﷺ کا حامی و ناصر،وہی آپ ﷺ کا کفیل ہے۔

(5)اسی وعدہ خداوندی کے تحت اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ کو عمر بھر کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ دشمنوں کے دھوکہ فریب سے کوئی گزند پہنچی ہو۔اسی لئے علماء تفسیر نے فرمایا ہے کہ یہ وعدہ نبی ﷺ کے لیے ایسا ہے جیسا کہ﴿وَاللّٰهُ یَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾کا وعدہ کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی ﷺ نے اپنی نگرانی کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مطمئن اور سبکدوش فرما دیا تھا۔اسی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدہ نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا۔(بیان القرآن)

(6)﴿هُوَ الَّذِیۡۤ اَیَّدَكَ بِنَصۡرِهٖ﴾''وہی ہے جس نے اپنی مدد کے ذریعے آپ کو قوت دی''وہ ذات ہے جس نے آپ ﷺ کی غیبی مدد فرمائی۔اللہ تعالیٰ نے بدر کی جنگ میں مدد کو یاد دلایا ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت سے آپ ﷺ کو قوی کر دیا۔آپ ﷺ کے دشمنوں کے مقابلے میں آسمانوں سے آپ ﷺ کے لیے مدد نازل فرمائی۔

(8)﴿وَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾''اور مومنوں کے ذریعے''اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان کے ذریعے نبی ﷺ کی مدد کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ کی مدد پر مقرر فرما دیا۔

(9)اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے دور کے ٹکڑے ٹکڑے دلوں کو جوڑ دیا اور ان میں ایسا بھائی چارہ قائم کر دیا جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔

﴿وَ اَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَیۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ

''اور اس نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی،اگر آپ زمین میں جو بھی ہے وہ سب خرچ کر دیتے تب بھی آپ ان کے دلوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

درمیان الفت نہ ڈالتے اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی یقیناً وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" (63)

سوال: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دلوں میں الفت پیدا کرنے کی نعمت یاد دلائی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَ اَلَّفَ ...حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اپنی نعمت یاد دلاتے ہوئے فرمایا: ﴿وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ﴾ "اور اس نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی" اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دلوں کو نبی ﷺ کے ساتھ ایمان لانے، آپ کی اطاعت کرنے اور آپ کی نصرت کرنے پر جمع کر دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ کس سبب سے مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہوا۔

(3) وہ رب العالمین ہے جس نے دلوں کو جوڑ دیا اور وہ سب اکٹھے ہو گئے ورنہ یہ انسانی کوشش اور طاقت سے بڑھ کر معاملہ تھا۔

(4) اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کلمے کو ایک کر دیا اس ہدایت کے ساتھ جسے دے کر محمد ﷺ کو ان کی طرف بھیجا ورنہ اس سے پہلے تو وہ عصبیت میں مبتلا تھے۔ (تفسیر قاسمی: 88/8)

(5) ﴿لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ﴾ "اگر آپ زمین میں جو بھی ہے وہ سب خرچ کر دیتے تب بھی آپ ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ ڈالتے" اگر آپ ﷺ دنیا کی ساری دولت خرچ کر کے بھی ان کے دلوں کو جوڑنا چاہتے تو ان کی دشمنی اور شدید نفرت کو دور نہیں کر سکتے تھے۔

(6) جاہلیت کے دور سے اوس اور خزرج میں ایسی دشمنی چلی آ رہی تھی اور جنگوں کے ایسے اسباب فراہم ہو گئے تھے کہ ان کی باہمی نفرت اور دشمنی کا سلسلہ کہیں رکتا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کا تذکرہ فرمایا: ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ "اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔" (آل عمران: 103) اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان کی روشنی عطا فرما کر یہ سلسلہ ختم فرما دیا تھا۔

(7) ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ﴾ "اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی" یہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ ہی ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس نے مومنوں کے دلوں میں الفت ڈال دی اور ان کو اکٹھا اور متحد کر دیا۔

(8) آپ ﷺ ان کے دلوں کو نہیں جوڑ سکتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

(9) سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کی غنیمتوں میں سے جب رسول اللہ ﷺ نے انصار کو کچھ نہ دیا اور انہیں اس کا ملال ہوا تو آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا تھا: ''اے گروہ انصار! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے ہدایت بخشی؟ اور کیا تم اختلاف و انتشار میں مبتلا نہیں تھے، میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں متفق اور متحد کر دیا اور تم فقیر تھے تو میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں دولت مند بنا دیا؟'' آپ اس سلسلے میں جب بھی کوئی بات کرتے تو انصار جواب میں کہتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ احسان فرمانے والے ہیں۔ (بخاری:4330)

(10) ﴿اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴾ ''یقیناً وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ عزیز ہے کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے وہ دلوں پر غالب ہے اسی لیے اس نے دلوں کو جوڑ دیا۔ (ii) اللہ تعالیٰ حکیم ہے کمال درجے کی حکمت رکھتا ہے اسی حکمت کی وجہ سے اس نے مومنوں کے دلوں میں اخوت پیدا کی۔

(11) اس نے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے ان کو ایک کلمے پر جمع کر دیا۔ اس نے اپنی عظیم قدرت سے ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔ (فتح القدیر:401/2)

8 ع 6 4

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

''اے نبی! آپ کو بس اللہ تعالیٰ کافی ہے اور مومنوں میں سے ان کو بھی جو آپ کے پیچھے چلے ہیں'' (64)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور مومنوں کو جہاد کی ترغیب کیسے دلائی ہے، اس کی وضاحت ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ ... الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ﴾ ''اے نبی ﷺ! آپ کو بس اللہ تعالیٰ کافی ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور مسلمانوں کو جہاد کا شوق دلا رہا ہے اور انہیں یہ بشارت سنا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کافی ہے، تمہارا مددگار ہے اور تمہیں تمہارے دشمنوں پر غالب کرنے والا ہے اگرچہ ان کی اکثریت ہو اور انہیں لگاتار کمک بھی پہنچ رہی ہو اور تمہاری اقلیت ہو۔ (مختصر ابن کثیر:695,694/1)

(2) ﴿وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور مومنوں میں سے ان کو بھی جو آپ کے پیچھے چلے ہیں'' اللہ تعالیٰ ایمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لانے والوں اور اتباع رسول ﷺ کرنے والوں کے لیے ان کی تمام پریشانیوں کے مقابلے میں کافی ہے۔

(3) اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کفایت ایمان اور اتباع رسول ﷺ کے ساتھ ہے۔

سوال 2: ''اے نبی! آپ کو بس اللہ تعالیٰ کافی ہے'' یہ الفاظ مومن کے دل پر کیا اثر چھوڑتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ﴾ ''اے نبی! آپ کو بس اللہ تعالیٰ کافی ہے'' اللہ تعالیٰ کی یہ ضمانت دل کو اطمینان اور اللہ تعالیٰ پر بھروسے سے بھر دیتی ہے۔

(2) مومن پوری طرح سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ

''اے نبی! مومنوں کو جنگ پر ابھارو، اگر تم میں سے بیس آدمی صبر کرنے والے ہوں گے وہ دو سو پر غالب

يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ

آئیں گے اور اگر تم میں سے سو آدمی ہوں گے وہ ہزار کافروں پر غالب آئیں گے کیونکہ بے شک وہ

قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾

لوگ سمجھ نہیں رکھتے'' (65)

سوال 1: نبی ﷺ کو مومنوں کو قتال کی ترغیب دلانے کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ --- الْقِتَالِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ﴾ ''اے نبی! مومنوں کو جنگ پر ابھارو'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ ہر طریقے سے مسلمانوں کو قتال پر آمادہ کریں۔

(2) یعنی دشمن سے مقابلہ کرنے کی ترغیب دلائیں اور انہیں جہاد چھوڑنے کے برے انجام سے ڈرائیں۔

(3) مومنوں کو ترغیب دلائیں گے تو ان کے عزائم پختہ اور ارادے مضبوط ہوں گے۔

(4) قتال کی ترغیب دلانے کے لیے بہادری کے فوائد اور بزدلی کے نقصانات واضح فرمائیں۔

(5) (i) یہ اس لیے کہا گیا کہ مومن اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کے حریص بن جائیں۔ (ii) وہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے چھڑانے کے لیے تیار ہو جائیں۔ (iii) وہ انسانوں کو رب کے راستے پر لانے کے لیے تیار ہو جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّھُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''اور اس قوم کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو، اگر تم تکلیف اٹھاتے ہو تو بلاشبہ وہ بھی تکلیف اٹھاتے ہیں جیسا کہ تم تکلیف اٹھاتے ہو، اور تم اللہ تعالیٰ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ امید نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' (النساء:104)

(7) نبی ﷺ نے ترغیب دلائی تو مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ رغبت والا کام جہاد فی سبیل اللہ ہو گیا۔

(8) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک صبح یا شام اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنا دنیا و مافیہا سے افضل ہے۔'' (بخاری:2792، مسلم:4873)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی مثال، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کی راہ میں جہاد کرنے والا کون ہے، ایسے ہے جیسے ہمیشہ کا روزہ دار اور شب زندہ دار۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ اگر اسے موت آگئی تو جنت میں داخل کرے گا یا پھر اسے اجر اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹائے گا۔'' (بخاری:2787)

(10) ایک اور روایت میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے گھوڑا پالے اور اس کی وجہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے وعدوں کی تصدیق ہو تو بلاشبہ اس گھوڑے کا کھانا پینا، لید، پیشاب قیامت کے دن اس مجاہد کے ترازو میں (بطور نیکی) رکھے جائیں گے۔'' (صحیح بخاری:2853)

(11) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میدان بدر کی طرف چلے، یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے، پھر بعد ازاں مشرک بھی آگئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کی طرف پیش قدمی نہ کرے۔'' جب مشرکین نزدیک آگئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس جنت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہیں۔'' اس پر سیدنا عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کہا، بہت خوب! بہت خوب! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے کیوں کہا ہے کہ بہت خوب، بہت خوب؟'' انہوں نے عرض کی، اس امید سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اہل جنت میں سے کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اہل جنت میں سے ہو۔'' سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ اپنے توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانے لگے، پھر کہنے لگے، اگر میں اتنی دیر تک رہا کہ اپنی کھجوریں کھا لوں تو یہ زندگی تو لمبی ہو جائے گی، چنانچہ ان کے پاس جو کھجوریں تھیں انہوں نے وہ سب پھینک دیں اور پھر مشرکین سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ (مسلم:4915)

(12) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ لہٰذا تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔ یہ سب جنتوں کے درمیان ہے اور سب سے عالی شان جنت ہے اور اسی کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے، اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔'' (بخاری:2790)

سوال 2: ایک ایک مجاہد دس دس پر بھاری ہے، اس خوش خبری کی وضاحت ﴿اِنْ ... یَفْقَهُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بشارت اور حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اگر تم میں سے بیس آدمی صبر کرنے والے ہوں گے وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے سو آدمی ہوں گے وہ ہزار کافروں پر غالب آئیں گے'' یعنی مسلمانوں کا ایک مجاہد دس دس پر بھاری ہے اور سو مجاہد ایک ہزار پر بھاری ہیں۔

(2) یعنی ایک مومن دس کافروں کا مقابلہ کرے گا اگر بیس ثابت قدم ہیں تو دو سو پر غالب آئیں گے اگر سو ہوں گے تو ایک ہزار پر غالب آئیں گے۔ (3) پھر یہ حکم تو منسوخ ہو گیا مگر بشارت باقی رہی۔ (المصباح المنیر)

(4) ﴿بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''کیونکہ بے شک وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے'' ایک کے دس پر غالب ہونے کا سبب یہ ہے کہ کافر ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔ وہ قتال کا مقصد نہیں سمجھتے، وہ دنیا کے غلبے کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ وہ موت سے ڈرتے ہیں۔ (5) انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے کیا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

(6) تم (اے مسلمانو!) اس جنگ کا مقصد سمجھتے ہو کہ یہ جنگ اعلائے کلمۃ اللہ، دین کے غلبہ، کتاب اللہ کی حفاظت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑی کامیابی کے حصول کے لیے ہے اور یہ تمام امور شجاعت، صبر و ثبات اور اقدام علی القتال کے اسباب ہیں۔ (تفسیر سعدی:1/1604)

سوال 3: مومن کو ایمان کیا دیتا ہے؟

جواب: (1) مومن کو ایمان ایسا شعور دیتا ہے جس کی وجہ سے اسے سارے حقائق اصلی صورت میں نظر آنے لگتے ہیں۔

(2) مومن سمجھ جاتا ہے کہ اصل زندگی دنیا کی نہیں آخرت کی ہے۔ (3) وہ موت کو جنت میں داخلے کا دروازہ سمجھتا ہے۔

(4) وہ شہادت کو جنت کا مختصر راستہ سمجھتا ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینا اس کی سب سے بڑی خواہش بن جاتی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: کافر کا نقطہ نظر کیا ہوتا ہے؟

جواب: (1) کافر اندھیروں میں رہتا ہے اس لئے وہ دنیا کو جنت سمجھتا ہے۔ (2) وہ دنیا میں رہنا چاہتا ہے تا کہ اپنی جنت سے لطف اٹھائے۔ (3) وہ لڑتا بھی ہے تو قومی شعور کے تحت لڑتا ہے اور بے جگری سے نہیں لڑتا۔

سوال 5: مومن منفی جذبات سے کیسے پاک ہوتا ہے؟

جواب: مومن اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور آخرت کی فکر کرنے والا ہوتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو اس کو منفی جذبات سے پاک کر دیتی ہے۔ ملکی وقومی عصبیت، انتقام، ضد، کفر، تعصب اور تکبر سے اوپر اٹھ جاتا ہے۔

سوال 6: مومن اور کافر کے اقدامات میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب: دونوں میں فرق واضح ہے۔

مومن کے اقدامات	کافر کے اقدامات
(1) مومن اللہ تعالیٰ کی رضا کے تحت اقدام کرتا ہے۔	کافر قومی شعور کے تحت اقدام کرتا ہے۔
(2) مومن جنت کے شعور کے تحت اقدام کرتا ہے۔	کافر دنیا کے حصول کے لئے اقدام کرتا ہے۔
(3) مومن حقیقت پسندانہ انداز میں اقدام کرتا ہے۔	کافر جذباتی انداز میں قدم اٹھاتا ہے۔
(4) مومن انسانوں کی برائی کا دشمن ہوتا ہے۔	کافر انسانوں کا دشمن ہوتا ہے۔
(5) مومن انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کرانا چاہتا ہے۔	کافر انسانوں کو انسانوں کا غلام بنانا چاہتا ہے۔
(6) مومن وسعت ظرفی کے ساتھ کام کرتا ہے۔	کافر تنگ نظری اور تنگ دلی کے ساتھ کام کرتا ہے۔

سوال 7: کیا ایک آدمی کی دس آدمیوں کے ساتھ نسبت حقیقی اور اصلی ہے؟

جواب: جاننے والے، سمجھنے والے اہل ایمان اور نہ جاننے والے کافروں میں یہ اصلی اور حقیقی نسبت ہے۔

﴿اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ

"اب اللہ تعالیٰ نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور اس نے جان لیا ہے کہ یقیناً تم میں کچھ کمزوری ہے، چنانچہ اگر تم میں سے سو صبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

کرنے والے ہوں گے وہ دوسو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار پر وہ غالب آئیں گے

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' (66)

سوال 1: پچھلی آیت کے حکم میں کیسے تخفیف کردی گئی، اس کی وضاحت ﴿اَلْئٰنَ ... الصّٰبِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا﴾ ''اب اللہ تعالیٰ نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور اس نے جان لیا ہے کہ یقیناً تم میں کچھ کمزوری ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا ہے کہ تم میں کمزوری ہے اس لیے اس نے اپنی حکمت اور رحمت سے اس حکم میں تخفیف کردی۔

(2) ﴿فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں گے وہ دوسو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار پر وہ غالب آئیں گے'' اللہ تعالیٰ نے تخفیف کرتے ہوئے یہ طے کر دیا کہ ثابت قدم رہنے والے سو دوسو پر غالب آئیں گے اور ہزار دو ہزار پر غالب آئیں گے۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہارے بیس صابروں کو دوسو پر غالب آجانا چاہیے تو یہ مسلمانوں پر گراں گزری جب کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر یہ فرض کیا ہے کہ ایک مومن دس کافروں کے مقابلہ میں نہ بھاگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تخفیف کردی اور فرمایا کہ کم از کم سو کو دوسو کے مقابلہ میں ضرور غالب آنا چاہیے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے شمار میں کمی کردی تو اتنا ہی مسلمانوں میں صبر بھی کم ہو گیا۔ (بخاری: 4653)

(4) اب ایک مسلمان کو دو کافروں کے مقابلے سے بھاگنا جائز نہیں اور زیادہ کے مقابلے سے ہٹ جانا جرم بھی نہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 695/1)

(5) ﴿وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کے ذریعے ان کے ساتھ ہے۔ (ابن ابی حاتم: 1730/5)

(6) اللہ تعالیٰ اپنی تائید و نصرت کے ذریعے صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور صبر اللہ تعالیٰ کی تائید اور مدد کے لیے شرط ہے۔

سوال 2: اگر اہل ایمان کمزور اور ناتواں ہو جائیں تب ان کے اور کافروں کے درمیان کیا نسبت ہوگی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: کمزوری جاننے اور سمجھنے میں آتی ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں سچا ایمان نہیں اترتا یا ابھی تربیت کے ابتدائی مراحل میں ہوتے ہیں تب بھی ان کے اندر ایک اور دوئی نسبت قائم رہتی ہے۔

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ

”کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ زمین میں (کافروں کا) خوب خون بہالے، تم دنیا کا

عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

ساز وسامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے“ (67)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (غزوۂ بدر میں) جب قیدی گرفتار کر لیے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے مشاورت فرمائی: ”ان قیدیوں سے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟“ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ ہمارے چچازاد بھائی اور ہمارے ہی خاندان ہی کے لوگ ہیں، سو میری رائے تو یہ ہے کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے، تاکہ (اس رقم سے) کفار کے مقابلہ میں ہمیں قوت حاصل ہو اور کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی ہدایت دے دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابن خطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میری رائے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نہیں ہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ﷺ ان کو ہمارے حوالے کیجیے، تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں، عقیل کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کیجیے، تاکہ وہ اس کی گردن اڑا دیں اور میرے حوالے فلاں کو کیجیے، تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں، اس لیے کہ یہ لوگ کفر کے سرغنے اور اس کے سردار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے لی اور میری رائے نظر انداز کر دی، پھر جب دوسرے دن کی صبح ہوئی تو میں آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بھی بتائیے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے دوست کیوں رو رہے ہیں، تاکہ اگر مجھے رونا آئے تو میں بھی روؤں، وگرنہ کم از کم آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے والی صورت ہی بنا لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اس فیصلے کی مشاورت کی وجہ سے رو رہا ہوں جو تمہارے ساتھیوں نے قیدیوں کے فدیہ لے کر چھوڑنے کے سلسلہ میں مجھے دی تھی۔ اب میرے سامنے ان کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا“ اور آپ ﷺ کے قریب ایک درخت تھا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اوراللہ عزوجل نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (٦٧) لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (٦٨) فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (٦٩) ﴾ ''کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ زمین میں (کافروں کا) خوب خون بہالے، اتم دنیا کا سازوسامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی، جو پہلے طے ہو چکی تھی تو اس کی وجہ سے جو تم نے لیا تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔ سو جو مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اُس میں سے کھاؤ، حلال اور پاک ہے۔'' (الانفال:67-69) الغرض، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔ (مسلم:4588)

(2) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بدر کے دن جنگی قیدی رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے گئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: ''تمہاری ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟'' پھر اس حدیث میں پورا قصہ ذکر کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان میں ہر ایک کو یا فدیہ دینا ہوگا یا اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔'' سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! بجز سہیل بن بیضاء کے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہ اسلام کا ذکر کرتا ہے۔ اس بات میں رسول اللہ ﷺ چپ ہو رہے۔ مجھے اس دن بہت خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں آسمان سے مجھ پر پتھر نہ برسیں میں اسی خوف میں مبتلا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بجز سہیل بن بیضاء کے'' اور قرآن مجید میں سیدنا عمر کی رائے کے مطابق یہ آیات نازل ہوئیں۔ ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ ...﴾ تا آخر۔ (جامع الترمذی، ابواب التفسیر)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کافروں کو قیدی بنانے کی مذمت کیسے فرمائی ہے، اس کی وضاحت ﴿مَا كَانَ ... حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس آیت میں اپنے نبی ﷺ اور مومنوں پر عتاب ہے۔ انہوں نے مشرکوں کو جنگی قیدی بنایا تھا اور معاوضہ لینے کے لیے انہیں اپنے پاس رکھا تھا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو قیدی بنانے کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى﴾ ''کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں'' یعنی نبی ﷺ کے شایان شان نہیں تھا کہ ان کے قبضے میں قیدی رہیں۔

(3) ﴿حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''یہاں تک کہ وہ زمین میں (کافروں کا) خوب خون بہالے'' کافروں کا خون بہانا اس لیے ضروری تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو مٹانا چاہتے ہیں اور اس کی عبادت ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے انہیں قتل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے بجائے فدیہ لینا بہت ہی حقیر ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے قیدی بنانے کی مذمت اس لیے کی ہے کہ

(i) اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ دشمن کا زور ٹوٹ جائے۔

(ii) ان کے اتنے آدمی قتل ہو جائیں کہ مسلمانوں کی قوت برتر ہو جائے۔

(iii) پوری کاروائی کرنے سے قبل قیدی بنائے گئے اس لئے مذمت کی گئی۔

(iv) اللہ تعالیٰ نے قید کر کے رقم لے کر چھوڑنے کی وجہ سے مذمت کی کیونکہ اس کی وجہ سے دشمن کا زور نہیں ٹوٹ سکا اور بعد میں وہ اگلے حملوں کے لئے تیار ہو گئے۔

(5) ﴿تُرِيۡدُوۡنَ عَرَضَ الدُّنۡيَا﴾ ''تم دنیا کا ساز و سامان چاہتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم چاہتے ہو کہ ان کی جان بخش دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔

(6) ﴿عَرَضَ الدُّنۡيَا﴾ کی بات اس لیے کی گئی کہ آپ ﷺ ایسی مصلحت کی خاطر جان بخشی نہیں کر رہے جو دین سے متعلق ہو۔

(7) ﴿وَاللّٰهُ يُرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے'' اللہ تعالیٰ دین کو عزت سے نواز کر، اپنے اولیاء کی مدد کر کے اور دیگر قوموں پر انہیں غلبہ بخش کر اہل ایمان کے لئے آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔ پس وہ انہیں انہی امور کا حکم دیتا ہے جو اس منزل مراد پر پہنچاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1/1006,1007)

(8) اللہ تعالیٰ آخرت کی بھلائی کا ارادہ رکھتے تھے۔ مومن دنیا کے مفادات کا ارادہ رکھتے تھے۔

(9) ﴿وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کمال غلبہ رکھتا ہے جنگ کے بغیر بھی غلبہ دے سکتا ہے، فتح عطا کر سکتا ہے۔ وہ حکیم ہے ایک دوسرے کے ذریعے آزماتا ہے۔

﴿لَوۡلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمۡ فِيۡمَاۤ اَخَذۡتُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ﴾

''اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی، جو پہلے طے ہو چکی تھی تو اس کی وجہ سے جو تم نے لیا تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا'' (68)

سوال: مال غنیمت حلال ہے، اس کی وضاحت ﴿لَوۡلَا ... عَظِيۡمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوۡلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی'' یعنی اگر پہلے ہی سے تمہارے لیے غنیمت کا مال حلال نہ لکھا ہوتا اور ہمارا یہ طریقہ نہ ہوتا کہ بیان کرنے سے پہلے ہم کسی پر عذاب نہیں بھیجتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توقیدیوں سے فدیہ لینے پرسخت عذاب آجاتا۔(مختصر ابن کثیر:696/1)

(2) اگراللہ تعالیٰ کی قضاوقدر پہلے مقرر نہ ہوتی،توتم سے عذاب کونہ ہٹایا جاتا۔

(3)﴿لَمَسَّكُمۡ فِيۡمَاۤ اَخَذۡتُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ﴾''جو پہلے طے ہو چکی تھی تو اس کی وجہ سے جو تم نے لیا تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا''بدر کے دن قیدیوں سے جو فدیہ لیا اس کے بدلے میں تمہیں دردناک عذاب دیتا۔

(4) اگرعذاب ملتا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہ بچتا۔(الدرالمنثور:336/3)

﴿فَكُلُوۡا مِمَّا غَنِمۡتُمۡ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

''سو جو مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس میں سے کھاؤ،حلال اور پاک ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو،بلاشبہ اللہ تعالیٰ

غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾

بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''(69)

سوال:﴿فَكُلُوۡا ... رَّحِيۡمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَكُلُوۡا مِمَّا غَنِمۡتُمۡ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾''سو جو مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس میں سے کھاؤ''رب العزت نے یہ واضح فرمایا کہ ام الکتاب میں یہ بات لکھی جا چکی کہ مسلمانوں کے لیے مال غنیمت حلال ہے لہٰذا وہ اسے شوق سے کھائیں۔اس سے پہلے کسی امت پر مال غنیمت کو حلال نہیں کیا گیا۔

(2) رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئی تھیں۔

(i) مجھے ایک مہینے کی مسافت پر رعب کے ذریعے مدد دی گئی۔

(ii) پوری زمین میرے لیے مسجد بنا دی گئی اور پاک بنا دی گئی، پس میری امت میں سے جس شخص پر (جہاں بھی) نماز کا وقت ہو جائے اسے چاہئے کہ (اسی مقام پر) نماز پڑھ لے۔

(iii) میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیے گئے ہیں اور مجھ سے پہلے کسی (نبی) کے لیے حلال نہ کیے گئے تھے۔

(iv) مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی۔

(v) ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جب کہ میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔''(بخاری:335،مسلم:1163)

(3)﴿وَّاتَّقُوا اللّٰهَ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو''اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے

ع 9/5/5

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

روکے ہوئے سے رک جاؤ اور اس سے ثواب کی امید رکھ کر نیک کام کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

(4) اللہ تعالیٰ کے احکامات میں اس کی مخالفت سے بچ جاؤ۔

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا'' جو توبہ کر کے اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

(6) ﴿رَّحِيۡمٌ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّمَنۡ فِىۡۤ اَيۡدِيۡكُمۡ مِّنَ الۡاَسۡرٰٓى ۙ اِنۡ يَّعۡلَمِ اللّٰهُ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ خَيۡرًا

''اے نبی! تمہارے ہاتھوں میں جو قیدی ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں کوئی بھلائی معلوم کرے گا تو جو (فدیہ)

يُّؤۡتِكُمۡ خَيۡرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنۡكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾

تم سے لیا گیا ہے وہ اس سے بہتر تمہیں دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (70)

سوال 1: بدر کے قیدیوں سے اچھے معاوضے کا جو وعدہ کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ... رَّحِيۡمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ﴾ ''اے نبی!'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے نبی! ﴿قُلْ لِّمَنۡ فِىۡۤ اَيۡدِيۡكُمۡ مِّنَ الۡاَسۡرٰٓى﴾ ''تمہارے ہاتھوں میں جو قیدی ہیں ان سے کہہ دو'' اس سے مراد بدر کے جنگی قیدی ہیں جن سے فدیہ لیا گیا۔

(2) یہ آیت کریمہ اسیران بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ان قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ جب رہائی کے عوض ان سے فدیہ کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے عرض کیا کہ انہوں نے اس سے قبل اسلام قبول کیا ہوا تھا، مگر مسلمانوں نے ان سے فدیہ کو ساقط نہ کیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اور ان لوگوں کی دل جوئی کی خاطر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی جو اس قسم کی صورت حال سے دوچار ہوں۔ فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّمَنۡ فِىۡۤ اَيۡدِيۡكُمۡ مِّنَ الۡاَسۡرٰٓى اِنۡ يَّعۡلَمِ اللّٰهُ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ خَيۡرًا يُّؤۡتِكُمۡ خَيۡرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنۡكُمۡ﴾ ''اے نبی! تمہارے ہاتھوں میں جو قیدی ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں کوئی بھلائی معلوم کرے گا تو جو (فدیہ) تم سے لیا گیا ہے وہ اس سے بہتر تمہیں دے گا'' یعنی جو مال تم سے لیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے بدلے خیر کثیر عطا کرے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(تفسیر سعدی:11008/1)

(3) بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہما اور آپ ﷺ کے داماد سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کے چچازاد بھائی نوفل اور عقیل بھی شامل تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو چھڑانے کے لیے آپ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے مکہ سے ایک ہار بھیجا جو انہیں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔ اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ پر رقت طاری ہوگئی اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''اگر تم راضی ہو تو میں زینب کے قیدی کو یہ ہار لیے بغیر رہا کردوں؟'' تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے بخوشی منظور کرلیا پھر آپ ﷺ نے اپنے چچا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فدیہ طلب فرمایا: تو وہ کہنے لگے میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آپ کا وہ مال کہاں ہے جسے آپ نے اور آپ کی بیوی ام الفضل نے مل کر زمین میں دفن کیا ہے؟'' یہ سنتے ہی سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بولے: بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اس لیے کہ اس سونے کا میرے اور ام فضل کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔'' پھر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا اور اپنے دو بھتیجوں کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ ادا کیا۔ (ابن کثیر)

(4) ﴿اِنۡ یَّعۡلَمِ اللّٰهُ فِیۡ قُلُوۡبِكُمۡ خَیۡرًا﴾ ''کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں کوئی بھلائی معلوم کرے گا'' اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں بھلائی یعنی اسلام دیکھے گا۔ (جامع البیان:51/10)

(5) یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان صادق اور خالص ایمان دیکھے گا۔ (ایسر التفاسیر:531)

(6) وہ تمہارے دلوں میں خالص ایمان اور نیت کی صحت دیکھے گا۔ (الاساس:2198/4)

(7) ﴿یُّؤۡتِكُمۡ خَیۡرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنۡكُمۡ﴾ ''تو جو (فدیہ) تم سے لیا گیا ہے وہ اس سے بہتر تمہیں دے گا'' جو تم سے فدیہ لیا گیا اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہیں خیر کثیر عطا فرمائے گا۔

(8) ﴿وَ یَغۡفِرۡ لَكُمۡ﴾ ''اور تمہیں بخش دے گا'' یعنی تمہارے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کفر کرنے پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنے جیسے گناہوں کو اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ (ایسر التفاسیر:532,531)

(9) ﴿وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا'' اللہ تعالیٰ غفور ہے جب بھی بندے اس سے توبہ کرتے ہیں وہ گناہ بخش دیتا ہے۔

(10) اللہ تعالیٰ ﴿رَّحِیۡمٌ﴾ ''نہایت رحم والا'' ہے وہ ان سے توبہ کے بعد مواخذہ نہیں کرتا، انہیں سزا نہیں دیتا۔ (جامع البیان:51/10)

(11) اللہ تعالیٰ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اس کے بعد انہیں بہت زیادہ مال حاصل ہوا حتیٰ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بہت زیادہ مال آیا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے کپڑے میں جتنا مال اٹھا سکتے ہیں لے لیں۔ انہوں نے اتنا مال لیا کہ ان سے اٹھایا نہیں جا رہا تھا۔ (تفسیر سعدی: 1008/1)

(12) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بحرین سے مال آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے مسجد میں رکھ دو۔'' یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے والا اب تک کا سب سے زیادہ مال تھا۔ آپ ﷺ مسجد میں نماز کے لیے تشریف لائے، مگر مال کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ مال کے پاس بیٹھ گئے اور جو مسلمان بھی نظر آیا اسے مال سے نواز دیا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بھی آئے اور عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بھی مال دیجیے کہ میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! لے لو۔'' انھوں نے کپڑا بچھایا اور اسے مال سے اس قدر بھر لیا کہ جب اٹھانا چاہا تو اٹھا نہ سکے، اس پر انہوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کسی کو حکم دیجیے جو مال اٹھانے میں میری مدد کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انھوں نے عرض کی، آپ ہی اسے اٹھا کر میرے (کندھے) پر رکھ دیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ بھی نہیں۔'' چنانچہ انھوں نے اس میں سے کچھ مال نکال دیا، اور باقی کو اٹھانے کی کوشش کی (لیکن اب بھی نہ اٹھا سکے)، پھر کہا، یا رسول اللہ ﷺ! کسی کو میری مدد کرنے کا حکم دیجیے، آپ ﷺ نے اب بھی انکار کر دیا، تو انھوں نے عرض کی کہ پھر آپ ﷺ ہی اٹھوا دیجیے، آپ ﷺ نے اس سے بھی انکار کر دیا، تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ مال اور نکال دیا اور پھر اسے اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور چل دیے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی مال کی حرص کی وجہ سے مسلسل انھیں دیکھتے رہے، حتیٰ کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے بحرین سے آنے والا یہ سارا مال تقسیم فرما دیا تھا اور جب آپ اٹھے تو ایک درہم بھی باقی نہ تھا۔ (بخاری: 421)

(13) سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جو بیس اوقیہ چاندی بطور فدیہ ادا کی، اس کے بدلے میں اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے بیس غلام عطا فرما دیے اور ان میں سے ہر ایک کے پاس اس قدر مال تھا جو ضرب المثل تھا اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی بھی امید ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی: 143,142/1، مسند احمد: 353/1)

سوال 2: اسلام قیدیوں سے کیا چاہتا ہے؟

جواب: (1) اسلام قیدیوں کے دلوں میں بھی بھلائی تلاش کرتا ہے۔

(2) اسلام ان کی فطرت کو بے دار کرنا چاہتا ہے۔

(3) اسلام ان کو امید کی کرن دکھاتا ہے تاکہ ان کے دل ایمان کے نور سے بھر جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) اسلام چاہتا ہے کہ ماضی کے مقابلے میں ان کا مستقبل سنور جائے۔

سوال 3: اسلام قیدیوں کے بارے میں کیا نہیں چاہتا؟

جواب: (1) اسلام قیدیوں سے انتقام نہیں لینا چاہتا۔ (2) اسلام قیدیوں کا استحصال نہیں کرنا چاہتا۔

(3) اسلام قیدیوں کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔

﴿وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ

''اور اگر وہ آپ سے خیانت کا ارادہ کریں تو بے شک پہلے اللہ تعالیٰ سے بھی انہوں نے خیانت کی تو اس نے ان پر قابو دے دیا

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (71)

سوال 1: مشرک تو اللہ تعالیٰ سے بھی غداری کر چکے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ... حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ﴾ ''اور اگر وہ آپ سے خیانت کا ارادہ کریں'' اگر وہ آپ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کی کوشش کر کے خیانت کرنا چاہیں۔

(2) ﴿فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ﴾ ''تو بے شک پہلے اللہ تعالیٰ سے بھی انہوں نے خیانت کی'' یہ تو اس سے پہلے بدر میں بھی اللہ تعالیٰ سے کفر اور غداری کر چکے ہیں۔

(3) انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بدر کے واقعے سے پہلے بھی مخالفت کی ہے۔

(4) ﴿فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ﴾ ''تو اس نے ان پر قابو دے دیا'' اللہ تعالیٰ نے بدر میں مومنوں کو کافروں پر قابو دے دیا۔

(5) رب العزت نے انہیں خیانت کرنے سے روکا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ خیانت کرنے سے بچیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قابو میں ہیں۔

(6) ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ ﴿عَلِيْمٌ﴾ ہے۔ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے وہ لوگوں کے ارادوں کا بھی علم رکھتا ہے اور جانتا ہے کس کے دل میں کیا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ ﴿حَكِيْمٌ﴾ ہے۔ وہ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے۔ اس نے اپنے علم و حکمت کے ذریعے سے یہ احکامات نازل فرمائے اور تمہاری کفایت کا ذمہ لیا۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیانت کرنے سے بچانے کے لیے قیدیوں کو کیا دعوت دی گئی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: قیدیوں کو دعوت دی گئی کہ غور کریں پہلی خیانت کے کیا نتائج نکلے کہ اب وہ مسلمانوں کی قید میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں رسول اللہ ﷺ کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے۔اس لیے دوبارہ خیانت کرنے سے باز آجائیں۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ

"بلاشبہ جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا، اور وہ لوگ جنہوں

آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم

نے جگہ دی اور مدد کی، یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تمہارے لیے

مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ

ان کی دوستی میں سے کچھ نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اور اگر وہ دین کے بارے میں تم سے مدد مانگیں تو مدد کرنا تم پر لازم ہے،

النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

مگر ایسی قوم کے خلاف نہیں کہ ان کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے"(72)

سوال 1: مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے دوست ہیں، اس کی وضاحت ﴿إِنَّ الَّذِينَ ... بَعْضٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1): ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ "بلاشبہ جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا، اور وہ لوگ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی، یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں" اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے رشتہ ولایت اور محبت کی وضاحت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ رشتہ انصار اور مہاجرین کے درمیان قائم کیا۔ان میں مہاجرین کے بارے میں فرمایا: "وہ ایمان لائے، انہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اور دوسری طرف انصار جنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کو پناہ دی۔ اپنے گھر، مال اور ان کے دیگر معاملات میں ان کی مدد کی۔ یہ سب لوگ ایمان اور ایک دوسرے کے ساتھ مکمل ہم آہنگی کی وجہ سے ایک دوسرے کے دوست اور ساتھی ہیں۔"

(2) اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں مواخات قائم فرمادی تھی یعنی مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنادیا تھا حتیٰ کہ وراثت میں وہ حقیقی رشتے داروں سے بھی زیادہ مقدم سمجھے جاتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے میراث کے احکام نازل فرما کر اسے منسوخ فرمادیا تھا۔ (المصباح المنیر :824/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قریش میں سے وہ لوگ جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور ثقیف میں سے وہ لوگ جو آزاد کر دیے گئے، یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے دنیا و آخرت میں دوست ہیں اور مہاجرین و انصار بھی آپس میں ایک دوسرے کے دنیا و آخرت میں دوست ہیں۔“ (مسند احمد: 19240)

سوال 2: سچا ایمان کیسے نصیب ہو سکتا ہے؟

جواب: (1) سچا ایمان مہاجر ہونے کی صورت میں نصیب ہو سکتا ہے یا

(2) مہاجرین کے لیے انصار ہونے کی صورت میں نصیب ہو سکتا ہے۔

سوال 3: ہجرت نہ کرنے والے مومنوں کے بارے میں کیا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ... يُهَاجِرُوْا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تمہارے لیے ان کی دوستی میں سے کچھ نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں“ رب العزت نے وضاحت فرمائی ہے کہ جن لوگوں نے ایمان لا کر ہجرت نہیں کی اور ایسے وقت میں ولایت کا رشتہ قائم نہ کیا جب کہ تمہیں ان کی مدد کی ضرورت تھی، وہ مومنوں کے ولی نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔

(2) جو لوگ ہجرت کر کے نہیں آئے تھے وہ اسلامی معاشرے کے ممبر نہیں بنے تھے اس لیے ان کی ذمہ داریاں اسلامی معاشرے پر عائد نہیں کی گئیں۔

(3) سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کو کسی سریہ یا لشکر کا امیر بنا کر روانہ کرتے تو اسے یہ وصیت فرماتے: ”وہ خود اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور اپنے ہمراہ مسلمانوں سے خیر و بھلائی کا سلوک کرے۔“ آپ فرماتے: ”اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ کے نام پر جہاد کرو، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے اس سے لڑائی کرو۔ تم جہاد کرو، لیکن غنیمت کے مال میں سے چوری نہ کرنا، عہد نہ توڑنا، نہ مثلہ کرنا اور نہ (نابالغ) بچوں کو قتل کرنا اور جب اپنے دشمن مشرکوں سے ملو تو انہیں دعوت دو کہ وہ تین باتوں میں سے کوئی ایک قبول کر لیں، پھر وہ ان میں سے جو بات بھی قبول کر لیں تو تم بھی اسے تسلیم کر لو اور ان سے جنگ کرنے سے رک جاؤ۔ انہیں اسلام کی دعوت دو، اگر وہ اسے قبول کر لیں تو اسے تسلیم کر لو، پھر انہیں دعوت دو کہ وہ اپنے ملک سے ہجرت کر کے مہاجرین و مسلمانوں کے ملک میں آ جائیں اور انہیں بتاؤ کہ ایسا کرنے سے انہیں بھی وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں۔ اگر وہ انکار کریں اور اپنے ملک ہی میں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

رہنا پسند کریں تو انہیں بتاؤ کہ اس صورت میں ان کی حیثیت مسلمان اعراب کی سی ہوگی۔ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا وہ حکم نافذ ہوگا جو مومنوں پر نافذ ہے۔اس صورت میں مال فے اور مال غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا،مگر یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں۔اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کی دعوت دو،اگر وہ اسے قبول کرلیں تو تم بھی اسے تسلیم کرلو اور ان سے جنگ کرنے سے باز رہو اور اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کردیں،تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو،اور ان کے خلاف جہاد کرو۔" (مسلم:4522)

سوال 4: جن لوگوں نے ہجرت نہیں کی اگر وہ دین کے معاملے میں مدد مانگیں تو مسلمانوں کی کیا ذمہ داری ہے،اس کی وضاحت ﴿وَاِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡكُمۡ ۔۔۔ بَصِيۡرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ فَعَلَيۡكُمُ النَّصۡرُ﴾ "اور اگر وہ دین کے بارے میں تم سے مدد مانگیں تو مدد کرنا تم پر لازم ہے" دین کے معاملے میں مدد مانگنے کی صورت میں مدد کرنا مسلمانوں کا فرض ہے اگر وہ کسی اور مقصد کے لیے جنگ کریں تو تم پر ان کی مدد کرنا واجب نہیں۔

(2)﴿اِلَّا عَلٰى قَوۡمٍۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ﴾ "لیکن کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جن سے تمہارا جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو" اگر وہ مومن جنھوں نے ہجرت نہیں کی ان کے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو مومنوں کی مدد نہ کرو کیونکہ تمہارا اور ان کا جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہے۔

(3)﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ﴾ "اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے" اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال،احوال اور رویوں کو دیکھتا ہے اس لیے اس کی حدود کو توڑنے سے بچو۔

(4) اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت نہ کرو۔(تفسیر قاسمی:106/8)

﴿وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ؕ اِلَّا تَفۡعَلُوۡهُ تَكُنۡ فِتۡنَةٌ فِى الۡاَرۡضِ

"اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں،اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ

وَفَسَادٌ كَبِيۡرٌ﴾

اور بہت بڑا فساد ہوگا" (73)

سوال 1: کافر ایک دوسرے کے دوست ہیں،اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيۡنَ ۔۔۔ بَعۡضٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾"اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں" اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ مومنوں کے مقابلے میں کافروں کو ان کے کفر نے اکٹھا کر دیا ہے۔اس لیے وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ایک دوسرے کے ولی ہیں،ایک دوسرے کے دوست ہیں۔اسلام کے مقابلے میں وہ اپنے آپ کو ایک محاذ تصور کرتے ہیں۔

(2)سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:﴿وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾(مستدرک حاکم:2944)

سوال2:کافر ایک دوسرے کے ولی کیسے ہیں؟

جواب:مختلف مذاہب کے لوگوں کی اصل ایک ہے جو اسلام دشمنی ہے۔جو لوگ بھی اسلام قبول نہیں کرتے ہیں،اسلام دشمنی میں یکجا ہوتے ہیں اس لیے کافر ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

سوال3:مسلمان مومنوں سے موالات اور کافروں سے عداوت نہیں رکھیں گے تو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا،اس کی وضاحت ﴿اِلَّا تَفْعَلُوْهُ... كَبِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾"اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا" اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ مسلمان اگر مومنوں سے موالات اور کافروں سے عداوت نہیں رکھیں گے،اگر کافروں سے دشمنی اور اہل ایمان کی حمایت نہیں کریں گے تو ملکوں میں فتنہ برپا ہوگا۔

(2)﴿تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾"تو زمین میں بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہوگا" یعنی مومنوں اور کافروں کے مل جانے سے،حق اور باطل کا فرق اٹھ جانے سے ایسی برائیاں،ایسے فتنے،ایسے بڑے فسادات جنم لیں گے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا مثلاً جہاد اور ہجرت ختم ہو جائیں گے اور شریعت اور دین کے مقاصد ہی ختم ہو جائیں گے۔

(3)نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نومسلم سے اقرار کروایا:"نماز قائم رکھنا،زکوٰۃ دینا،بیت اللہ کا حج کرنا،رمضان کے روزے رکھنا اور جب شرک کی آگ بھڑکتے دیکھو تو جہاد کے لیے تیار رہنا۔"(مختصر ابن کثیر:1/699)

(4)جو مشرکوں میں رہتا بستا ہو اور اٹھتا بیٹھتا ہو ان ہی کی مانند ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/699)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ

"اور جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی، وہی

هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾

لوگ سچے مومن ہیں، ان کے لیے بخشش اور با عزت رزق ہے" (74)

سوال 1: سچے مومن کون ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... كَرِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے یہاں یہ وضاحت فرمائی ہے کہ سچے مومن کون ہیں۔ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ "اور جو ایمان لائے" جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر ایمان لائے اور اس کے وعدوں اور وعیدوں کی تصدیق کی۔

(2) ﴿وَهَاجَرُوْا﴾ "اور انہوں نے ہجرت کی" اور انہوں نے اپنے گھر بار چھوڑے اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ سے آ ملے۔ (ایسر التفاسیر: 53/2)

(3) ﴿وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ "اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا" یعنی دین کی ذمہ داری کو پورا کیا۔

(4) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا﴾ "اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی" یعنی جنہوں نے پناہ دی اور مہاجرین کی مدد کی۔

(5) ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا﴾ "وہی لوگ سچے مومن ہیں" وہی سچے مومن ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے ایمان کی تصدیق کی۔ (6) وہی لوگ ایمان میں کامل ہیں۔ (فتح القدیر: 413/2)

(7) اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی جزا بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾ "ان کے لیے بخشش ہے" ان کے گناہوں کی ستر پوشی ہے اور ان سے مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

(8) اور فرمایا: ﴿وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ "اور با عزت رزق ہے" اور ان کے لیے ان کے رب سبحانہ وتعالیٰ کے پاس جنت کی نعمتیں ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 533)

(9) ان کی لغزشیں اور گناہ ختم ہو جائیں گے اور ان کے لیے نعمت بھری جنتوں میں کثیر بھلائیاں ہیں۔

(10) یہاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد، انفاق، پناہ گاہ فراہم کرنا، مدد کرنا اور دوسری مشکلات کا ذکر ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رزق کریم کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ ان سب کاموں سے اوپر اس کا صلہ ہے۔ اس کا اجر مغفرت اور رزق کریم ہے۔

سوال 2: ایمان کی حقیقی صورت کیا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ایمان کی حقیقی صورت اجتماعی معاشرے کی شکل میں وجود میں آتی ہے۔ جب ایمان والے اجتماعیت کی شکل اختیار کرتے ہیں تو دین کی حقیقت وجود میں آجاتی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَ

''اور جو اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور انہوں نے تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تم ہی میں سے ہیں اور

اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

رشتے دار اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' (75)

سوال 1: آدمی جن لوگوں سے محبت کرتا ہوگا آخرت میں بھی ان ہی کے ساتھ ہوگا، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ... مِنْكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ﴾ ''اور جو اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور انہوں نے تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تم ہی میں سے ہیں'' جو لوگ رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کے بعد آئے یعنی ان کے نقش قدم پر چلے ان کا آخرت میں بہترین انجام ہوگا کیونکہ وہ ایمان اور اعمال صالحہ میں پہلے لوگوں جیسے تھے۔ وہ آخرت میں بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''اور مہاجرین اور انصار میں سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور جن لوگوں نے حسن وخوبی سے ان کی اتباع کی ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (التوبۃ:100)

(2) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا۔'' (بخاری:6168)

(3) ان بعد والوں میں اسلام لانے، ہجرت کرنے اور جہاد میں شامل ہونے والوں کے قانونی حقوق بالکل وہی ہوں گے جو ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ﴾ کے ہیں کیونکہ اب یہ سب ایک برادری سے منسلک ہو چکے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔تقدیم وتاخیر کی وجہ سے ان کے فرائض وحقوق میں کوئی فرق نہ ہوگا۔معاہدات میں برابر کے شریک ہوں گے،صلح وجنگ اور وراثت وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔(تیسیر القرآن:174/2)

(4)ان کے وہی حقوق ہیں جو تمہارے حقوق ہیں اور ان کے ذمے وہی فرائض ہیں جو تمہارے ذمے ہیں۔ایمان پر مبنی یہ موالات اسلام کے ابتدائی زمانے میں تھی۔اس کی بہت بڑی وقعت اور عظیم شان ہے حتیٰ کہ نبی مصطفیٰ ﷺ نے مہاجرین وانصار کے درمیان جو اخوت قائم کی تھی،وہ خاص اخوت تھی جو اخوت عامہ وایمانیہ کے علاوہ ہے،حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے وارث بھی بنے۔پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی۔﴿وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ ''اور رشتے دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔''(تفسیر سعدی:1011/1)

سوال 2:وراثت کے حق دار کون ہیں،اس کی وضاحت﴿وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ... عَلِيْمٌ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ﴾''اور رشتے دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں''میت کی وراثت صرف ان ہی لوگوں کو ملے گی جو اصحاب الفروض ہیں یا وہ میت کا عصبہ ہیں۔اگر میت کا عصبہ اور اصحاب الفروض موجود نہ ہوں تو ذوالارحام میں سے وہ لوگ وارث بنیں گے جو رشتہ میں میت کے سب سے زیادہ قریب ہیں جیسا کہ آیت کریمہ کا عموم دلالت کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:1011/1)

(2)﴿فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾''اللہ تعالیٰ کی کتاب میں''اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے فیصلوں میں جو لوح محفوظ میں مدون ہیں۔(ایسر التفاسیر:534,533)

(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس آیت نے اس میراث کو منسوخ کر دیا ہے جس کے لوگ حلف اور مؤاخات کی بنیاد پر حق دار قرار پاتے تھے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:1743/5)

(4)اسلامی معاشرے کے قیام کے بعد اجتماعی کفالت،دیت کی ادائیگی اور وراثت کے تعلقات کو رشتہ داری کی طرف لوٹا دیا گیا۔

(5)﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے۔اس کا علم وسیع ہے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

(6)یہ جملہ وعدہ اور وعید لیے ہوئے ہے۔وعدہ اہل ایمان سے اطاعت کی وجہ سے اور وعید اہل شرک اور نافرمانوں کے لیے۔(ایسر التفاسیر:534,533)

(7)اللہ تعالیٰ انسانوں کے تمام معاملات کو جانتا ہے۔اس نے انسانوں کی ضرورت کے مطابق احکامات دیے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: سورۃ التوبہ کہاں نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: (1) سورۃ التوبہ مدنی سورت ہے۔ اس کی 129 آیات اور 16 رکوع ہیں۔

(2) مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ نویں سورت ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے 113 نمبر کی سورت ہے۔

(3) یہ سورت غزوۂ تبوک سے واپسی پر زمانہ حج سے قبل 9 ہجری میں نازل ہوئی۔ (مختصر ابن کثیر: 700/1)

سوال 2: سورۃ التوبہ کا موضوع کیا ہے؟

جواب: (1) اس سورت کے کثیر نام ہیں اور اس کے نام ہی در اصل اس کے موضوعات ہیں۔ اس سورت کے نو (9) نام ہیں۔ (زاد المسیر: 265/3)

(2) اس سورت کے 14 ناموں کا تذکرہ تفسیر قاسمی میں ملتا ہے۔ اس کا نام براءۃ ہے۔ اسی سے اس سورت کا آغاز ہو رہا ہے۔ سورت کے آغاز میں ہی مشرکوں سے اظہار براءت کر کے انہیں چار ماہ کی مہلت دی گئی اور اس کے بعد ان کے ساتھ معاہدے ختم کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔

(3) اس سورت کا نام التوبہ ہے۔ اس میں توبہ کی تکرار ہے اور غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے تین مومنوں کی توبہ کا تذکرہ بھی ہے۔

(4) یہ سورۃ الفاضحہ یعنی فضیحت کرنے والی ہے۔ سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۃ التوبہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ سورۃ توبہ کی ہے یا فضیحت کرنے والی ہے اس سورت میں برابر یہی اترتا رہا بعض لوگ ایسے ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں یہاں تک کہ لوگوں کو گمان ہوا یہ سورت کسی کا کچھ بھی نہیں چھوڑے گی بلکہ سب کے بھید کھول دے گی۔ سورۃ الانفال کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ یہ جنگ بدر کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میں نے سورۃ الحشر کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ قبیلہ بنو نضیر کے یہود کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (بخاری: 4882)

(5) اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو جہاد کے لیے نکلنے کی ترغیب دی ہے۔

(6) اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی حقیقت واضح کی ہے کہ وہی حقیقی اسلام دشمن اور اسلام کے خلاف بغض رکھنے والے ہیں۔ (7) اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے صدقات واجبہ کی تقسیم بیان کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) اس سورت میں اہل ایمان کی محبت، موالات اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار ہونے کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔ (9) اس سورت میں اہل ایمان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سودا چکانے کے معاملے کو واضح کیا گیا ہے۔

(10) سورت کے اختتام پر بعثت رسول اللہ ﷺ کے احسان عظیم کا ذکر کیا گیا ہے۔

سوال 3: سورۃ التوبہ کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: (1) ابوعطیہ ہمدانی راوی ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھ کر بھیجا سورۃ براءۃ "خود" سیکھو اور اپنی عورتوں کو سورۃ النور سکھاؤ۔ (تفسیر مظہری: 120/5)

(2) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ﴾ (النساء: 176) اور (سورتوں میں سے) سب سے آخر میں سورۃ برأت نازل ہوئی ہے۔ (بخاری: 4364)

سوال 4: اس سورت کے آغاز میں بسم اللہ کیوں نہیں؟

جواب: (1) اس سورت کے شروع میں بسم اللہ اس لیے نہیں لکھی گئی کہ مصحف امام میں بسم اللہ لکھی ہوئی نہ تھی۔ اس لیے صحابہ نے سیدنا عثمان کی پیروی کی۔

(2) ترمذی میں ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ نے سورہ الانفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورۃ برأت کو جو مئین میں سے ہے ملا دیا، ان کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھی اور سات لمبی سورتوں میں شامل کر دیا؟ آپ نے جواب دیا کہ بسا اوقات نبی ﷺ پر ایک ساتھ کئی سورتیں اترتی تھیں اس آیت کو فلاں سورت میں رکھ دو جس میں یہ ذکر ہے سورہ انفال مدینہ شریف میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھی اور سورۃ براءۃ سب سے آخر میں اتری تھی بیانات دونوں کے ملتے جلتے تھے مجھے ڈر لگا کہیں یہ بھی اس میں نہ ہو نبی ﷺ کا انتقال ہو گیا آپ نے ہم سے نہیں فرمایا کہ یہ اس میں سے ہے اس لئے ان دونوں صورتوں کو متصل لکھیں اور ان کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھی اور ساتھ پہلے لمبی سورتوں میں انہیں رکھا۔ (ابن کثیر: 319/2)

﴿بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

"بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے ان مشرکوں کی طرف جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا" (1)

سوال 1: مشرکوں سے جو اظہار براءت کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿بَرَآءَةٌ ... الْمُشْرِكِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ﴾ "بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی جانب سے مشرکوں سے اظہار براءت ہے یعنی دست برداری کا اعلان ہے۔

(2) ﴿اِلَى الَّذِيۡنَ عٰهَدۡتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾ ''ان مشرکوں کی طرف جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا'' یعنی جن مشرکوں سے تم نے عہد و پیمان باندھے تھے۔

(3) اس اصول کا اطلاق جزیرہ عرب میں قائم اسلامی حکومت اور مشرکین کے درمیان جو معاہدے تھے ان پر ہوا تھا۔

(4) اس کا تعلق اس معاہدے سے ہے جس کا کوئی وقت متعین نہ تھا یا اس معاہدے سے جو چار ماہ سے کم تھا۔ البتہ جن کا معاہدہ طویل تھا وہ بدستور باقی رہا کیونکہ ارشاد ہے: ﴿فَاَتِمُّوۡۤا اِلَيۡهِمۡ عَهۡدَهُمۡ اِلٰى مُدَّتِهِمۡ﴾ ''تو ان کے ساتھ ان کا معاہدہ ان کی مدت تک پورا کرو۔'' (التوبہ:4) حدیث میں ہے کہ اگر کسی کا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے ساتھ معاہدہ ہے تو وہ پوری مدت تک رہے گا۔ (مختصر ابن کثیر:701/1)

سوال 2: معاہدات کی منسوخی کے ساتھ مزید کیا ہدایات دی گئیں؟

جواب: معاہدات کی منسوخی کے ساتھ مزید یہ ہدایات دی گئیں:

(1) آئندہ مشرکوں کو بیت اللہ کا طواف کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

(2) آئندہ مشرکوں کو بیت اللہ یا دوسری مساجد کی تعمیر میں حصہ نہیں لینے دیا جائے گا۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ نے معاہدات کی منسوخی کا اعلان کیسے کروایا؟

جواب: ترمذی کی کتاب التفسیر میں نقل کیا گیا کہ جب سورۃ التوبہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے چار باتوں کے اعلان کے لیے بیت اللہ میں آدمی بھیجا۔

(1) بیت اللہ میں کوئی شخص ننگا طواف نہ کرے۔ (2) کوئی مشرک آج کے بعد بیت اللہ میں نہ آئے۔

(3) رسول اللہ ﷺ اور جس قوم کے درمیان معاہدے ہیں وہ اپنی مدت تک رہیں گے۔

(4) جنت میں مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور شخص داخل نہ ہوگا۔

﴿فَسِيۡحُوۡا فِى الۡاَرۡضِ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ وَّاعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ غَيۡرُ مُعۡجِزِى اللّٰهِ ۙ

''چنانچہ تم لوگ ملک میں چار ماہ چل پھر لو اور جان لو کہ یقیناً تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو

وَاَنَّ اللّٰهَ مُخۡزِى الۡكٰفِرِيۡنَ﴾

اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے'' (2)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: مشرکوں کو کتنے عرصے کی مہلت دی گئی، اس کی وضاحت ﴿فَسِيْحُوْا ... مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مشرکوں کو چار مہینے کی مہلت دی گئی، رب العزت نے فرمایا: ﴿فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''چنانچہ تم لوگ ملک میں چل پھر لو'' یعنی کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے امن میں ہیں اس مدت میں وہ زمین میں اپنے اختیار سے چل پھر لیں۔

(2) ﴿اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ﴾ ''چار ماہ'' چار ماہ کے بعد ان سے کوئی معاہدہ نہیں۔

(3) ان چار ماہ کا آغاز عید الاضحیٰ کے دن ہوا۔ (ایسر التفاسیر: 534)

(4) ان چار ماہ کے بعد وہ اپنے شرک اور کفر پر برقرار رہنا چاہتے ہوں تو وہ ان چار ماہ میں اپنے عقائد اور دین پر خوب غور و فکر کر لیں

(5) ﴿وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ﴾ ''اور جان لو کہ یقیناً تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اگرچہ چار ماہ کے دوران وہ امن اور حفاظت سے رہیں گے مگر اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے بچ کر کہیں جا نہیں سکیں گے۔

(6) مشرکین کو چار ماہ کی مہلت دینے کے ساتھ دل دہلا دینے والی وارننگ دی گئی کہ آخر تم کہاں جاؤ گے؟ کون سی زمین ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہ پکڑ سکتا ہو؟ جب اس نے فیصلہ کر دیا کہ کافروں کو ذلیل و خوار کرے گا اور تم اس کو عاجز نہیں کر سکتے تو اب دیکھ لو کیا کرنا ہے۔

(7) (i) یہ وارننگ اس لیے دی گئی تاکہ ان کی آنکھیں کھل جائیں۔ (ii) تاکہ وہ خبردار ہو جائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ (iii) تاکہ یہ جان لیں کہ بھاگ نہیں سکتے، ذلت اور خواری ان کا مقدر ہے۔ (iv) یہ وارننگ اس لیے دی گئی تاکہ ان کی فطرت بیدار ہو جائے اور وہ دین اسلام قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

(8) ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ جو اپنے شرک پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور رسوا کرے گا۔

(9) اللہ تعالیٰ کی جانب سے کی گئی تنبیہ کا اثر یہ تھا کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا سوائے کچھ لوگوں کے جنہوں نے مخالفت کی اور کفر کا رویہ اختیار کیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وعید کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

(10) اللہ رب العزت نے مشرکین مکہ اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں فرمایا: ﴿كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (٢٥) فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ "ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلا دیا تو ان پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہ تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے، کاش وہ جانتے ہوتے۔" (الزمر:26,25)

﴿وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ

"اور صاف اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کی طرف کہ یقیناً اللہ تعالیٰ مشرکوں سے

الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ

بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی۔ چنانچہ اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم منہ موڑو تو جان لو کہ یقیناً تم

غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾

اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور جن لوگوں نے کفر کیا انہیں آپ دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں" (3)

سوال: حج اکبر کے موقع پر جو اعلامیہ جاری کیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَأَذَانٌ ۔۔۔ أَلِيمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) حج اکبر کے موقع پر یہ اعلامیہ جاری کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمام ذمہ داریوں سے بری ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:

(2) ﴿وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ "اور صاف اعلان ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے" اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے اذان سے مراد اعلان ہے۔

(3) ﴿إِلَى النَّاسِ﴾ "تمام لوگوں کی طرف" اور وہ مشرک ہیں۔ (ایسر التفاسیر:535)

(4) ﴿يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ﴾ "حج اکبر کے دن" حج اکبر سے مراد قربانی والا دن یعنی 10 ذوالحجہ ہے۔

(5) ﴿أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بری الذمہ ہے اور اس کا رسول بھی" اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے یہاں اب ان کا کوئی عہد و پیمان نہیں۔ اب وہ جہاں ملیں گے ان کو قتل کیا جائے گا اور اس برس (یعنی 9 ہجری) کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب بھی نہیں آئیں گے۔

(6) صحیح روایات میں ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا جنہوں نے مکہ معظمہ پہنچ کر حج کے موقعہ پر مشرکین کو یہ سورۃ سنائی اور اس کے ساتھ چار چیزوں کا اعلان کیا۔ (i) جنت میں کوئی غیر مومن داخل نہ ہوگا۔ (ii) کوئی شخص ننگا ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے۔ (iii) اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لئے نہ آئے۔ (iv) جن لوگوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا معاہدہ موقت ہے اور انہوں نے اس کی خلاف ورزی نہیں کی ان کے ساتھ مدت معاہدہ تک وفا کی جائے گی اور جن سے معاہدہ نہیں ہے یا جنہوں نے خلاف ورزی کی ہے انہیں چار ماہ کی مہلت ہے۔ (ابن کثیر)

(7) رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو 9 ہجری میں امیر بنا کر بھیجا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تیس یا چالیس سورۃ براءت کی آیتیں دے کر بھیجا۔ انہوں نے عرفہ کے دن وہ آیات لوگوں کو پڑھ کر سنا دیں اور مشرکوں کو چار ماہ ملک میں چلنے پھرنے کی اجازت دے دی۔

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بھی قربانی کے دن منیٰ میں اعلان کرنے والوں میں بھیجا اور ہم نے یہ اعلان کیا کہ آئندہ کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی عریاں ہو کر طواف کرے۔ حج اکبر کے دن سے مراد قربانی کا دن ہے۔ لوگ چونکہ (عمرے کو) حج اصغر کہتے تھے، اسی وجہ سے اس دن کو حج اکبر کہا گیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے یہ اعلان کرا دیا اور اس کے نتیجے میں اگلے سال یعنی جس سال رسول اللہ ﷺ نے حج (یعنی حجۃ الوداع) کیا تھا، کسی مشرک نے حج نہ کیا۔ (بخاری:3177، مسلم:3247)

(9) ﴿فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ "چنانچہ اگر تم توبہ کرلو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے" اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو توبہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے لیے بہتر ہے یعنی شرک کو چھوڑتے ہو تو تمہارے لیے زیادہ نفع مند ہے۔

(10) ﴿فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ "تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے" دنیا میں تمہاری جانوں، مالوں اور اولادوں کا بچ جانا اور آخرت میں تمہارا جنت میں داخل ہونا اور آگ سے نجات پا جانا۔ (البحر المحیط:5/370)

(11) ﴿وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ﴾ "اور اگر تم منہ موڑو تو جان لو کہ یقیناً تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو" اور اگر تم ایمان اور اسلام سے منہ موڑتے ہو۔ (تفسیر منیر:5/450) تو تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کر دینے والے نہیں ہو۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ سے نہیں بھاگ سکتے۔ تم اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہو۔

(12) مہلت کے عرصے میں اسلام ترغیب دے رہا ہے کہ مشرک شرک چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئیں۔

(13) اللہ تعالیٰ سرکشی کے انجام سے خبردار کرتے ہیں اور انہیں مایوس کرتے ہیں کہ سرکشی کا فائدہ نہ ہوگا۔ تم اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہو وہ تم پر اپنے مومن بندوں کو مسلط کر سکتا ہے۔

(14) قتل سے امان دینے کا مقصد یہ ہے کہ وہ غور و فکر کریں، احتیاط کریں اور جان لیں کہ اس کے بعد صرف تلوار ہے اور تاکہ وہ مسلمانوں کی قوت کو جان لیں۔ (تفسیر قاسمی:8/126)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(15)﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہیں آپ دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں'' یعنی دنیا میں قید، جلاوطنی اور قتل کی صورت میں انہیں عذاب دیا جائے گا اور آخرت میں جہنم کی آگ اور رسوا کن عذاب دیا جائے گا۔

(16) رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ اے نبی ﷺ آپ انہیں کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ سے بھاگو گے تو وہ تمہیں رسوا کن عذاب دے گا۔

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا

''مگر مشرکوں میں سے جن لوگوں سے تم نے معاہدہ کیا، پھر انہوں نے عہد میں تم سے کچھ بھی کمی نہیں کی اور تمہارے خلاف انہوں

عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾

نے کسی کی مدد بھی نہیں کی تو ان کے ساتھ ان کا معاہدہ ان کی مدت تک پورا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت رکھتا ہے'' (4)

سوال 1: معاہدوں کو مقررہ مدت تک پورا کیا جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ ... يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''مگر مشرکوں میں سے جن لوگوں سے تم نے معاہدہ کیا'' جو مشرک اپنے عہد پر قائم ہیں۔

(2)﴿ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا﴾ ''پھر انہوں نے عہد میں تم سے کچھ بھی کمی نہیں کی'' جنہوں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو معاہدے کی خلاف ورزی کا باعث ہے۔ جنہوں نے معاہدے میں کوتاہی نہیں کی۔

(3)﴿وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا﴾ ''اور تمہارے خلاف انہوں نے کسی کی مدد بھی نہیں کی'' جنہوں نے تمہارے خلاف تمہارے دشمنوں میں سے کسی کی مدد نہیں کی۔

(4)﴿فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ﴾ ''تو ان کے ساتھ ان کا معاہدہ ان کی مدت تک پورا کرو'' ان لوگوں کے معاہدے کو اس کی مقررہ مدت تک پورا کرو خواہ یہ مدت کم ہو یا زیادہ۔

(5) اسلام نے یہ دفعہ اس لیے رکھی ہے کہ جن لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ وفاداری کی ہے ان کے ساتھ وفاداری کی جائے۔

(6) بنی بکر کی ایک شاخ بنو خزیمہ جنہوں نے حدیبیہ میں قریش اور اس کے حلیفوں کے ساتھ جو معاہدہ ہوا تھا اسے قائم رکھا اور بنو خزاعہ کے خلاف لشکر کشی میں شامل نہ ہوئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں کسی دشمن کی مدد نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی۔ نبی ﷺ نے ان کے ساتھ عہد کو مدت تک پورا کرنے کا حکم دیا۔

(7) اسلام معاہدوں کو پورا کرنے کا حکم دیتا ہے، خیانت کی اجازت نہیں دیتا۔

(8) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت رکھتا ہے'' وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کی اور خیانت، شرک اور دیگر گناہوں سے بچے، اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے۔

(9) ایفائے عہد تقویٰ کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو پسند کرتے ہیں۔

سوال 2: طویل المدّت پالیسی کا مقصد کیا تھا؟

جواب: معاہدات پورا کرنے والوں کے لیے طویل المدّت پالیسی دی گئی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ جزیرۃ العرب کو مشرکین سے پاک کر دیا جائے۔

سوال 3: طویل مدت پالیسی کا نتیجہ کیا نکلا؟

جواب: (1) حافظ ابن قیم نے ذکر کیا ہے کہ جن لوگوں کو اس آیت کے ذریعے مستثنیٰ کیا گیا وہ عہد کی مدت ختم ہونے سے پہلے مسلمان ہو گئے۔ (2) جن کو چار ماہ کی مہلت دی گئی انہوں نے بھی چلنے پھرنے اور جلاوطنی کی بجائے اسلام قبول کر لیا۔

﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ

''چنانچہ جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو تم مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور ان کو پکڑو

وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ

اور ان کو گھیرو اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں

فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (5)

سوال 1: حرمت والے مہینوں سے کیا مراد ہے اور حرمت والے مہینے گزرنے کے بعد مسلمانوں کو کیا حکم دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ ... مَرْصَدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ﴾ ''چنانچہ جب حرمت والے مہینے نکل جائیں'' جب وہ حرام مہینے گزر جائیں جس میں مشرکوں کو امان دی گئی تھی۔ (ایسر التفاسیر: 536/1)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2) اس سے اصطلاحی حرام مہینے مراد نہیں بلکہ وہ چار مہینے ہیں جن کا آغاز 10 ذوالحجہ سے اعلامیہ کے دن سے ہوا اور 10 ربیع الآخر تک مہلت دی گئی۔

(3) ﴿فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ﴾ ''تو تم مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان مہینوں سے وہ مہینے مراد ہیں جن میں مشرکوں کو امان دی گئی تھی کہ وہ چار ماہ تک ملک میں چل پھر لیں پھر جب یہ مہینے گزر جائیں تو پھر جہاں کہیں مشرکوں کو پاؤ قتل کر دو یا گرفتار کر لو۔ یہ حکم عام ہے حرم اور غیر حرم دونوں کو شامل ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 703/1)

(4) ﴿وَخُذُوۡهُمۡ﴾ ''اور ان کو پکڑو'' اور ان کو قیدی بناؤ۔

(5) ﴿وَاحۡصُرُوۡهُمۡ﴾ ''اور ان کو گھیرو'' یعنی ان پر زمین تنگ کر دو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر رہنے کے قابل نہیں ہیں کیونکہ وہ زمین کا خالق ہے، مالک ہے اور کافر اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں وہ اپنے رب کے خلاف اور اس کے رسول کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ وہ تو ایک بالشت زمین کا بھی حق نہیں رکھتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ زمین سے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے طریقہ زندگی کو اور اس دین کو ختم کر دیں۔ اس لیے انہیں اس زمین پر جسے اللہ تعالیٰ نے عبادت گاہ بنایا ہے، اس طرح نہ چھوڑو کہ وہ کھلے عام جو چاہیں کرتے پھریں۔

(6) ﴿وَاقۡعُدُوۡا لَهُمۡ كُلَّ مَرۡصَدٍ﴾ ''اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ بیٹھو'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ہر گھات کی جگہ میں ان کے لیے بیٹھو۔ کوئی راستہ نہ چھوڑو جہاں سے وہ گزرتے ہیں، کوئی طریقہ نہ چھوڑو جس کو اختیار کر کے تم ان کی کوششوں کو کند کر سکتے ہو۔ ان کے خلاف پوری کوشش صرف کر دو۔ اس راستے میں تاک لگا کر بیٹھو اور ان کے خلاف جہاد کرتے رہو جب تک وہ اپنے شرک سے توبہ نہ کر لیں۔

(7) ابن زید نے کہا کہ انہیں شہروں میں چلنے پھرنے اور تجارت کرنے کے لیے نہ چھوڑو۔ (ابن ابی حاتم: 1753/6)

(8) اس آیت کو آیت سیف کہا جاتا ہے جس کے بارے میں وارد ہے کہ اس آیت سے تمام معاہدے اور ان کی مدتیں ختم ہو گئیں۔ (مختصر ابن کثیر: 703/1)

سوال 2: مشرکوں کے اسلام کے لیے جن تین امور کو شرط قرار دیا گیا، ان کی وضاحت ﴿فَاِنۡ تَابُوۡا ... غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوۡا سَبِيۡلَهُمۡ﴾ ''پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو'' مشرکوں کے اسلام کے لیے تین امور کو شرط قرار دیا گیا: زبان سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

شہادتین جس سے غیر اللہ کی عبادت چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا ممکن ہوتا ہے ان سارے معاملات میں جوان کے پاس ان کے رب کی طرف سے پہنچے اور دن رات میں پانچ نمازیں ادا کرنا جو معاشرے میں مسلمانوں کے درمیان دینی رابطے کا ذریعہ ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا جو اسلامی معاشرے کے مالی نظام کے احترام کی دلیل ہے۔(تفسیر منیر:5/413)

(2)﴿فَاِنْ تَابُوْا﴾ ''پھر اگر وہ توبہ کریں'' پھر اگر وہ اپنے شرک سے توبہ کرلیں۔

(3)یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئیں۔(ایسر التفاسیر:536)

(4)ان کی توبہ سے مراد بتوں اور ان کی عبادت کو چھوڑ دینا ہے۔(ابن ابی حاتم:6/1753)

(5)﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کریں'' یعنی ارکان اسلام میں سے عظیم رکن کو پورا کریں۔(فتح القدیر:2/423)

(6)یعنی نماز کو اس کے آداب و شرائط، ارکان اور دل کی حاضری کے ساتھ ادا کریں۔

(7)﴿وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوٰۃ ادا کریں'' یعنی مالی عبادت بھی کریں۔

(8)﴿فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ ''توان کا راستہ چھوڑ دو'' یعنی انہیں چھوڑ دو اور ان کو نہ پکڑو، نہ گھیرو اور نہ انہیں قتل کرو۔

(9)انہیں چھوڑ دو اب وہ تمہاری طرح ہیں۔ان کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے تمہارے حقوق ہیں اور ان کے بھی وہی فرائض ہیں جو تمہارے فرائض ہیں۔

(10)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کرتا رہوں، یہاں تک کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دے دیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، پھر جب وہ یہ(تین) کام کرلیں تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانیں اور مال محفوظ کرلیے، سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔''(بخاری:25)

(11)سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے بارے میں کہا تھا کہ میں اس میں فرق نہیں کروں گا جس کو اللہ تعالیٰ نے جمع فرمایا۔میں ضرور ان سے جنگ کروں گا جنہوں نے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا ہے۔بے شک زکوٰۃ مال کا حق ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائیں وہ کس قدر سمجھ رکھنے والے تھے۔(تفسیر منیر:5/455)

(12)اس آیت سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ خواہ کوئی مسلمان موروثی مسلمان ہو یا نومسلم اگر وہ نماز قائم کرتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو ایک اسلامی حکومت میں اسے حقوق شہریت مل سکتے ہیں اور اگر نہیں تو اسے مسلمانوں جیسے حقوق نہیں مل سکتے۔(تیسیر القرآن:2/180)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(13) ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے اسلام کے بعد ان کی مغفرت فرمائے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔

(14) قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' وہ کثیر اور کبیرہ گناہوں کو بخش دیتا ہے وہ رحیم ہے یعنی اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔ (ابن ابی حاتم: 1777/6)

(15) یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ توبہ کرنے والوں کا شرک اور ان کے دیگر کم تر گناہ بخش دیتا ہے۔ انہیں توبہ کی توفیق بخش کر اور پھر اس توبہ کو قبول کر کے انہیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لیتا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو کوئی نماز قائم کرنے یا زکوٰۃ ادا کرنے سے رکے گا، اس کے خلاف اس وقت تک جنگ کی جائے گی جب تک کہ وہ نماز قائم نہیں کرتا اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ جیسا کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا تھا۔ (تفسیر سعدی: 1014/1)

سوال 3: مشرکین کے خلاف ایکشن کہ ''جہاں بھی ملیں قتل کر دیں یا قید کر لیں'' کس مقصد کے لیے تھا؟

جواب: (1) مشرکین کے خلاف ایکشن انہیں ختم کرنے کے لئے نہیں شرک کو ختم کرنے کے لیے تھا۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ وہ اسلام قبول کر لیں اسی لیے کہا گیا کہ اگر وہ سچے دل سے اسلام اور اسلامی شعائر کو قبول کر لیں تو ان سے ہاتھ کھینچ لو۔

(2) اسلام کی جنگ نسلیں ختم کرنے کے لئے نہیں بلکہ ہدایت کی ایک مہم ہے۔

﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ

''اور مشرکوں میں سے کوئی اگر تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے، پھر اسے اس کی

مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾ ع 1 6 7

امن کی جگہ تک پہنچا دو۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ یقیناً وہ لوگ علم نہیں رکھتے'' (6)

سوال 1: اگر کوئی مشرک پناہ مانگے تو کیا کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ﴾ ''اور مشرکوں میں سے کوئی اگر تم سے پناہ مانگے'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ ﷺ کی حمایت اور مدد چاہے یعنی وہ چاہے کہ آپ ﷺ اس کو نقصان سے بچا لیں۔

(2) ﴿فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ﴾ ''تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سنے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ تک پہنچا دو' یعنی قرآن مجید سن لے اور اس پر غور وفکر کرے اور معاملے کی حقیقت کا اسے علم ہو جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے پھر اگر وہ اسلام لے آئے تو اس کے لیے بھی وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں اور اگر وہ انکار کرے تو پھر اسے امن کی جگہ اس کے گھر پہنچا دیں پھر چاہو تو اس سے جنگ کرو۔(تفسیر قاسمی:137/8) (3) یعنی اگر کوئی مشرک اس چار ماہ کی معینہ مدت کے اندر یا بعد میں پکڑ دھکڑ کے دوران یہ درخواست کرے کہ مجھے اسلام کی تعلیم پوری طرح سمجھا دو، تو اس کی اس درخواست کو رد نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کو اپنے ہاں پناہ دو تاکہ کوئی دوسرا مسلمان بھی اس سے تعرض نہ کرے۔ پھر اسے اسلام کے اصول وارکان اور اس کے حقائق پوری طرح سمجھا دو۔ پھر بھی اگر وہ اسلام نہیں لاتا اور معاندانہ روش اختیار کرتا ہے تو وہیں اس کو قتل نہ کرو بلکہ اس کو اس کی حفاظت کی جگہ پہنچا دو۔ پھر اس کے بعد تم اس سے وہی سلوک کر سکتے ہو جو دوسرے مشرکوں سے کرنا چاہیے۔ یہ رعایت اس لیے دی گئی کہ کسی مشرک کے لیے اتمام حجت کا عذر باقی نہ رہے۔(تیسیر القرآن:180/2)

(4) حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ آیت محکم ہے اور قیامت تک کے لیے سنت ہے۔(تفسیر ثعلبی:146)

(5) پناہ یا امان بھی دراصل ایفائے عہد کی ایک قسم ہے جس میں پناہ لینے کا یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ اس کی جان ومال کی دشمن سے حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے اور وہ خود بھی کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے گا۔ مسلمانوں کا اس قسم کا ایفائے عہد یا امان کی پاسداری اس قدر زبان زد عام تھا کہ دشمن نے بعض دفعہ مسلمانوں کی کسی واقعہ سے لاعلمی سے فائدہ اٹھا کر امان حاصل کی اور عظیم فائدے حاصل کیے۔ مسلمان جو پناہ دے چکے تھے یہ جاننے کے باوجود کہ یہ امان مکروفریب سے حاصل کی گئی ہے اپنا نقصان اٹھا کر بھی اس عہد کو پورا کیا۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اگر صرف ایک مسلمان خواہ وہ آزاد ہو یا غلام یا عورت ہو کسی کو پناہ دے دے تو وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے امان سمجھی جائے گی۔ چنانچہ خوزستان (ایران) کی فتوحات کے سلسلہ میں ایک مقام شابور کا مسلمانوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ایک دن شہر والوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے اور اطمینان سے اپنے کام کاج میں لگ گئے۔ مسلمانوں کو اس بات پر حیرت ہوئی۔ سبب پوچھا تو شہر والوں نے کہا کہ تم ہم کو جزیہ کی شرط پر امان دے چکے ہو۔ اب کیا جھگڑا رہا (واضح رہے کہ جزیہ کی شرط پر امان کا اصل وقت جنگ شروع ہونے سے پہلے ہے، دوران جنگ یا فتح کے بعد نہیں) سب کو حیرت تھی کہ امان کس نے دی۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک غلام نے لوگوں سے چھپ کر امن کا رقعہ لکھ دیا ہے۔ ابوموسیٰ اسلامی سپہ سالار نے کہا کہ ایک غلام کی امان حجت نہیں ہو سکتی۔ شہر والے کہتے تھے کہ ہم آزاد غلام نہیں جانتے۔ آخر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: مسلمانوں کا غلام بھی مسلمان ہے اور جس کو اس نے امان دی سارے امان دے چکے۔(الفاروق،ص:231)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) فتح مکہ کے موقعہ پر ام ہانی رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں۔ اس وقت آپ ﷺ پس پردہ غسل فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کون ہے؟'' ام ہانی کہنے لگیں: میں ام ہانی ہوں۔ پھر ام ہانی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری ماں کے لڑکے (علی) یہ کہتے ہیں کہ وہ ہبیرہ (ام ہانی کے خاوند کا نام) کے لڑکے کو قتل کر دیں گے جب کہ میں ان کو پناہ دے چکی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کو تم نے پناہ دی ہم نے بھی اس کو پناہ دی۔'' (صحیح بخاری: 357)

(7) حاکم نے کہا: یہ آیت دلیل ہے کہ کافر کا اللہ تعالیٰ کا کلام سننے کے لیے مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ (تفسیر قاسمی: 138/6)

(8) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ یقیناً وہ لوگ علم نہیں رکھتے'' کافروں کو قرآن سنانے کا حکم دیا گیا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو مسلمانوں جیسے حقوق پائیں اور اگر قبول نہ کریں تو ان کے ٹھکانے تک پہنچا دیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ علم نہیں رکھتے۔ بعض اوقات کافر اپنی لاعلمی کی وجہ سے کفر پر قائم رہتے ہیں جب وہ حق کو جان لیتے ہیں تو اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ جنگ کے دوران بھی مشرکوں کو کلام اللہ سنانے اور امن کی جگہ پہنچانے کا حکم دیتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ دوران جنگ مشرکوں کو کلام اللہ سنانے اور امن کی جگہ پہنچانے کا اس لیے حکم دیتے ہیں کہ ہر شخص ہدایت پا جائے۔ اللہ تعالیٰ مشرکوں کے دلوں کو اسلام اور ہدایت کے لیے کھولنا چاہتے ہیں۔

سوال 3: مشرکین کے لئے دار الاسلام کی پناہ گاہ اسلام کے کس مقام کو ظاہر کرتی ہے؟

جواب: مشرکین اسلام کے دشمن ہیں اور کوئی دشمن اسلام کی طرف آنا چاہے تو اسلام مسلمانوں کو مشرکین کا محافظ بنا دیتا ہے تاکہ ان کے دلوں تک اسلام پہنچ جائے۔ یہ اسلامی رواداری کا اعلیٰ مقام ہے۔

﴿كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ

''ان مشرکوں کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی عہد کیسے ہو سکتا ہے؟ مگر وہ لوگ جن سے تم نے مسجد حرام

عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ

کے پاس معاہدہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ تمہارے لیے پوری طرح قائم رہیں تو تم بھی ان کے لیے پوری طرح قائم رہو۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے‘‘(7)

سوال:مشرکوں سے اظہار براءت کی کیا حکمت ہے،اس کی وضاحت ﴿كَيْفَ...الْمُتَّقِينَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے براءت، چار ماہ کی مہلت اور جہاں پائے جائیں وہاں قتل کیے جانے کے حکم کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ﴾ ’’ان مشرکوں کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی عہد کیسے ہوسکتا ہے‘‘ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ نہیں کی؟ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف باطل کی مدد نہیں کی؟ کیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کو اذیتیں نہیں دیں؟ کیا انہوں نے زمین میں فساد پھیلا کر خود کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بری الذمہ ہونے کے اسباب مہیا نہیں کیے؟ اب ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں کوئی عہد کیسے ہوسکتا ہے؟

(2) مشرکوں کے لیے کوئی عہد کیسے ہوسکتا ہے جب کہ مومنوں پر واجب ہے کہ انہیں جہاں پائیں قتل کریں سوائے ان کے جن کے ساتھ مسجد حرام کے پاس عہد کیا گیا۔ (جامع البیان:7/164)

(3) ﴿إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ﴾ ’’مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا‘‘ مشرکوں میں سے جن کے ساتھ آپ ﷺ نے معاہدہ کیا۔

(4) ﴿عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ’’مسجد حرام کے پاس‘‘ اس عہد میں مسجد حرام کی حرمت کی رعایت رکھنے کا حکم ہے اس لیے کہ وہ فضیلت والی جگہ ہے۔ اس کے پاس جو معاہدہ کیا تھا وہ پورا کیا جائے گا۔

(5) ﴿فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ﴾ ’’چنانچہ وہ تمہارے لیے پوری طرح قائم رہیں تو تم بھی ان کے لیے پوری طرح قائم رہو‘‘ جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں تو تم بھی اپنے معاہدے پر قائم رہو وہ تمہارے حقوق کی رعایت رکھیں تو ان کے معاہدے پر قائم رہو۔ (تفسیر قاسمی:8/139)

(6) رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس تشریف لا کر مطمئن ہو چکے تو ایک مسلمان جسے مکہ میں اذیتیں دی جا رہی تھیں چھوٹ کر بھاگ آیا۔ ان کا نام ابوبصیر تھا۔ وہ قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتے تھے اور قریش کے حلیف تھے۔ قریش نے ان کی واپسی کے لیے دو آدمی بھیجے اور یہ کہلوایا کہ ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان جو عہد پیمان ہے اس کی تعمیل کیجیے۔ نبی ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے ابوبصیر کو ان دونوں کے حوالے کر دیا۔ (الرحیق المختوم:473)

(7) بئر معونہ کے حادثہ میں 70 میں سے ایک شخص عمرو بن امیہ بچ نکلے لیکن بعد میں گرفتار ہو گئے۔ عامر بن طفیل جس نے ان قاریوں کو شہید کروایا تھا نے عمرو بن امیہ کو دیکھ کر کہا: میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی لہٰذا میں یہ منت پوری کرنے کی خاطر عمرو بن امیہ کو آزاد کرتا ہوں۔ عمرو بن امیہ وہاں سے چلے تو اسی قاتل قبیلہ کے دو آدمی مل گئے جنہیں آپ نے قتل کر دیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ان ہی دو آدمیوں کو رسول اللہ ﷺ امان دے چکے تھے جس کا عمرو بن امیہ کو علم نہ تھا۔ اب حالات کا تقاضا یہ تھا کہ بنو عامر کی غداری کی بنا پر ان کو جتنی بھی سختی برتی جا سکے برتی جائے مگر آپ ﷺ نے اپنے عہد کا لحاظ رکھتے ہوئے خون بہا ادا کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ:4/473)

(8) صلح حدیبیہ کا معاہدہ ابھی لکھا ہی جا رہا تھا کہ سہیل کے بیٹے سیدنا ابو جندل رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیاں گھسیٹتے آ پہنچے۔ انہوں نے یہاں پہنچ کر اپنے آپ کو مسلمانوں میں ڈال دیا۔ سہیل نے کہا کہ یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق میں آپ سے معاملہ کرتا ہوں کہ آپ ﷺ اسے واپس بھیج دیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ابھی تو ہم نے نوشتہ مکمل نہیں کیا۔'' اس نے کہا: تب میں آپ ﷺ سے کسی بات پر صلح کا کوئی معاملہ ہی نہیں کروں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اچھا تو تم اس کو میری خاطر چھوڑ دو۔'' اس نے کہا کہ میں آپ ﷺ کی خاطر نہیں چھوڑ سکتا۔ سیدنا ابو جندل رضی اللہ عنہ زور زور سے چیخ کر کہنے لگے: مسلمانو! کیا میں مشرکین کی طرف واپس کیا جاؤں گا کہ وہ مجھے میرے دین کے متعلق فتنے میں ڈالیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابو جندل صبر کرو اور اسے باعث ثواب سمجھو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اور تمہارے ساتھ جو دوسرے کمزور مسلمان ہیں ان سب کے لیے کشادگی اور پناہ کی جگہ بنائے گا۔ ہم نے قریش سے صلح کر لی اور ہم نے ان کو اور انہوں نے ہم کو اس پر اللہ تعالیٰ کا عہد دے رکھا ہے اس لیے ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔'' (الرحیق المختوم:467)

(9) سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) قریشیوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ کیا۔ جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام کی رغبت ڈال دی گئی۔ پس میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میں تو اب اللہ کی قسم! کبھی ان کی طرف نہیں جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں عہد کو نہیں توڑتا اور نہ قاصدوں کو قید کرتا ہوں، تمہیں چاہیے کہ واپس جاؤ، پھر اگر تمہارے دل میں وہی بات رہے جو اب ہے تو واپس آ جانا۔'' کہتے ہیں کہ میں واپس چلا گیا اور دوبارہ نبی ﷺ کی خدمت میں لوٹ آیا اور اسلام قبول کر لیا۔ (ابوداؤد:2758)

(10) آپ ﷺ کے ایفائے عہد کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ دشمن بھی آپ ﷺ کی اس خوبی کا برملا اعتراف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ جنگ احزاب کے واقعہ پر یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب نے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کو عہد شکنی پر مجبور کیا تو کعب نے اسے کہا: میں نے ہمیشہ محمد ﷺ کو سچا اور عہد کو پورا کرنے والا دیکھا ہے۔ (طبری)

(11) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے" تقویٰ کی وجہ سے ہی معاہدے پورے ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کو پسند کرتا ہے جو اپنے عہد پورے کرتے ہیں۔

﴿كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ

"کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ وہ اگر تم پر قابو پائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی قرابت کا لحاظ کریں گے اور نہ کسی عہد کا،

بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾

وہ اپنے مونہوں سے تمہیں خوش کرتے ہیں اور دل ان کے انکار کرتے ہیں اور ان کے اکثر فاسق ہیں" (8)

سوال 1: مشرکین کے ساتھ معاہدہ کیوں نہیں ہو سکتا، اس کی وضاحت ﴿كَيْفَ ... فٰسِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً﴾ "کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ وہ اگر تم پر قابو پائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی قرابت کا لحاظ کریں گے اور نہ کسی عہد کا" اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے معاہدہ نہ ہوسکنے کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ ان کے ساتھ کیسے معاہدہ ہوسکتا ہے جب انہیں تم پر غلبہ حاصل ہو جائے تو وہ کسی معاہدے کا یا رشتہ داری کا پاس لحاظ نہیں رکھیں گے۔ وہ تم پر غالب آجائیں تو تمہیں برے عذاب دیں گے اور تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈریں گے۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ﴿اِلًّا﴾ کے معنی قرابت اور ﴿ذِمَّةً﴾ کے معنی عہد کے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: 220)

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تبلیغ اسلام کے لیے بھیجی انہیں قاری کہا جاتا تھا۔ راستے میں بنو سلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان نے ایک کنویں کے قریب ان کے ساتھ مزاحمت کی۔ یہ کنواں بئر معونہ کے نام کے ساتھ مشہور تھا۔ صحابہ نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! ہم تمہارے ساتھ یہاں لڑنے نہیں آئے بلکہ ہمیں تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک ضرورت پر یہاں مامور کیا گیا ہے لیکن کفار کے ان قبیلوں نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا اس کے بعد نبی ﷺ ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں ان پر بددعا کرتے رہے۔ (صحیح بخاری: 4088)

(4) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سیدنا عیاش بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ہشام بن وائل رضی اللہ عنہ نے آپس میں طے کیا کہ فلاں جگہ صبح صبح اکٹھے ہو کر وہیں سے مدینہ کو ہجرت کی جائے گی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عیاش رضی اللہ عنہ تو وقت مقررہ پر آگئے لیکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ہشام رضی اللہ عنہ کو قید کرلیا گیا۔ پھر جب یہ دونوں حضرات مدینہ پہنچ کر قبا میں اتر چکے تو سیدنا عیاش رضی اللہ عنہ کے پاس ابوجہل اور اس کا بھائی حارث پہنچے۔ تینوں کی ماں ایک تھی۔ ان دونوں نے سیدنا عیاش رضی اللہ عنہ سے کہا: تمہاری ماں نے نذر مانی ہے کہ جب تک وہ تمہیں دیکھ نہ لے گی سر میں کنگھی نہ کرے گی اور دھوپ چھوڑ کر سائے میں نہ آئے گی۔ یہ سن کر سیدنا عیاش رضی اللہ عنہ کو اپنی ماں پر ترس آ گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کیفیت دیکھ کر سیدنا عیاش رضی اللہ عنہ سے کہا: عیاش! دیکھو خدا کی قسم یہ لوگ تم کو محض تمہارے دین سے فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں لہٰذا ان سے ہوشیار رہو۔ خدا کی قسم! اگر تمہاری ماں کو جوؤں نے اذیت پہنچائی تو وہ کنگھی کرلے گی اور اسے مکہ کی ذرا کڑی دھوپ لگی تو وہ سائے میں چلی جائے گی، مگر سیدنا عیاش رضی اللہ عنہ نہ مانے۔ انہوں نے اپنی ماں کی قسم پوری کرنے کے لیے ان دونوں کے ہمراہ نکلنے کا فیصلہ کرلیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا جب یہی کرنے پر آمادہ ہو تو میری یہ اونٹنی لے لو۔ یہ بڑی عمدہ اور تیز رو ہے۔ اس کی پیٹھ نہ چھوڑنا اور لوگوں کی طرف سے کوئی مشکوک حرکت ہو تو نکل بھاگنا۔ سیدنا عیاش رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار ان دونوں کے ہمراہ نکل پڑے۔ راستے میں ایک جگہ ابوجہل نے کہا: بھئی میرا اونٹ تو بڑا سخت نکلا، کیوں نہ تم مجھے بھی اپنی اس اونٹنی پر پیچھے بٹھا لو۔ سیدنا عیاش رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھیک ہے اور اس کے بعد اونٹنی بٹھا دی۔ ان دونوں نے بھی اپنی اپنی سواریاں بٹھائیں تاکہ ابوجہل عیاش کی اونٹنی پر پلٹ آئے، لیکن جب تینوں زمین پر آ گئے تو یہ دونوں اچانک سیدنا عیاش رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے اور انہیں رسی سے جکڑ کر باندھ دیا اور اس بندھی ہوئی حالت میں دن کے وقت مکہ لائے اور کہا: اے اہل مکہ اپنے بیوقوفوں کے ساتھ ایسا ہی کرو کہ جیسا ہم نے اپنے بیوقوف کے ساتھ کیا ہے۔ (الرحیق المختوم: 220)

(5) ﴿يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ﴾ ''وہ اپنے مونہوں سے تمہیں خوش کرتے ہیں اور دل ان کے انکار کرتے ہیں'' مشرک اپنی لچھے دار گفتگو سے، اپنے منہ سے تمہیں خوش کرتے ہیں اور ان کے دل تمہاری محبت سے خالی ہیں۔ ان کے دل تمہاری نفرت، دشمنی اور بغض سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ تمہارے حقیقی دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مشرکوں سے عداوت کا اظہار کرنے کے لیے تیار کر رہے ہیں تاکہ وہ ان سے معاہدات منقطع کریں۔

(6) ﴿وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ''اور ان کے اکثر فاسق ہیں'' ان میں سے اکثر فاسق ہیں اور بدعہد ہیں۔

(7) ہر کافر فاسق ہے لیکن یہاں برائی کا اظہار کرنے والے اور عہد توڑنے والے لوگ مراد ہیں۔ (قرطبی: 15/4)

سوال 2: فاسق کون ہے؟

جواب: (1) فاسق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت قبول کرلیتا ہے۔

(2) فاسق وہ ہے جو معاہدات پورے نہیں کرتا۔ (3) فاسق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4) فاسق وہ ہے جو اللہ والوں سے انتقام لیتا ہے۔

سوال 3: انسان دوسروں کا لحاظ پاس کیسے بھول جاتا ہے؟

جواب: انسان پر جب دنیا کا مفاد اور مصلحتیں غالب ہوں تو وہ لحاظ نہیں کرتا اور حد سے گزر جاتا ہے۔

﴿اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ

”انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے بہت تھوڑی قیمت خرید لی ہے، پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے سے

سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

روکا۔ یقیناً بہت برا ہے جو وہ عمل کرتے رہے ہیں“ (9)

سوال: مشرکوں کی بداعمالیوں کی وضاحت ﴿اِشْتَرَوْا ... يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ”انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے بہت تھوڑی قیمت خرید لی ہے، پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا“ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی مذمت کرتے ہوئے اور ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید کی پیروی کے بدلے دنیا کی حقیر چیزوں میں مشغول ہو گئے اور مسلمانوں کو بھی حق کی پیروی سے روکتے ہیں۔

(2) ﴿اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ”انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے بہت تھوڑی قیمت خرید لی ہے“ اللہ تعالیٰ کی آیات کے عوض تھوڑی قیمت قبول کرنے سے مراد ہے دنیا کے مفادات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیات کو پس پشت ڈالنا اور ان پر ایمان لا کر عمل کرنے کی بجائے دنیا کے تھوڑے سے فائدے کو ترجیح دینا۔

(3) ﴿فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ ”پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا“ اللہ تعالیٰ کے راستے سے وہ خود رکتے ہیں اور دوسروں کو روکتے ہیں۔

(4) یہ وہ لوگ ہیں جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور اہل اسلام کے خلاف بغض چھپا ہوا ہے۔

(5) ﴿اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ”یقیناً بہت برا ہے جو وہ عمل کرتے رہے ہیں“ مشرکوں کے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے قابل مذمت قرار دیا ہے۔

﴿لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ﴾

”کسی مومن کے بارے میں نہ وہ کسی قرابت داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کا اور یہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں“ (10)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال: مشرکوں کا قرابت داری اور معاہدات کے بارے میں کیا طرزِ عمل ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿لَا يَرْقُبُوْنَ ... الْمُعْتَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً﴾ ''کسی مومن کے بارے میں نہ وہ کسی قرابت داری کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کا'' مشرک اہل ایمان سے دشمنی اور بغض کی وجہ سے کسی قرابت داری کا یا کسی معاہدے کی ذمہ داری کا لحاظ نہیں کرتے۔ وہ مومنوں سے ان کے ایمان کی وجہ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اس لیے مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ دین کے دشمنوں سے دشمنی رکھو اور اپنے دین کا دفاع کرو۔ دوستی اور دشمنی اپنی پسند ناپسند کے مطابق نہیں دین کی بنیاد پر کرو۔

(2)﴿وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ﴾ ''اور یہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں'' یعنی جو لوگ ظلم کی انتہا تک پہنچ جاتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی: 141/8) (3) جو معاہدے توڑ کر حلال سے تجاوز کر کے حرام تک پہنچ جاتے ہیں۔ (قرطبی: 16/4)

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَ

''چنانچہ اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾

ہم ان لوگوں کے لیے آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں'' (11)

سوال: کوئی شخص ماضی میں خواہ کتنا ہی برا رہا ہو اسلامی برادری کا رکن کیسے بن سکتا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ تَابُوْا ... يَّعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی شخص ماضی میں خواہ کتنا ہی بُرا رہا ہو وہ اسلامی برادری کا رکن بن سکتا ہے: (i) جب توبہ کر لے۔ (ii) جب نماز قائم کر لے۔ (iii) جب زکوٰۃ دے۔ اس کے بعد وہ مسلمانوں کا دینی بھائی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِنْ تَابُوْا﴾ ''چنانچہ اگر وہ توبہ کریں'' پھر اگر وہ شرک سے توبہ کریں اور اسلام کے احکامات کی پابندی کریں۔ (تفسیر قرطبی: 16/4)

(2)﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں'' ابن زید نے کہا کہ نماز اور زکوٰۃ کو اکٹھے فرض کیا گیا ان دونوں میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی اور نماز کی زکوٰۃ کے بغیر قبولیت کا انکار کیا اور کہا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کیا سمجھ تھی اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ (جامع البیان)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے پس جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی (قابل اعتبار) نہیں۔ (تفسیر مظہری:130)

(4) ﴿فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ ''تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں'' یعنی توبہ کرنے کے بعد جب وہ ایمان کی طرف لوٹ آئیں اور نماز اور زکوٰۃ کو قائم کریں اور مشرک ہوتے ہوئے جو دشمنی تھی اسے بھول جائیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ بے شک مسلمانوں میں سے افضل وہ ہے جو اخوت اسلامی کی رعایت کرے۔

(5) ﴿وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''اور ہم ان لوگوں کے لیے آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کی ہیں کیونکہ (i) ان ہی کے ذریعے اسلام اور اس کے احکامات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ (ii) ان آیات کے ذریعے بندے کو اخلاص نصیب ہوتا ہے۔ (iii) ان آیات کے ذریعے احکامات کی وضاحت ملتی ہے اور حکمتیں اور فیصلے معلوم ہوتے ہیں۔ (iv) ان آیات کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی غلام بن جاتا ہے۔ یا ارحم الراحمین اپنے فضل و کرم سے ہمیں ان بندوں میں شامل فرمالینا جو آیات کا علم حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

﴿وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ

''اور اگر اپنے عہد کے بعد وہ اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔

اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾

بلاشبہ ان لوگوں کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، تاکہ وہ باز آجائیں'' (12)

سوال: کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاِنْ نَّكَثُوْٓا ... يَنْتَهُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ﴾ ''اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں'' اگر وہ اپنے حلف کو توڑ ڈالیں یعنی معاہدے کو توڑ ڈالیں اور تمہارے خلاف تمہارے دشمن کی مدد کریں یا نقصان پہنچائیں۔

(2) ﴿وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ﴾ ''اور تمہارے دین میں طعن کریں'' تمہارے دین میں عیب نکالیں، مذاق اڑائیں یعنی دین اور قرآن مجید میں کسی قسم کا طعنہ دیں۔

(3) ﴿فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ﴾ ''تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو'' ائمہ کفر سے مراد وہ افراد ہیں جو اپنے قائدانہ مقام کی وجہ سے اسلام کے خلاف اٹھنے والی تحریک کی قیادت کر رہے ہوں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿فَقَاتِلُوْهُمْ﴾ کی بجائے ﴿فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ﴾ فرمایا۔اس سے تمام مشرکین قریش مراد ہیں جو پورے عرب کے مشرکوں کے سرغنے بنے ہوئے تھے نہ ایمان قبول کرتے تھے اور نہ دوسروں کو قبول کرنے دیتے تھے اور قبائل عرب نے انہیں اپنا مقتدی بنا رکھا تھا جو اس انتظار میں تھے کہ یہ لوگ مسلمان ہوں گے تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے۔یا ﴿اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ﴾ سے قریش کے سردار مراد ہیں جیسے ابو جہل اور سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل اور ابو سفیان بن حرب وغیرہ۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی کو اختیار فرمایا۔وہ فرماتے تھے کہ یہ آیت قریش مکہ کے سرداروں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے نقض عہد بھی کیا اور رسول اللہ ﷺ کو مکہ معظمہ سے جلاوطن کرنے کا مشورہ بھی دیا جب کہ دار الندوہ میں جمع ہوئے تھے۔(انوار البیان:559/5)

(5) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: ائمہ کفر سے مراد ابو سفیان، ابو جہل، امیہ بن خلف، سہیل بن عمرو، عتبۃ بن ربیعہ ہیں۔(جامع البیان:16448)

(6) یعنی قائدین کفر اور ان سرداروں سے لڑو جو اللہ رحمٰن کے دین میں طعن و تشنیع کرتے ہیں اور شیطان کے دین کی مدد کرتے ہیں۔ان قائدین کفر کا خاص طور پر ذکر اس لئے کیا ہے کیونکہ ان کا جرم بہت بڑا تھا اور دیگر لوگ تو محض ان کے پیروکار تھے اور تاکہ یہ اس بات کی دلیل ہو کہ جو کوئی دین میں طعن و تشنیع کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کو ٹھکرانے کے درپے ہوتا ہے تو اس کا شمار ائمہ کفر میں ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:1019,1018/1)

(7) اس آیت سے رحمت عالم ﷺ کو گالیاں دینے والے کے قتل پر استدلال کیا گیا ہے اور اس کے قتل پر بھی جو اسلام کی برائی اور توہین کرے۔(مختصر ابن کثیر:706/1)

(8)﴿اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ﴾ ”بلاشبہ ان لوگوں کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں“ یعنی ان کا کوئی معاہدہ نہیں جس کی وہ پابندی کریں۔وہ ہمیشہ معاہدہ شکنی کرتے ہیں اس لیے ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

(9)﴿لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾ ”تاکہ وہ باز آجائیں“ ہوسکتا ہے وہ دین میں عیب نکالنے سے رک جائیں یا کفر سے رک جائیں اور اسلام قبول کر لیں۔(تفسیر قاسمی:142/8)

﴿اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ

”کیا تم ان لوگوں سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور پہلی بار انہوں نے ہی تم

مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

سے ابتدا کی، کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو“(13)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب کیسے دلائی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَا تُقَاتِلُوْنَ...مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ﴾ ''کیا تم ان لوگوں سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد کے لیے ترغیب دلائی ہے کہ اے مومنو! تم ان کے خلاف جہاد نہیں کرو گے جنہوں نے تمہارے اور اپنے درمیان طے پانے والے معاہدے توڑے، تمہارے دین میں طعن کی اور تمہارے خلاف تمہارے دشمنوں کی مدد کی، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہیں نکالا اور انہوں نے پہلی بار جنگ کا آغاز کیا یعنی بدر کے دن۔ (جامع البیان)

(2) ﴿وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ﴾ ''اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا'' اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو جلا وطن کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ ان کا احترام ان پر فرض تھا۔

(3) ﴿وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''اور پہلی بار انہوں نے ہی تم سے ابتدا کی'' انہوں نے پہلی بار جنگ کا آغاز کیا اور تمہارے دشمنوں کی مدد کی۔ یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب قریش نے رسول اللہ ﷺ کے حلیف بنو خزاعہ کے خلاف جنگ کی۔ (4) ﴿اَتَخْشَوْنَهُمْ﴾ ''کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟'' یعنی کیا تم ان سے جنگ کرنے سے ڈرتے ہو۔

(5) ﴿فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو'' یعنی اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو اور جہاد کو ترک نہ کرو۔

(6) مومن اللہ تعالیٰ اپنے رب کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ﴾ ''اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔'' (الاحزاب: 39)

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''دو آنکھیں ہیں ان کو کبھی دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی ہو دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات کاٹی۔'' (جامع ترمذی: 1639)

(8) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کم ہی ایسا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی کسی مجلس سے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے یہ دعا کیے بغیر اٹھے ہوں: ﴿اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُوْلُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مُصِيبَاتِ الدُّنْيَا، وَمَتِّعْنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِأَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَآ أَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا ، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا ، وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا ﴾ ”اے اللہ! تو ہم کو اپنا ایسا خوف عطا فرما جو ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے اور ایسی اطاعت کی توفیق عنایت فرما جو ہم کو تیری جنت میں پہنچا دے اور ایسا یقین جس سے تو ہماری دنیا کی مصیبتوں کو آسان کر دے اور جب تک تو ہم کو زندہ رکھے تو ہمارے کانوں، آنکھوں اور قوتوں سے ہم کو فائدہ پہنچا اور ان سب کو (ہماری موت تک) باقی رکھ، اور ہمارا قصاص اور ہمارا بدلہ ان سے لے جو ہم پر ظلم کرے، اور جو ہم سے دشمنی کرے اس کے مقابل میں ہماری مدد فرما، اور دنیا کو ہمارا بڑا مقصد نہ بنا دے، اور نہ ہمارے علم کی انتہا بنا (کہ ہمارا سارا سیکھنا سکھانا صرف دنیا کی خاطر ہو) اور ہم پر کسی ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔“ (جامع ترمذی:3502)

(9) نفع ونقصان اسی کے ہاتھ میں ہے اور جب وہ لڑنے کا حکم دے رہا ہے تو تمہیں ضرور لڑنا چاہیے۔ (وحیدی) (اشرف الحواشی:227/1)

(10) اس سے پیشتر مسلمانوں کو جہاد کی متعدد بار ترغیب دی جا چکی تھی اور مسلمان کئی معرکے اور جنگیں بھی کر چکے تھے۔ اب اعلان براءت کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے پچھلے مظالم یاد دلا کر کافروں سے جنگ کرنے کی جو پرزور ترغیب دی ہے تو اس کی چند وجوہ تھیں مثلاً اعلان براءت کے وقت بھی مشرکین کی تعداد جزیرۃ العرب میں مسلمانوں سے زیادہ تھی اس لیے ان کو یہ خیال آسکتا تھا کہ ایسی ذلت گوارا کرنے کے بجائے سب مل کر اسلام کا ہی نام ونشان مٹا دیں اور عرب جیسی جنگ جو اور دلیر قوم سے ایسا خطرہ کچھ بعید از عقل بھی نہ تھا۔ کیونکہ ایک تو ان کے تمام معاہدات کالعدم قرار دیے جا رہے تھے اور دوسرے جلاوطنی کی دھمکی یا جنگ پر تیار ہو جانے کا چیلنج دے دیا گیا تھا، تیسرے کعبہ سے ان کی تولیت کو ختم کر دیا گیا تھا۔ چوتھے کعبہ میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا تھا اور مکہ ہی وہ تجارتی مرکز تھا جس پر بالخصوص مقامی مشرکوں اور آس پاس کے رہنے والے مشرک قبائل کی معیشت کا زیادہ تر انحصار تھا۔ پانچویں یہ کہ جو لوگ نئے نئے مسلمان ہو رہے تھے ان کے اکثر اقرباء ابھی تک مشرک تھے۔ اور ان سے تعلقات برقرار رکھنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ لہٰذا ان وجوہ کی بنا پر عین ممکن تھا کہ سب مشرک متحد ہو کر مسلمانوں سے ایک عظیم جنگ کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے یا کم از کم عرب بھر میں وسیع پیمانہ پر مسلمانوں سے خانہ جنگی شروع ہو جاتی لہٰذا ضروری تھا کہ ایسے موقع پر مسلمانوں کو جہاد کی پرزور تلقین کی جاتی اور ان کے ذہن سے ان خطرات کو دور کیا جاتا جو اس پالیسی پر عمل درآمد کرنے کی صورت میں انہیں نظر آ رہے تھے اور انہیں ہدایت کی جاتی کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی پوری کرنے میں کسی بات سے خائف نہیں ہونا چاہیے۔ (تیسیر القرآن:188)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا ڈر حکمت اور دانائی کی اصل ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کے اندر شعور بے دار کرتا ہے جس سے وہ حقائق کو ان کے اصل روپ میں دیکھنے لگتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ کا منصوبہ سمجھنے میں مشکل پیش نہیں آتی۔

(4) اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھنے والا اللہ تعالیٰ کی چاہت کو سمجھ کر پوری طرح سے خود کو اس کے راستے پر لگا دیتا ہے جس کی آخری منزل کامیابی ہے۔

﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ

''تم ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دلوائے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور

يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

مومنوں کے سینوں کو شفا دے گا'' (14)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابوالشیخ نے سیدنا قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیت بنوخزاعہ کے قبیلے کے بارے میں اتری ہے جس وقت وہ بنوبکر کو مکہ مکرمہ میں قتل کر رہے تھے اور سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت بنوخزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر ابن عباس: 507,506/1)

سوال 2: جہاد کے فوائد کی وضاحت ﴿قَاتِلُوْهُمْ ... مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیتے ہوئے ان فوائد کا ذکر فرمایا ہے جو جہاد کے نتیجے میں نصیب ہوتے ہیں۔ اس طرح رب العزت نے جہاد کی ترغیب دلائی ہے۔

(2) ﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ﴾ ''تم ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دلوائے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ انہیں زخموں سے تکلیف دے گا اور موت کی تکلیف دے گا۔ (تفسیر قاسمی: 143/8)

(3) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوسعید! جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔'' سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نے اس بات پر تعجب کیا تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! پھر فرمائیے، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''ایک اور بات بھی ہے کہ اس کی وجہ سے بندے کے جنت میں سو درجات بلند ہوتے ہیں اور ہر دونوں درجات کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے'' عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد۔'' (مسلم:4879)

(4)﴿وَ يُخْزِهِمْ﴾ ''اور انہیں رسوا کرے گا'' یعنی قید اور غلبے کے ذریعے انہیں رسوا کرے گا۔ (جامع البیان)

(5) اللہ تعالیٰ جب تمہاری مدد کرے گا تو ان کافروں کے خلاف کرے گا جس کی وجہ سے ان کی رسوائی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں کافروں کو ذلیل کرے گا اور تمہارے دل ٹھنڈے ہوں گے۔

(6)﴿وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت بھی ہے اور وعدہ بھی کہ وہ تمہیں کافروں پر کامیابی نصیب فرمائے گا اور غلبہ عطا کرے گا، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

(7)﴿وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مومنوں کے سینوں کو شفا دے گا'' کیونکہ کفار کے خلاف ان کے دل غیظ وغضب سے لبریز ہیں۔ ان کے خلاف قتال کرنے اور ان کو قتل کرنے سے اہل ایمان کو ان کے دلوں میں موجود غیظ وغضب اور غم وہموم سے شفا ملتی ہے کیونکہ وہ ان دشمنوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف برسرِپیکار ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نور بجھانے میں کوشاں ہیں چنانچہ انہیں قتل و رسوا کر کے مومنوں کے دلوں میں موجود غیظ وغضب زائل ہوتا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے محبت کرتا ہے اور ان کے احوال کو درخورِ اعتناء سمجھتا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے اہل ایمان کے دلوں کو شفا دینا اور ان کے غیظ وغضب کو زائل کرنا، مقاصد شرعیہ میں شمار کیا ہے۔ (تفسیر سعدی:1/1020) (8) جہاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہی خاص نہیں تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

﴿وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ

''اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے توبہ کی توفیق دیتا ہے اور

اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (15)

سوال 1: جہاد کے مزید فوائد کی وضاحت ﴿وَ يُذْهِبْ... حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) جہاد کے مزید فوائد کا بیان ہے۔ فرمایا: ﴿وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ﴾ "اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا" کافروں کے بارے میں جو غیظ وغضب مسلمانوں کے دلوں میں ہوتا ہے اس کے ٹھنڈا ہونے کی صورت جنگ ہے کیونکہ دشمن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور ان کے احکامات اور ان کے دیے ہوئے دین کے خلاف کوششیں کرتا ہے۔ ان کے قتل، قید اور رسوائی سے مومنوں کا غضب دور ہوتا ہے اور انہیں تسکین نصیب ہوتی ہے۔

(2) کافروں کے ساتھ جنگ سے دل ہلکے ہو جائیں گے۔ انہوں نے مسلمانوں کو گھروں سے نکالا اب اپنے انجام کو پہنچے۔

(3) ﴿وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ﴾ "اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے توبہ کی توفیق دیتا ہے" اللہ تعالیٰ کافروں میں سے جسے چاہتا ہے اسلام قبول کرنے اور توبہ کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لیے اسلام کو پسندیدہ اور کفر، فسق اور نافرمانی کو قابل نفرت بنا دیتا ہے۔

(4) قریش کے سرداروں اور عام لوگوں میں کتنے ہی ایسے ہیں جنہیں فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی اور وہ مسلمان ہوئے جیسے عکرمہ بن ابی جہل، ابوسفیان اور سہل بن عمرو وغیرہ۔ (اشرف الحواشی: 227/1)

(5) یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ مکہ تو سن 8 ہجری میں فتح ہو چکا تھا اور سورۃ براءۃ سن 9 ہجری میں نازل ہوئی پھر ان آیات میں کون سے جہاد کی ترغیب دی گئی ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے صاحب روح المعانی (روح المعانی: 62/10) میں لکھتے ہیں کہ سورۃ براءۃ کی ابتدائی آیات فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی تھیں اور یہ آیات اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد اور نصرت کی خوشخبری دی ہے۔ (انوار البیان: 560/2)

(6) ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ "اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے" (i) اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا مطلب ہے کہ وہ سارے معاملات کی حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ ﴿حَكِيْمٌ﴾ ہے اس کے سارے اقدامات گہری حکمت کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔

(7) یعنی وہ تمام اشیاء کو ان کے مقام پر رکھتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون ایمان لانے کی صلاحیت رکھتا ہے؟ چنانچہ وہ اس کی راہ نمائی کرتا ہے اور کون اس صلاحیت سے محروم ہے؟ وہ اس کو اس کی گمراہی اور سرکشی میں غلطاں چھوڑ دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1020/1)

سوال 2: کافروں کے دل اسلام کی طرف کیسے مائل ہو سکتے ہیں؟

جواب: (1) مسلمانوں کی فتح کے نتیجے میں کافروں کے دل اسلام کی طرف مائل ہو سکتے ہیں۔

(2) کافروں کی بصیرت ان کی توجہ اسلام کے مستقبل کی طرف مبذول کروا سکتی ہے کہ مستقبل اسلام کا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) کافروں کو مسلمانوں کی فتح سے یہ شعور نصیب ہو سکتا ہے کہ اوپر کوئی طاقت ہے جو مسلمانوں کو قوت دے رہی ہے۔

سوال 3: مسلمانوں کو جنگ میں دوہرا اجر کیسے مل سکتا ہے؟

جواب: (1) جہاد فی سبیل اللہ سے مسلمانوں کو اجر ملتا ہے۔ (2) کافروں کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو اجر ملتا ہے۔

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ

”یا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ان لوگوں کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے

وَ لَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ

اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو راز دار نہیں بنایا

وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ع 2/10/8

اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے“ (16)

سوال 1: مسلمانوں کو بھی آزمائش کے بغیر نہیں چھوڑا جاتا، اس کی وضاحت ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بھی آزمائش کے بغیر نہیں چھوڑیں گے اور انہیں ضرور ایسی باتوں سے آزمائیں گے جن سے سچے مسلمانوں اور منافقوں میں فرق ہو سکے۔

(2) اسی لیے فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا﴾ ”یا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے؟“ یعنی کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں آزمائش کے بغیر ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا مومن اور منافق، جھوٹے اور سچے کے درمیان فرق کرنے کے لیے کوئی عملی امتحان نہیں ہوگا کہ تمہیں حکم دیا جائے، پھر چھوڑ دیا جائے کہ آیا تم عمل کرتے ہو یا نہیں۔

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (۲) وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ (۳)﴾ ”کیا لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ کہہ دیں ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ اور یقیناً ہم نے ان لوگوں کو بھی آزمایا جو ان سے پہلے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنہوں نے سچ کہا اور یقیناً وہ جھوٹوں کو بھی ضرور جان لے گا۔“ (العنکبوت: 3،2)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور تا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خالص کر لے جو ایمان لائے اور کافروں کو مٹا دے۔'' (آل عمران:141)

(5)﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو یہاں تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے اور کبھی ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں غیب کی اطلاع دے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔'' (آل عمران:179)

(6) یعنی کیا تمہیں اسی حال پر چھوڑ دیا جائے گا اور تمہیں جہاد کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ (تفسیر قاسمی:144/8)

(7)﴿وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ان لوگوں کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے'' اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کون خالص اور سچا مومن ہے اور کون محض زبانی دعوے کرنے والا منافق ہے لیکن وہ لوگوں پر ظاہر کرنے کے لیے ہر شخص کو امتحان میں ڈالتا ہے تا کہ یہ پتہ چل جائے کہ کون اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جہاد کرتا ہے۔

(8)﴿وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً﴾ ''اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو راز دار نہیں بنایا'' یعنی انہوں نے کفار کو اپنا دوست نہیں بنایا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل ایمان کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاد اس لئے مشروع فرمایا، تا کہ اس سے یہ عظیم مقصد حاصل ہو سکے اور وہ عظیم مقصد یہ ہے کہ سچے لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو صرف دین کے لیے وقف کر رکھا ہے، ان جھوٹے لوگوں سے ممیز ہو جائیں جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور حال ان کا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنین کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا دلی دوست اور مددگار بناتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1021/1)

(9)﴿وَلِيْجَةً﴾ کسی وادی کے اس غار کو کہتے ہیں جہاں راستہ چلنے والے بارش کی وجہ سے پناہ لیں۔ اس سے مراد دلی دوست ہے۔

(10) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاۗءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۤ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۤ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے یقیناً انہوں نے اس کا انکار کیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمہیں اس بنا پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو تم چھپا کر ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں جانتا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو شخص بھی ایسا کرے یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔'' (الممتحنۃ:1)

(11) نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطَى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ﴾ ''جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی، اللہ تعالیٰ کے لیے دشمنی کی، اللہ تعالیٰ کے لیے اپنا مال دیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے روک لیا اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔'' (ترمذی:2521) (ابوداؤد:4681)

(12) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل ایمان سے محبت اور دوستی رکھتے تھے اور کافروں سے بے زاری اور نفرت کا اظہار کرتے اور ان سے دشمنی رکھتے تھے۔ عطاء سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا عبیدہ بن عمیر کو ذکر کرتے سنا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قنوت میں یہ دعا مانگی: یا اللہ! مومن مردوں اور مومن عورتوں کو، مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دے اور ان کی آپس میں اصلاح فرما دے۔ اپنے اور ان کے (مشترکہ) دشمن کے خلاف ان کی مدد فرما۔ اے اللہ! اہل کتاب میں سے ان کافروں پر اپنی لعنت فرما جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے رسولوں سے جنگ کرتے ہیں۔ اے اللہ! ان کے معاملات میں اختلاف ڈال دے، ان کے قدم ڈگمگا دے اور ان پر ایسا عذاب نازل فرما جسے تو مجرم لوگوں سے پھیرتا نہیں۔ (مسلم:1544) (بخاری:797)

(13) ﴿وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ خبیر ہے یعنی دلوں کے اعمال و احوال سے بھی اور ظاہری معاملات سے بھی پوری طرح باخبر ہے۔ وہ اس طرح آزمائش کرتا ہے کہ حقیقت ظاہر ہو جائے۔ (14) وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے اس لیے تمہیں تمہارے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

سوال 2: مومن کب اللہ تعالیٰ، رسول اللہ اور اہل ایمان کے علاوہ کسی کو ﴿وَلِيْجَةً﴾ (دلی دوست) نہیں بناتا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) جب مومن اللہ تعالیٰ کے حکم کو جان لیتا ہے اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ کافروں سے دوستی کرنے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے خلاف عذاب کی حجت دے دوں تو وہ اللہ تعالیٰ، رسول اور اہل ایمان کے علاوہ کسی کو اپنا ﴿وَلِيجَةً﴾ (دلی دوست) نہیں بناتا جیسا کہ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کے لیے ایک واضح حجت بنالو؟" (النساء:144)

(2) جب مومن اللہ تعالیٰ کے لئے جہاد کرنے والا بن جاتا ہے تو اس کے دلی تعلقات اللہ تعالیٰ، رسول اور اہل ایمان سے ہو جاتے ہیں اس وجہ سے وہ ان کے سوا کسی اور کو اپنا دلی دوست نہیں بنا سکتا۔ جب مومن کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اگر میں نے کافروں سے دلی دوستی رکھی تو میرا شمار بھی ان ہی میں سے ہوگا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو یقینا وہ انہی میں سے ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (المائدۃ:51) اس علم کے بعد وہ کافروں کو دوست نہیں بناتا۔

(3) جب مومن دین سے محبت کرتا ہے اور اس کو یقین آجاتا ہے کہ کافروں نے دین کو تماشا بنا لیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کے ماسوا کسی سے دلی دوستی نہیں کرتا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کافروں کو اور ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، اپنا دوست نہ بناؤ، انہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا رکھا ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم مومن ہو!" (المائدۃ:57)

(4) جب مومن یہ جان لیتا ہے کہ کافر اس کی مصیبت سے خوش ہوتے ہیں پھر وہ کافروں سے دلی دوستی نہیں کرتا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ۖ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ﴾ "اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو ان کی خفیہ تدبیر تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ یقینا جو وہ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔" (آل عمران:120)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) جب مومن کو یقین ہو جاتا ہے کہ کافر مسلمانوں کو دین اسلام سے ہٹا کر لادینیت اور گمراہی پر لانا چاہتے ہیں پھر وہ کافروں سے دلی دوستی نہیں کرتا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَدَّتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَوۡ يُضِلُّوۡنَكُمۡ ؕ وَمَا يُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ﴾ ”اہل کتاب میں سے ایک گروہ خواہش رکھتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کر دیں حالانکہ وہ نہیں گمراہ کر رہے مگر اپنی جانوں کو اور وہ شعور نہیں رکھتے۔“ (آل عمران:69)

(6) جب مومن کو یقین ہو جاتا ہے کہ کافر مسلمانوں کو ملیا میٹ کر کے رکھ دینا چاہتے ہیں پھر وہ کافروں سے دلی دوستی نہیں کرتا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَةً مِّنۡ دُوۡنِكُمۡ لَا يَاۡلُوۡنَكُمۡ خَبَالًا ؕ وَدُّوۡا مَا عَنِتُّمۡ ۚ قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ۖۚ وَمَا تُخۡفِىۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَكۡبَرُ ؕ قَدۡ بَيَّنَّا لَكُمُ الۡاٰيٰتِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، وہ تمہیں کسی طرح برباد کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے، وہ پسند کرتے ہیں ایسی چیز کو جو تمہیں مصیبت میں ڈال دے، ان کا بغض ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے سینے چھپاتے ہیں زیادہ بڑا ہے۔ یقیناً ہم نے تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں اگر تم سمجھتے ہو۔“ (آل عمران:118)

(7) جب مومن یقین کر لیتا ہے کہ کافر اور مسلمان دو مختلف گروہ ہیں جن میں دوستی اور اتحاد ممکن نہیں پھر وہ کافروں سے دلی دوستی نہیں کرتا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ ﴿۶﴾﴾ ”آپ کہہ دیں کہ اے کافرو! میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔“ (الکافرون:1-6)

سوال 3: اس دور میں مسلمانوں کے لئے کیوں ضروری ہو گیا تھا کہ وہ تمام مشرکین سے جنگ کریں؟

جواب: (1) جنگ اس لیے ضروری تھی کہ مسلمانوں کے خلاف پائے جانے والے خفیہ معاہدے ختم ہو جائیں گے۔

(2) منافقوں کی نیتوں کا فتور سامنے آ جائے گا۔ (3) کاروباری تعلقات کے عذر ختم ہو جائیں گے۔

(4) کھوٹے اور کھرے کا امتیاز ہو جائے گا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ

''مشرکوں کے لیے کبھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں حالانکہ اپنے آپ پر وہ کفر کی شہادت دینے والے

اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ﴾

ہیں۔یہی لوگ ہیں جن کے سارے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ ہمیشہ آگ ہی میں رہنے والے ہیں'' (17)

سوال: مشرک اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کرنے کے اہل نہیں ہیں، اس کی وضاحت ﴿مَا كَانَ ... خٰلِدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ﴾ ''مشرکوں کے لیے کبھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں'' مشرکوں کے لیے مناسب نہیں کہ عبادات اور نیکیوں کے ذریعے سے مساجد کو آباد کریں کیونکہ یہ مسجدیں تو اللہ وحدہ لاشریک کے نام پر بنائی گئی ہیں۔

(2) کیسے ممکن ہے کہ جو مساجد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بنائی گئی ہوں انہیں مشرک آباد کریں؟

(3) جس نے یہاں ﴿مَسْجِدَ اللّٰهِ﴾ پڑھا ہے تو اس نے مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ مراد لی ہے۔

(4) مساجد اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان میں کسی کا نام نہیں لیا جا سکتا۔ کیسے ممکن ہے کہ ان کی تعمیر میں وہ لوگ حصہ لیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہوں؟

(5) ﴿شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ﴾ ''حالانکہ اپنے آپ پر وہ کفر کی شہادت دینے والے ہیں'' یعنی جب وہ اپنے کفر کی گواہی دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد نہیں کر سکتے۔

(6) مساجد کی تعمیر کا حق اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والوں کا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ تعمیر کا حق انہیں دے دیا جائے جن لوگوں کی زندگیاں ایمان کی بجائے کفر کی گواہی دے رہی ہوں!

(7) ﴿اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے سارے اعمال ضائع ہو گئے'' یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال باطل ہو گئے ان پر نہ ثواب ملے گا نہ نجات ہوگی۔ (ایسر التفاسیر:540)

(8) اعمال کی جزا کا انحصار اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان ہے اور مشرک تو روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کے معاملہ میں ان کا تصور ہی غلط تھا۔ انہوں نے سب خدائی اختیارات و تصرفات تو اپنے دیوی دیوتاؤں اور بزرگوں کو دے رکھے تھے لہٰذا ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان کے اچھے اعمال ضائع ہوں گے اور شرک اور بد اعمالی کی وجہ سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہوگا۔ (تیسیر القرآن:190/2)

(9) مشرکین کے اعمال شرک کی وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں کیونکہ اعمال وہی قابل اعتبار ہیں اور عبادت بھی وہی قابل قبول ہے جس کی بنیاد درست عقیدے پر ہو۔ جس کا عقیدہ درست نہ ہو اس کے اعمال کیسے پھل پھول سکتے ہیں۔ عقیدے کی غلطی اعمال ضائع کرا دیتی ہے۔

(10) ﴿وَفِي النَّارِ هُمۡ خٰلِدُوۡنَ﴾ ''اور وہ ہمیشہ آگ ہی میں رہنے والے ہیں'' ان کے اندر اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے وہ آگ میں داخل ہوں گے۔ اس سے کبھی نکل نہیں پائیں گے اس لیے ان کے پاس کوئی ایسا عمل نہیں ہوگا جو ان کے لیے سفارشی بن سکے اور انہیں وہاں سے نکلوا سکے۔ (ایسر التفاسیر:541,540)

﴿اِنَّمَا يَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ

''یقیناً اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی

وَلَمۡ يَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُهۡتَدِيۡنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرا تو اُمید ہے کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے'' (18)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی مساجد کو کون لوگ آباد کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّمَا ... الۡمُهۡتَدِيۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا يَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اس کے گھروں کو آباد کرنے کا حق دار کون ہو سکتا ہے یعنی ان میں عبادات کرنے اور ان کو پاک کرنے کا حق کس کا ہے۔ (ایسر التفاسیر:541)

(2) ﴿مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا'' اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر صدق دل سے یقین رکھتا ہے۔ خالص اسی کی عبادت کرتا ہے اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردوں کو ان کی قبروں سے نکالیں گے۔ (جامع البیان:16481)

(3) اصحاب رسول کا بیان ہے کہ مسجدیں اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں جو ان میں داخل ہو اللہ تعالیٰ کا ان پر حق ہے کہ مساجد کا احترام کرے۔ (ابن کثیر:330/2)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو نماز کی اذان سن کر پھر بھی مسجد میں آ کر باجماعت نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے کیونکہ مسجدوں کی آبادکاری کرنے والے اللہ تعالیٰ کے اور قیامت کے ماننے والے ہی ہوتے ہیں۔ (ابن کثیر:330/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کی'' یعنی جو فرض اور مستحب نمازوں کو ان کے ارکان، سنن اور آداب و شرائط کے ساتھ قائم کریں اور باطنی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور اسی کی طرف توجہ رکھے۔

(6)﴿وَاٰتَى الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوٰۃ ادا کی'' یعنی جو زکوٰۃ ادا کریں۔ جو لوگ مال میں سے اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ کو ادا کریں۔ (جامع البیان:16481)

(7) یعنی مستحق لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرے۔

(8)﴿وَلَمۡ يَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرا'' جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ایک کا بھی خوف نہیں رکھتا۔ (ایسر التفاسیر:540)

(9) یعنی اپنی خشیت کو اللہ تعالیٰ پر مرکوز رکھتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1/1022)

(10) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ (ابن ابی حاتم:6/1766)

(11) اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے ڈرنا شرک خفی ہے۔

(12)﴿فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُهۡتَدِيۡنَ﴾ ''تو امید ہے کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے'' ﴿عَسٰى﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وجوب کے معنوں میں آتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1/1022)

(13) یعنی وہ آگ سے نجات کے راستے اور جنت کی کامیابی کے راستہ کی طرف ہدایت پانے والے ہوں گے۔ (ایسر التفاسیر:541)

سوال 2: احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں مساجد کو آباد کرنے کی فضیلت بیان کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ انصاف کرنے والا حاکم، وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے، دو ایسے شخص جو اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھتے ہیں، اسی پروہ جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، ایسا شخص جسے کسی خوب صورت اور عزت دار عورت نے بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، وہ انسان جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگ جائیں۔'' (بخاری:1423)

(2) سیدنا ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلۡمَلَائِكَةُ تُصَلِّيۡ عَلٰى اَحَدِكُمۡ مَا دَامَ فِيۡ مُصَلَّاهُ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الَّذِي صَلَّى فِيهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ تَقُولُ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ﴾ ''فرشتے اس شخص کے لیے دعا کرتے ہیں جو نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا رہے جب تک اس کو حدث لاحق نہ ہو۔ فرشتے یوں کہتے رہتے ہیں یا اللہ تعالیٰ! اس کو بخش دے یا اللہ تعالیٰ! اس پر رحم کر۔'' (بخاری:445)

سوال 3: مسجد کے آداب بیان کریں؟

جواب: مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بنانے، بلند کرنے اور آباد کرنے کا حکم دیا ہے۔ (النور:37,36)

ان مساجد کے لئے مسلمانوں کو یہ آداب سکھائے گئے ہیں:

(1) مساجد کی طرف خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جانا چاہیے۔

(2) مساجد کی طرف سکون اور وقار کے ساتھ جانا چاہیے۔ (بخاری:636)

(3) عورت کو خوشبو لگا کر مسجد نہیں جانا چاہیے۔ (مسلم:996، 999، ابن ماجہ:4002)

(4) مسجد میں داخل ہونے کے آداب:

(i) پہلے دایاں پاؤں اندر رکھنا چاہیے۔

(ii) اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ پر درود بھیجنا چاہیے۔ (ابن ماجہ:773)

(iii) مسجد میں داخل ہونے کی دُعا: ﴿اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ﴾ ''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے'' (مسلم:1652)

(iv) دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرنی چاہیے۔ یہ سنتِ مؤکدہ ہے جس کا نبی ﷺ نے حکم دیا۔ (بخاری:444)

(5) مسجد کی تعظیم کرنی چاہیے: (i) سجدہ میں اونچی آواز سے کلام نہیں کرنا چاہیے۔

(ii) مسجد میں شور و غل نہیں مچانا چاہیے۔

(iii) اہانت آمیز انداز میں مسجد میں نہیں بیٹھنا چاہیے۔

(iv) بغیر وضو کے نہیں بیٹھنا چاہیے۔ ان سب آداب کا مقصد اللہ تعالیٰ کے گھر اور اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم ہے۔ (الحج:32)

(6) مسجد میں لغو کام نہیں کرنے چاہیے۔

(7) مساجد کو راستے نہیں بنانا چاہیے۔ (صحیح الجامع:5896)

(8) مسجد میں اپنے لئے مخصوص مقام نہیں بنانا چاہیے۔ (ابوداؤد:862)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

7

(9) مسجد کی صفائی کا خیال رکھنا چاہیے۔ (بخاری:416,415، مسلم:1231-1233)

(10) نیند آنے پر مسجد سے اُٹھ جانا چاہیے۔ (ابوداؤد:1119)

(11) عورتوں کے لئے مخصوص الگ دروازے سے مردوں کو نہیں جانا چاہیے۔ (ابوداؤد:462)

(12) تیز دھار آلہ لے کر مسجد میں نہیں جانا چاہیے۔ (بخاری:7075، مسلم:6664)

(13) مسجد کی زیب و زینت میں اِسراف نہیں کرنا چاہیے۔ (صحیح الجامع:5/855-859)

(14) مساجد میں گم شدہ چیز کا اعلان نہیں کرنا چاہیے۔ (مسلم:1260)

(15) مسجد میں خرید و فروخت نہیں کرنی چاہیے۔ (ابوداؤد:1079، ترمذی:322)

(16) دل کو مسجد میں اَٹکے رہنا چاہیے۔ (بخاری:660)

(17) مسجد سے نکلنے کے آداب: (i) مسجد سے نکلتے ہوئے بایاں پاؤں پہلے باہر نکالنا چاہیے۔ (ii) اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے نکلنا چاہیے۔ (ابن ماجہ:773) (iii) مسجد سے نکلنے کی دعا: ﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ﴾ ”اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔“ (مسلم:1652، ابوداؤد:465)

(18) مسجد میں دوبارہ آنے کی نیت لے کر جانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں مساجد کی محبت عطا کرے اور ہمیں مساجد بنانے، آباد کرنے اور ان کے حقوق پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سوال 4: بندہ خالص کیسے ہوتا ہے؟

جواب: (1) جب بندے کی سوچ اور اس کا عقیدہ پاک ہوتا ہے۔ تو اس کے خلوص کا آغاز ہو جاتا ہے۔

(2) مومن کی عبادات پاک ہوتی ہیں تو وہ خالص ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

(3) مومن کے اعمال غیر اللہ کے خوف سے پاک ہوتے ہیں تو وہ خالص ہو جاتا ہے۔

﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

”کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام کو آباد کرنا اس جیسا بنا دیا جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا

وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

اور اُس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں برابر نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا“ (19)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول ﷺ کے منبر کے پاس تھا کہ ایک شخص نے کہا مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام لانے کے بعد سوائے حاجیوں کو پانی پلانے کے کوئی عمل نہ کروں اور دوسرے نے کہا مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام لانے کے بعد مسجد حرام کو آباد کرنے کے علاوہ کوئی عمل نہ کروں۔ تیسرے نے کہا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد اس سے افضل ہے جو تم نے کہا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب کو ڈانٹا اور کہا کہ اپنی آواز کو رسول ﷺ کے منبر کے پاس بلند نہ کرو۔ یہ جمعہ کا دن تھا لیکن جمعہ کے دن کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے آپ ﷺ سے اس کا فتویٰ طلب کیا جس میں انہوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''کیا تم حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد کرنے کو اس شخص کے عمل کے برابر قرار دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ہو۔'' (صحیح مسلم:4871)

(2) علی بن ابو طلحہ نے اس آیت کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ عباس بن عبدالمطلب کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب انہیں بدر کے دن قیدی بنا لیا گیا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ اگر تم ہم سے اسلام، ہجرت اور جہاد میں سبقت لے گئے ہو تو کیا ہوا، ہم بھی تو مسجد حرام کو آباد رکھتے، حاجیوں کو پانی پلاتے اور فدیہ دے کر قیدیوں کو چھڑاتے رہے ہیں۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل کیا اور فرمایا کہ تمہارے یہ تمام اعمال حالتِ شرک میں تھے اور شرک کے ساتھ میں کسی عمل کو قبول نہیں کرتا۔ (تفسیر طبری:10/122،123)

سوال 2: حاجیوں کو پانی پلانا اور خانہ کعبہ کو آباد کرنا ایمان و جہاد کے برابر نہیں، اس کی وضاحت ﴿اَجَعَلْتُمْ ... يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جب بعض مسلمانوں کے درمیان یا بعض مشرکوں اور مسلمانوں کے درمیان اس بات پر اختلاف ہوا کہ مسجد حرام کو تعمیر کرنا، اس میں نماز پڑھنا، اس میں عبادت کرنا اور حاجیوں کو پانی پلانا زیادہ افضل ہے یا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

(2) ﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ﴾ ''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا بنا دیا'' جہاں پلانے کا ذکر مطلقاً کیا جائے تو اس سے مراد آب زم زم پلانا ہوتا ہے۔

(3) ﴿وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''اور مسجد حرام کو آباد کرنا'' یعنی مسجد حرام کی تعمیر اور اس گھر کی حفاظت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''جیسا کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا'' مشرک کہتے تھے کہ بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانا ایمان اور جہاد سے بہتر ہے۔ انہیں حرم کی خدمات پر بڑا فخر تھا ان سے مخاطب ہو کر رب العزت نے فرمایا کہ تمہارے سامنے آیات پڑھی جائیں تو منہ پھیر جاتے ہو۔ تمہارے مقابلے میں ایمان اور جہاد کی قدر و قیمت اور بھی زیادہ ہے۔

(5)﴿ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں برابر نہیں ہیں'' جن لوگوں کے عقائد خالص نہیں ہوتے اور وہ نیک اعمال اور جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ نہیں لیتے ان کی زندگی حق کی شہادت دینے کی بجائے کفر کی شہادت دیتی ہے۔ اس کے ساتھ اگر کوئی نیکی کے کام کرے جیسے حاجیوں کو پانی پلانا، مسجد حرام کی آبادکاری کی کوششیں کرنا تو اس کے پیچھے کچھ مفادات ہوتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کو خالص اور سچے جذبے چاہئیں جو سچے ایمان کے ساتھ جہاد کے ذریعے سامنے آتے ہیں۔ اس لیے دونوں طرح کے لوگ برابر نہیں ہو سکتے۔

(6) جہاد اور ایمان کئی درجے افضل ہیں کیونکہ ایمان دین کی بنیاد ہے اور اسی کے ساتھ اعمال قبول ہوتے ہیں اور اسی کے ساتھ تزکیہ ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''جہاد فی سبیل اللہ تو دین اسلام کا کوہان ہے۔'' جہاد کے ذریعے دین کی حفاظت ہوتی ہے جو شریعت کے مقاصد میں سے پہلا مقصد ہے۔ جہاد کے ذریعے باطل کی بیخ کنی کی جاتی ہے اور حق کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ جہاد سے ہی دین میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

(7) جہاں تک مسجد حرام کو آباد کرنا حاجیوں کو زم زم پلانا ہے تو یہ نیک اعمال ہیں لیکن ایمان کے بغیر قبول نہیں ہوتے کیونکہ ایمان اعمال صالحہ کی بنیاد ہے۔ (8) حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی آبادکاری میں وہ مصالح نہیں ہیں جو ایمان اور جہاد کی مثال میں ہیں لہٰذا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

(9)﴿ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' ظالم وہ ہے جو شرک کرتا ہے اور شرک کے ساتھ اگر کوئی بیت اللہ کا معمار بن جائے، حاجیوں کا خادم بن جائے تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتا۔

(10) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو ظلم کرتے ہیں جو بھلائی کو قبول نہیں کرتے اللہ تعالیٰ انہیں نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق نہیں دیتا یعنی ہدایت نہیں دیتا۔

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں'' (20)

سوال: ایمان لانے، ہجرت کرنے اور جہاد کرنے والوں کی جو فضیلت بیان کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ... الْفَآئِزُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر پر فخر کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان اور جہاد کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔ (جامع البیان)

(2) اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ ایمان لانے، ہجرت کرنے اور اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کا درجہ اس کے نزدیک زیادہ بڑا ہے۔ (3) ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''جو لوگ ایمان لائے'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق کی۔

(4) ﴿وَهَاجَرُوْا﴾ ''انہوں نے ہجرت کی'' جنہوں نے ہجرت کی اپنے گھر بار چھوڑے، وطن سے اور رشتہ داروں سے دور ہوئے۔

(5) ﴿وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا'' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کے راستے میں مشرکوں سے اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کیا۔

(6) ﴿بِاَمْوَالِهِمْ﴾ ''اپنے مالوں کے ساتھ'' یعنی اپنا مال جہاد کے لیے لگایا۔ جہاد کرنے والوں کو سامان مہیا کرنے کے لیے خرچ کیا۔ (7) ﴿وَاَنْفُسِهِمْ﴾ ''اور اپنی جانوں کے ساتھ'' اور جو خود جہاد کے لیے نکلتے ہیں۔

(8) ﴿اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجے میں زیادہ بڑے ہیں'' اس سے بڑا درجہ ہے یعنی فضیلت مراد ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسروں کے درجے اسفل ہیں کیونکہ اس کے مقابلے میں دوسرے لوگوں کے اعمال تو ضائع گئے جنہوں نے شرک کیا اور ساتھ ظاہری نیکی کے کچھ کام بھی کر لیے۔

(9) ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔'' وہی لوگ آگ سے نجات پانے والے اور جنت میں داخل ہونے والے ہوں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (۱۰) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۱) يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۱۲)﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے۔ وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ابدی جنت کے پاکیزہ گھروں میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (الصف:10-12)

(10) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام چلنا (یا گزارنا) دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔'' (صحیح مسلم:4873)

(11) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! کون سا عمل افضل ہے؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور (پھر) اس کی راہ میں جہاد کرنا۔'' (بخاری:2785)

(12) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کون شخص سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان اور مال سے جہاد کرے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اس کے بعد کون ہے؟ فرمایا: ''وہ مومن جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہنا اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو اور لوگوں کو چھوڑ کر اپنی برائی سے ان کو محفوظ رکھتا ہو۔'' (بخاری:2786)

(13) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجیے جو ثواب میں جہاد کے برابر ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا (جو جہاد کے برابر ہو)۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''کیا تم میں اتنی ہمت واستطاعت ہے کہ مجاہد کے جہاد پر جانے کے فوراً بعد تم اپنی مسجد میں داخل ہو جاؤ اور (اس کے لوٹ آنے تک) مسلسل قیام کرتے رہو اور کبھی نہ تھکو اور روزہ رکھتے رہو اور کبھی افطار نہ کرو؟'' پھر آپ ﷺ نے خود فرمایا: ''یہ طاقت کس میں ہو سکتی ہے؟'' (بخاری:2785)

(14) سیدنا معاذ بن انس جہنی انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا تو آپ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا، یارسول اللہ ﷺ! آپ نے لشکر روانہ کیا ہے اور میرا خاوند جہاد پر چلا گیا ہے۔ (بات یہ ہے کہ) جب وہ یہاں تھا تو میں اس کی نماز، روزہ میں اقتدا کرتی اور اس کے ساتھ ہر نیکی کا کام کرتی تھی، اب مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو میں کرتی رہوں اور مجھے اس کے جہادی عمل کے برابر ثواب ملے، حتیٰ کہ وہ واپس پلٹ آئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ تو مسلسل قیام کرے اور بیٹھی نہ رہے اور روزے رکھے اور کبھی افطار نہ کرے اور مسلسل اللہ تعالیٰ کا ذکر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرے اور کبھی غافل نہ ہو (حتیٰ کہ وہ واپس آجائے)۔'' اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں یہ طاقت رکھتی ہوں؟ فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تجھ میں اتنی طاقت ہو بھی تو پھر بھی تو اپنے خاوند کے جہاد کے اجر کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔'' (مستدرک حاکم: 2397)

(15) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے نکل جاؤں اور مجھے اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ ان سب کو سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے ایسے لشکر کے ساتھ جانے سے بھی نہ رکتا جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں غزوہ کے لیے جارہا ہوتا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری تو آرزو ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔'' (بخاری: 2797)

(16) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری راہ میں اس طرح نکلا کہ میری راہ میں جہاد، مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے ہی اسے نکلنے پر مجبور کیا تو میری یہ ذمہ داری ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں یا اسے اس کے مسکن تک جہاں سے وہ نکلا ہے اس طرح واپس لاؤں کہ وہ اجر یا غنیمت سے مالا مال ہو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی شخص کو جو بھی زخم آئے گا وہ قیامت کے دن اسی زخمی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا اس زخم کا رنگ تو خون کا ہوگا لیکن اس کی خوشبو مشک کی ہوگی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر میری امت کے لیے تکلیف دہ نہ ہوتا تو میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑی جانے والی کسی بھی جنگ میں پیچھے نہ رہتا لیکن نہ تو میرے پاس اتنی وسعت ہے کہ میں ان سب کو سامان جنگ مہیا کرسکوں اور نہ ان کو خود ہی اس قدر وسعت حاصل ہے، مسلمانوں کو یہ بھی ناگوار گزرتا ہے کہ میں کسی مہم کے لیے نکلوں اور وہ پیچھے رہ جائیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، میری خواہش ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑوں اور مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں۔'' (صحیح مسلم: 4859)

(17) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص ایسا نہیں جس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب ہو اور وہ دنیا کی طرف لوٹنے کو پسند کرتا ہو اور نہ اس بات کو پسند کرتا ہو کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس کا ہو جائے، سوائے شہید کے وہ تمنا کرتا ہے کہ وہ دنیا میں واپس جائے پھر قتل کیا جائے بوجہ اس کے جو اس نے شہادت کی فضیلت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیکھی۔" (صحیح مسلم:4867)

(18) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "اللہ تعالیٰ کے راستے (یعنی جہاد) میں گھڑی بھر کھڑا ہونا حجر اسود کے سامنے لیلۃ القدر کے قیام سے بہتر ہے۔" (ابن حبان:4603)

﴿يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا

"اُن کا رب اُنہیں اپنی جانب سے رحمت اور رضامندی اور جنتوں کی خوش خبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے

نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ﴾

ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں" (21)

سوال: ایمان لانے، ہجرت کرنے اور جہاد کرنے والوں کو جو خوش خبری دی جا رہی ہے، اس کی وضاحت ﴿يُبَشِّرُهُمْ ...مُّقِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ﴾ "اُن کا رب اُنہیں اپنی جانب سے رحمت کی خوش خبری دیتا ہے" اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے، ہجرت کرنے اور جہاد کرنے والوں کو دنیا میں خوشخبری دی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت ہوگی یعنی اس کا لطف وکرم، احسان اور محبت جس کی وجہ سے وہ ان برائیوں کو دور کر دے گا، انہیں نیکی کے راستے پر چلائے گا اور انہیں نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق دے گا۔

(2) ﴿وَرِضْوَانٍ﴾ "اور رضامندی" اللہ تعالیٰ نے رضوان یعنی اپنی رضا کی خوشخبری دی ہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ جنت میں اللہ تعالیٰ رضامندی کا اعلان کرے گا پھر کبھی ناراض نہیں ہوگا۔ رضوان جنت کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہ رب رحیم کا کریم وعدہ ہے حدیث میں ہے کہ جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھیں گے کیا تم راضی ہو؟ تو وہ کہیں گے ہم کیسے راضی نہ ہوں اے ہمارے رب! پھر وہ فرمائے گا میں تمہیں وہ جزا عطا کروں گا جو ان سب سے افضل ہے میری رضا میں تم سے راضی ہوں اب تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

(3) ﴿وَّجَنّٰتٍ﴾ "اور جنتوں کی" اللہ تعالیٰ نے انہیں جنتوں کی خوشخبری دی ہے۔

(4) ﴿لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ﴾ "جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں" جنت میں دائمی نعمتیں ہوں گی نہ انہیں زوال آئے گا نہ وہ منقطع ہوں گی۔ (ایسر التفاسیر:542)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والی ہر قسم کی نعمتیں موجود ہوں گی، جن کی دل خواہش کریں گے اور جن سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی جن کے اوصاف اور مقدار کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا جو یہ نعمتیں عطا کرے گا۔ ان میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے لیے جنت میں سو درجے تیار کر رکھے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان۔ اگر تمام مخلوق ایک درجہ میں جمع ہو جائے تو اس ایک درجہ میں سما جائے۔ (تفسیر سعدی: 1024/1)

﴿خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ﴾

”وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہت بڑا اجر ہے“(22)

سوال: کامیاب ہونے والوں کے لیے آخرت میں جو مزید خوشخبریاں ہیں، ان کی وضاحت ﴿خٰلِدِيۡنَ... عَظِيۡمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) کامیاب ہونے والوں کے لیے آخرت میں مزید خوش خبریاں دی گئی ہیں۔ ﴿خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا﴾ ”وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں“ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ خیر کا ثواب دائمی ہوگا۔ جو ان کے گھر والوں پر بھی ہمیشہ رہے گا۔ کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ (ابن ابی حاتم: 1770/6)

(2) وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے، وہاں سے نہ نکلنا چاہیں گے نہ کہیں اور جائیں گے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی جنت میں داخل ہو جائے گا وہ نعمتوں میں داخل ہو جائے گا۔ اسے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی اس کے کپڑے پرانے ہوں گے۔ اور نہ ہی اس کی جوانی ختم ہوگی۔“ (صحیح مسلم: 7156)

(4) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ اے جنت والو! تمہارے لیے یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ تم صحت مند رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے اور تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور تم جوان رہو گے۔ اور تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔ اور تم آرام میں رہو گے۔ تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم اپنے اعمال کے بدلے میں اس جنت کے وارث ہو۔“ (صحیح مسلم: 7157)

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ﴾ ”یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہت بڑا اجر ہے“ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: اجر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عظیم جنت میں وافر جزا ہے۔(ابن ابی حاتم:1770/6)

(6) اجر عظیم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ یہ کوئی تعجب والا معاملہ نہیں۔ وہ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو بھی اپنا دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر

عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں'' (23)

سوال 1: مشرکوں سے دوستی ترک کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿يَاَيُّهَا ... الظّٰلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو ایمان کے تقاضے پورے کرو اور اس سے موالات یعنی دوستی کے تعلقات رکھو جو ایمان کے تقاضے پورے کرے اور جو ان تقاضوں کو پورا نہ کرے ان سے موالات ترک کر دو۔

(2) ﴿لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ﴾ ''اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو بھی اپنا دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں'' رب العزت نے حکم دیا ہے کہ جب قریبی رشتے داروں کو کفر عزیز ہو اور ان کی نظروں میں ایمان کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو اور وہ دلی رغبت اور خوشی سے ایمان پر کفر کو ترجیح دیں تو انہیں اپنا رفیق نہ بناؤ۔

(3) ﴿اَوْلِيَآءَ﴾ ولی کی جمع ہے اس سے مراد دلی دوستی ہے یعنی اپنے راز ان پر نہ کھولو اور تم ان کی مداح نہ کرو۔(ایسر التفاسیر:15/8)

(4) اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے یک سو ہونے کی دعوت دی ہے کہ رشتہ داریوں کی محبتوں، لذتوں، خوشیوں اور مفادات کو ایک پلڑے میں رکھ کر دوسرے میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ کو رکھ کر اختیار دیا جاتا ہے جسے چاہو پسند کر لو۔

(5) ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا! وہ ان ہی جیسا مشرک ہے کیونکہ جو شرک پر راضی ہے وہ مشرک ہے۔(قرطبی:25/4)

(6) ان سے دوستی رکھنے والا اس لیے ظالم ہے کہ انہوں نے بغض کی جگہ محبت اور ان کی رسوائی اور انتقام کی جگہ نصرت کو رکھ دیا۔ اس اعتبار سے کہ کسی چیز کو اس کے مقام پر نہ رکھنا اس کی جگہ سے ہٹا دینا ظلم ہے۔(ایسر التفاسیر:543,542)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جسارت کی اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اپنا دوست بنایا چونکہ ولایت اور دوستی کی اساس محبت اور نصرت ہے اور ان کا کفار کو دوست بنانا، کفار کی اطاعت اور ان کی محبت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و محبت پر مقدم رکھنے کا موجب ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر فرمایا ہے جو اس کا موجب ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت۔ اس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہر چیز پر مقدم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی محبت کو اس محبت کے تابع کیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1025/1)

سوال 2: دنیادارانہ زندگی اور خدا پرستانہ زندگی میں کیا فرق ہے؟

جواب:

دنیادارانہ زندگی	خدا پرستانہ زندگی
(1) لوگوں کے لیے اپنی فیملی پراپرٹی اور معاشی مفادات ہر چیز سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔	اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ ہر چیز سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔
(2) لوگ ہر چیز کے مقابلے میں پہلی ترجیح پر فیملی، جائیداد معاشی مفادات کو رکھتے ہیں۔	اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر ہر چیز چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔
(3) اپنا سب کچھ اپنی دنیا پر نچھاور کر دیتے ہیں۔	اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ پر وار دیتے ہیں۔

﴿قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ وَاِخۡوَانُكُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ وَعَشِيۡرَتُكُمۡ وَاَمۡوَالُ ۨ

”آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ اموال

اقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ

جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں

مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ ؕ

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے

وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ﴾ ع 3 8 9

اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا“ (24)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: اہل وعیال، عزیز واقارب اور مال ودولت کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد پر ترجیح دینے والوں کو جو وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلۡ ... الۡفٰسِقِيۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلۡ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان لوگوں کو وعید سنا دیں جو اپنے گھر والوں، رشتہ داروں اور خاندان والوں کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کی راہ سے زیادہ عزیز رکھتے ہوں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے آٹھ امور کا ذکر کیا ہے جن سے محبت کی جاتی ہے۔

(3) ﴿اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ﴾ ''کہ اگر تمہارے باپ'' اس حکم میں مائیں اور آباء بھی آتے ہیں۔

(4) اولاد اپنے ماں باپ سے محبت رکھتی ہے۔ وہ اپنے ماں باپ سے کچھ جسمانی، اخلاقی خصوصیات اور طبیعت اور مزاج ورثے میں پاتے ہیں۔ اہل عرب اپنے میلوں ٹھیلوں میں آباء پر فخر کرتے تھے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِذَا قَضَيۡتُمۡ مَّنَاسِكَكُمۡ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَذِكۡرِكُمۡ اٰبَآءَكُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِكۡرًا﴾ ''پھر جب تم اپنے حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اپنے آباء واجداد کو یاد کرنے کی طرح یا اس سے بھی زیادہ یاد کرنا۔'' (البقرہ:200)

(5) ﴿وَاَبۡنَآؤُكُمۡ﴾ ''اور تمہارے بیٹے'' یعنی نسبی بیٹے۔ آباء کی اور اپنے ابناء یعنی بیٹوں اور دیگر اولاد سے محبت فطری ہے۔ یہ محبت بیٹے کی باپ سے محبت سے زیادہ شدید ہوتی ہے۔ کتنی ہی چیزوں میں والدین اپنی اولاد کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ بچوں کے مستقبل کے لیے وہ کیسے صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور ان کی تعلیم وتربیت کے لیے مصروف عمل رہتے ہیں۔ رب العزت نے انہیں دنیا کی زندگی کی زینت کہا ہے۔ ﴿اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا﴾ ''مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔'' (الکہف:46)

(6) ﴿وَاِخۡوَانُكُمۡ﴾ ''اور تمہارے بھائی'' بھائیوں سے مراد نسبی بھائی ہیں۔ یہ محبت باہمی تعاون اور محبت کا تقاضا کرتی ہے۔

(7) ﴿وَاَزۡوَاجُكُمۡ﴾ ''اور تمہاری بیویاں'' زوجین کی باہمی محبت کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً﴾ ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔'' (الروم:21)

(8) ﴿وَعَشِيۡرَتُكُمۡ﴾ ''اور تمہارے خاندان'' یعنی دیگر عمومی رشتے دار جیسے دور کے چچا اور ان کی اولادیں۔ (ایسر التفاسیر:542) یہ محبت تعاون کا تقاضا کرتی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(9)﴿وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا﴾ ''اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں'' جس کے حصول میں مشقت برداشت کرتے ہو۔ کمائے ہوئے مال کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا ہے کیونکہ یہ اصحاب اموال کے نزدیک مرغوب ترین مال ہوتا ہے اور انہیں اس مال کی نسبت جو انہیں بغیر کسی محنت اور مشقت کے حاصل ہوتا ہے، زیادہ محبوب و مرغوب ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1026،1025/1)

(10) جو مال کمایا جاتا ہے وہ ورثے میں ملنے والے مال سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

(11)﴿وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا﴾ ''اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو'' یعنی سامان کے ارزاں ہونے اور اس میں نقصان واقع ہونے سے ڈرتے ہو۔ اس میں تجارت اور کاروبار کی تمام اقسام شامل ہیں، مثلاً ہر قسم کا سامان تجارت، مال کی قیمتیں، برتن، اسلحہ، اشیائے استعمال، غلہ جات، کھتیاں اور مویشی وغیرہ سب اسی زمرے میں آتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 1025،1024/1)

(12)﴿وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ﴾ ''اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو'' گھروں کی خوب صورتی اور ان کے رہنے والوں سے تعلق اور ان میں جی لگنے کی وجہ سے تم انہیں پسند کرتے ہو اور وہ تمہاری خواہشات اور پسند کے ترجمان ہوتے ہیں۔

(13)﴿اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''تمہیں اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبوب ہیں'' یعنی تمہیں منعم سے زیادہ محبوب ہو۔

(14)﴿وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''اور اس کے رسول سے'' اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب ہیں جو اس کی نعمتوں کے لیے واسطہ ہے۔

(15)﴿وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ﴾ ''اور اُس کی راہ میں جہاد'' یعنی جو اس کے دین کی سربلندی کے لیے راستہ ہے۔ (تفسیر قاسمی: 151/8)

(16) اگر تمہیں آباء اور ان کی اولاد، بھائی، بیویاں، خاندان، مال، تجارت اور گھر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کی راستے میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو تم فاسق، فاجر اور ظالم ہو۔

(17)﴿فَتَرَبَّصُوْا﴾ ''تو انتظار کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے کا انتظار کرو۔

(18)﴿حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ ''یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی قضا ہے اور وہ اس کا جلد آنے والا عذاب اور آخرت کا عتاب ہے یا فتح مکہ ہے اور یہ امر ڈراوے کا ہے یعنی ایمان سے محبت کے دعوے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے قہر سے بچو۔ (تفسیر قاسمی: 15/8) (i)﴿بِاَمْرِهٖ﴾ حسن رحمہ اللہ نے کہا! اس میں عذاب یا اللہ تعالیٰ کی عقوبت کا اشارہ ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے امر، اس کے عذاب اور اس کے عتاب کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔

(19)﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' اللہ تعالیٰ انہیں ان کی نجات اور ان کی سعادت کی توفیق نہیں دیتا۔ (ایسر التفاسیر: 543)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(20) فاسق اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے باہر نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی، اپنے رسول اور اپنے راستے میں جہاد کی محبت پر، اپنے رشتوں کی محبت اور مال، گھر اور تجارت کی محبت کو ترجیح دینے والے کو ہدایت نہیں دیتا۔

(21) یہ آیت کریمہ اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت فرض ہے اور دیگر تمام اشیاء کی محبت پر مقدم ہے۔ نیز آیت کریمہ میں اس شخص کے لیے نہایت سخت وعید اور شدید ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے جسے یہ مذکورہ اشیاء اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور جہاد سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کے سامنے دو امور پیش ہوں ان میں ایک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب ہو مگر اس میں اس کے نفس کی چاہت کا کوئی پہلو نہ ہو اور دوسرے معاملے کو نفس پسند کرتا ہو مگر اس کو اختیار کرنے سے اس چیز سے محروم ہو جاتا ہو جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتے ہیں یا اس چیز میں کمی واقع ہو جاتی ہو۔ اس صورت میں اگر وہ اس چیز کو اس امر پر ترجیح دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ظالم اور اس امر کا تارک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس پر واجب کیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1026،1025/1)

(22) آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد، بیٹے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔“ (صحیح بخاری: 14)

(23) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! سوائے اپنی جان کے آپ ﷺ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں فرمایا: ”ہاں عمر اب تیرا ایمان معتبر ہے۔“ (صحیح بخاری: 6632)

(24) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لیے محبت رکھے۔ تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔“ (بخاری: 16)

(25) سرداران قریش نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور بولے: ابو طالب آپ ہمارے اندر سن و شرف اور اعزاز کے مالک ہیں۔ ہم نے آپ سے گزارش کی کہ اپنے بھتیجے کو روکیے لیکن آپ نے نہیں روکا۔ آپ یاد رکھیے ہم اسے برداشت

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نہیں کر سکتے کہ ہمارے آباؤاجداد کو گالیاں دی جائیں، ہماری عقل وفہم کو حماقت زدہ قرار دیا جائے اور ہمارے خداؤں کی عیب چینی کی جائے۔ آپ روک دیجیے ورنہ ہم آپ اور ان سے ایسی جنگ چھیڑ دیں گے کہ ایک فریق کا صفایا ہو کر رہے گا۔ ابوطالب پر اس زور دار دھمکی کا بہت اثر ہوا اور انہوں نے رسول ﷺ کو بلا کر کہا: بھتیجے تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور ایسی باتیں کہہ گئے ہیں اب مجھ پر اور خود اپنے آپ پر رحم کرو اور اس معاملے میں مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میرے بس سے باہر ہے۔ یہ سن کر رسول ﷺ نے سمجھا کہ اب آپ ﷺ کے چچا بھی آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور وہ بھی آپ ﷺ کی مدد سے کمزور پڑ گئے، اس لیے فرمایا: ''چچا جان خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیں کہ میں اس کام کو اس حد تک پہنچائے بغیر چھوڑ دوں کہ یا تو اللہ تعالیٰ اسے غالب کر دے یا میں اس راہ میں فنا ہو جاؤں تو نہیں چھوڑ سکتا۔'' اس کے بعد آپ ﷺ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ آپ ﷺ رو پڑے اور اٹھ کر چلے گئے جب واپس ہونے لگے تو ابوطالب نے پکارا اور سامنے تشریف لائے تو کہا بھتیجے! جاؤ جو چاہو کہو خدا کی قسم میں تمہیں کبھی بھی کسی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا۔ (ابن ہشام: 266,265/1)

(26) سُعدیٰ والدہ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کی اس طرح زیارت کی کہ زید ان کے ہمراہ تھے۔ زمانہ جاہلیت میں بنی القین بن جَسر کے ایک لشکر نے ڈاکہ ڈالا۔ وہ بنی معن کے گھروں پر گزرے جو والدہ زید کی قوم تھی، انہوں نے زید کو اٹھا لیا۔ اس زمانے میں وہ کم سن بلوغ تھے اور خدمت کے قابل ہو گئے تھے۔ وہ لوگ انہیں بازار عکاظ میں لائے اور بیع کے لیے پیش کیا۔ انہیں حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی نے اپنی پھوپھی خدیجہ بن خویلد رضی اللہ عنہا کے لیے چار سو درہم میں خرید لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو انہوں نے زید کو آپ کے لیے ہبہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں لے لیا۔ حارثہ وکعب فرزندان شراحیل ان کا فدیہ لے کر روانہ ہوئے، دونوں مکہ آئے اور نبی ﷺ کو دریافت کیا تو کہا گیا کہ آپ ﷺ مسجد میں ہیں، وہ آپ کے پاس گئے اور کہا: اے فرزند عبداللہ وعبدالمطلب، اے فرزند ہاشم اور اے اپنی قوم کے سردار کے فرزند، تم لوگ اہل حرم اور اس کے ہمسایہ ہو اس کے بیت کے پاس ہو، غمگین کو غم سے چھڑاتے ہو اور اسیر کو کھلاتے ہو، ہم تمہارے پاس اپنے بیٹے کے معاملے میں آئے ہیں جو تمہارے پاس ہے لہٰذا ہم پر احسان کرو اور اس کا فدیہ قبول کرنے میں ہمارے ساتھ نیکی کرو، ہم فدیہ میں آپ کی قدر کریں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''وہ کون ہے؟'' انہوں نے کہا: زید بن حارثہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آیا اس کے سوا کسی اور صورت پر بھی راضی ہو؟'' انہوں نے کہا کہ وہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''زید کو بلاؤ۔'' انہیں اختیار دے دو اگر وہ تمہیں اختیار کر لیں تو بغیر فدیے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہارے لیے ہیں۔اور اگر وہ مجھے اختیار کریں تو واللہ میں ایسا نہیں ہوں کہ جو مجھے اختیار کرے میں اس کے لیے کسی اور کو اختیار کروں۔انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے ہمیں نصف سے زائد دے دیا،اور احسان کیا۔آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور فرمایا:''کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟''انہوں نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا:''یہ دونوں کون ہیں؟''انہوں نے کہا کہ یہ میرے والد اور چچا ہیں۔آپ نے فرمایا:''میں وہ شخص ہوں کہ تم نے جان لیا اور اپنے لیے میری محبت کو دیکھ لیا۔پھر مجھے اختیار کرو یا ان دونوں کو اختیار کرو۔'' زید نے کہا کہ میں وہ نہیں ہوں کہ آپ پر کسی اور کو اختیار کروں۔آپ ﷺ بجائے میرے ماں باپ کے ہیں۔ان دونوں نے کہا کہ اے زید! تم پر افسوس ہے کہ تم غلامی کو آزادی پر اور اپنے باپ اور چچا اور گھر والوں پر ترجیح دیتے ہو۔انہوں نے کہا: ہاں میں نے نبی ﷺ میں کوئی ایسی بات دیکھی ہے کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ ان پر کبھی کسی کو اختیار کروں۔رسول اللہ ﷺ نے یہ وفاداری دیکھی تو انہیں حجر اسود کے پاس لے گئے،فرمایا:''اے حاضرین گواہ رہو کہ زید رضی اللہ عنہ میرے بیٹے ہیں میں ان کا وارث ہوں،وہ میرے وارث ہیں۔'' (طبقات ابن سعد:3/207۔209)

(27) مصعب بن عمیر جوانی،خوب صورتی اور پیشانی کے بالوں میں مکّہ کے کپڑے پہنتے تھے۔وہ اہل مکہ میں سب سے زیادہ عطر لگانے والے تھے۔حضرمی جوتے پہنتے تھے۔رسول اللہ ﷺ ان کا ذکر کر کے فرماتے:''میں نے مکہ میں مصعب بن عمیر سے زیادہ خوب صورت بال والا،باریک کپڑے پہننے والا اور ناز و نعمت والا کسی کو نہیں دیکھا۔'' ابراہیم بن محمد بن شرجیل العبدری نے اپنے والد سے روایت کی کہ یوم احد میں مصعب بن عمیر نے جھنڈا اٹھایا،مسلمان ڈگمگا گئے تو مصعب اس کو لیے ہوئے ثابت قدم رہے۔ابن قمیہ آیا جو سوار تھا اس نے ان کے داہنے ہاتھ پر تلوار مار کے اسے کاٹ دیا مصعب کہہ رہے تھے:﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہی ہیں ان سے پہلے تمام رسول گزر گئے انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور اسے مضبوط پکڑ لیا۔اس نے بائیں ہاتھ پر تلوار مار کر اسے بھی کاٹ دیا تو انہوں نے جھنڈا مضبوط پکڑ لیا اور اسے اپنے بازوؤں سے سینے سے لگا لیا اور کہہ رہے تھے:﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ اس نے تیسری مرتبہ ان پر نیزے سے حملہ کیا اور ان کے جسم میں گھسیڑ دیا۔نیزہ ٹوٹ گیا مصعب گر پڑے اور جھنڈا بھی گر گیا۔عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ مصعب ابن عمیر کے پاس کھڑے تھے جو منہ کے بل پڑے ہوئے تھے۔نبی ﷺ نے یہ آیت ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ آخر تک۔''مومنین میں سے وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا'' (سورۃ الاحزاب:23) پڑھی۔پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ گواہی دیتے ہیں کہ قیامت کے دن تم اللہ تعالیٰ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک شہداء ہو۔ آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''لوگو! ان کی زیارت کرو، ان کے پاس آؤ اور انہیں سلام کرو کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ قیامت تک جو سلام کرنے والا انہیں سلام کرے گا یہ ضرور اس کے سلام کا جواب دیں گے۔'' خباب بن الارت سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی جس سے ہم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے تھے، اللہ تعالیٰ پر ہمارا اجر واجب ہو گیا۔ ہم میں سے بعض وہ ہیں جو اس طرح سے گزر گئے کہ انہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ نہ کھایا۔ انہیں میں سے مصعب بن عمیر ہیں جو یوم احد میں شہید ہوئے ان کے لیے سوائے ایک چادر کے اور کوئی چیز نہ ملی جس میں انہیں کفن دیا جاتا۔ راوی نے کہا کہ جب ہم اسے سر پر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے اور جب ان کے پاؤں پر ڈھانکتے تو سر کھل جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے جو حصہ سر کے متصل ہے اس پر کردو اور ان کے پاؤں پر اذخر (گھاس) رکھ دو۔ اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے پھل پک گئے ہیں وہ انہیں کاٹتا ہے۔'' (طبقات ابن سعد: 3/244، 245)

(28) قیس بن ابی حازم سے مروی ہے کہ میں نے سعد بن ابی وقاص کو کہتے سنا کہ واللہ! میں سب سے پہلا عرب ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکا۔ ہم لوگ اس حالت میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کیا کرتے کہ ہمارے لیے کھانا نہ ہوتا جسے کھاتے سوائے انگور کے پتوں کے اور ببول کے یہاں تک کہ ایک شخص ہمارا اس طرح اٹھا کے دوڑتا جس طرح بکری دوڑتی ہے حالانکہ اس کے لیے تیر کمان بھی نہ تھی۔ بنو اسد مجھے دین سے پھیرنے لگے (اگر ایسا ہوتا) اس وقت میں ناکامیاب ہوتا اور میرا عمل برباد ہو جاتا۔ (طبقات ابن سعد: 5/266)

(29) عامر بن سعد نے اپنے والد سے روایت کی کہ قبل اس کے کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف روانہ ہونے کے لیے ہم لوگوں کا معائنہ فرمائیں، میں نے اپنے بھائی عمیر بن ابی وقاص کو چھپتے دیکھا تو پوچھا اے برادر تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے دیکھ لیں گے تو بچہ سمجھ کر واپس کر دیں گے۔ میں روانہ ہونا چاہتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرما دیں۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیے گئے تو آپ ﷺ نے انہیں بچوں میں شمار کیا اور فرمایا: ''واپس جاؤ۔'' عمیر رونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ ان کی صغرسنی کی وجہ سے میں تلوار کا پرتلہ ان کے باندھا کرتا تھا، بدر میں قتل کر دیے گئے اس وقت وہ سولہ برس کے تھے۔ انہیں عمرو بن عبدود نے قتل کیا۔ (طبقات ابن سعد: 3/266)

(30) سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صہیب مہاجر ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قریش کی ایک جماعت نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

8

ان کا تعاقب کیا تو وہ اپنی سواری سے اتر پڑے۔ ترکش میں جو کچھ تھا نکال لیا اور کہا کہ اے گروہ قریش تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے اچھا تیر انداز ہوں بخدا تم مجھ تک اس وقت تک نہ پہنچ سکو گے جب تک میں اپنے تمام تیر مار نہ لوں اور جب میرے ہاتھ میں تھوڑے سے رہ جائیں گے تو میں تمہیں اپنی تلوار سے ماردوں گا، لہٰذا تم لوگ جو چاہو کرو۔ اگر چاہو تو میں تمہیں اپنا مال بتادوں اور تم میرا راستہ خالی کر دو۔ قریش راضی ہو گئے۔ صہیب نے اپنا مال بتادیا۔ جب وہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیع نے ابویحییٰ کو نفع دیا، بیع نے نفع دیا۔'' راوی نے کہا کہ اسی بارے میں یہ آیت ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ﴾ ''اور بعض لوگ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو فروخت کر ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ نہایت مہربان ہے'' (سورۃ البقرۃ:207) نازل فرمائی۔ (طبقات ابن سعد:3/311)

(31) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے جنگ یمامہ میں عمار بن یاسر کو پتھر کی ایک چٹان پر دیکھا کہ سر اٹھائے ہوئے چلا رہے تھے: اے گروہ مسلمین! کیا تم جنت سے بھاگتے ہو؟ میں عمار بن یاسر ہوں میری طرف آؤ (ابن عمر) نے کہا کہ میں ان کے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا جو کٹ گیا تھا اور وہ ادھر ادھر جھول رہا تھا اور وہ نہایت سختی سے لڑ رہے تھے۔ طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ بنی تمیم کے ایک شخص نے عمار بن یاسر کو پکارا: اے اجدع (کان کٹے) تو عمار نے کہا کہ تم نے میرے سب سے بہتر کان کو گالی دی، شعبہ نے کہا کہ اس کان پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مصیبت آئی تھی (یعنی جہاد میں کٹ گیا تھا)۔ ابوالبختری سے روایت ہے کہ عمار بن یاسر نے اس وقت جب کہ وہ ساحل فرات پر صفین کی طرف جا رہے تھے کہا کہ اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے آپ کو اس پہاڑ پر سے پھینک دوں اور لڑھک کر گر جاؤں تو میں کرتا۔ اے اللہ تعالیٰ! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے آپ کو پانی میں ڈال کر اس میں غرق کر دوں تو میں کرتا میں اور کسی وجہ سے جنگ نہیں کرتا سوائے اس کے کہ تیری رضامندی چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس حالت میں تیری رضامندی چاہتا ہوں تو مجھے ناکامیاب نہ کرے گا۔ ربیعہ بن ناجذ سے مروی ہے کہ میں نے عمار بن یاسر کو اس وقت کہتے سنا جب وہ صفین میں تھے، کہ جنت تلواروں کے نیچے ہے، پیاسا پانی کے پاس آتا ہے اور پیاسے پانی کے پاس آتے ہی ہیں۔ آج دوستوں نے محمد ﷺ اور ان کے گروہ کو چھوڑ دیا میں نے اس جھنڈے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تین مرتبہ جنگ کی ہے یہ چوتھی مرتبہ بھی پہلی کی طرح ہے۔ (طبقات ابن سعد:3/314)

(32) سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ابی عبدالرحمن سے مروی ہے کہ جب یہ آیت: ﴿لَا یَسۡتَوِی الۡقٰعِدُوۡنَ مِنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْمُؤْمِنِيْنَ...﴾ "یعنی جو مومن جہاد سے بیٹھنے والے ہیں وہ ثواب میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے برابر نہیں ہیں۔" نازل ہوئی تو ابن ام مکتوم نے کہا: یارب تو نے مجھے (نابینائی میں) مبتلا کیا میں کیونکر (جہاد) کروں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ "سوائے ان کے جو نابینائی والے یا بے عذر والے ہیں۔" عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ﴾ (سورۃ النساء: 95) ازل ہوئی تو ابن ام مکتوم نے کہا کہ یارب میرا عذر بھی نازل کر دے میرا عذر بھی نازل کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ نازل کر دیا۔ یہ دونوں (المومنون، المجاہدون) کے درمیان کر دی گئی ہے۔ یعنی اس کے بعد وہ جہاد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جھنڈا مجھے دے دو کیونکہ میں نابینا ہوں بھاگ نہیں سکتا اور مجھے دونوں صفوں کے درمیان کھڑا کر دو۔ (طبقات ابن سعد: 340/4)

(33) سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو ابوجہل نے نہایت وحشیانہ طریقے پر اپنے نیزہ پر شہید کیا چنانچہ تاریخ اسلام میں یہ پہلی عبرت ناک شہادت تھی جو استقلال واستقامت کے ساتھ راہ خدا میں واقع ہوئی۔ ان کے والد سیدنا یاسر اور بھائی سیدنا عبداللہ بھی اسی گرداب اذیت میں جان بحق ہوئے۔ ایک دفعہ مشرکین نے عمار کو دہکتے انگاروں پر لٹا دیا۔ رسول ﷺ ایک طرف سے گزرے تو ان کے سر پر دست مبارک رکھ کر فرمایا: "اے آگ تو ابراہیم کی طرح ٹھنڈی ہو جا۔" اس طرح جب ان کے گھر کی طرف سے گزرے تو خاندانِ یاسر کو مصیبت میں دیکھتے ہوئے فرمایا: "اے آل عمار! تمہیں بشارت ہو جنت تمہاری منتظر ہے۔" (سیر الصحابہ: 347،346)

(34) سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل میں مشرکین نے بڑا اہتمام کیا۔ حرم سے باہر تنعیم میں ایک درخت پر سولی کا پھندا لٹکایا گیا۔ آدمی جمع کیے گئے، مرد، عورت، بوڑھے، بچے، امیر و غریب وضیع اور شریف غرض ساری خلقت تماشائی تھی۔ جب لوگ عقبہ کے گھر ان کو لینے آئے تو فرمایا: ذرا ٹھہر جاؤ۔ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ زیادہ پڑھوں گا تو تم کہو گے کہ موت سے گھبرا کر بہانہ ڈھونڈ رہا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر مقتل کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں یہ دعا زبان پر تھی: اللهم احصاهم عددا واقتلهم بددا ولا تبق منهم أحد پھر یہ شعر پڑھتے ہوئے ایک درخت کے نیچے پہنچے۔ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت میں! اگر وہ چاہے تو کٹے ٹکڑوں پر برکت نازل کر دے۔ اگر مسلمان رہ کر مارا جاؤں تو مجھے غم نہیں کہ کس پہلو پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں پچھاڑا جاتا ہوں۔ عقبہ بن حارث اور ہبیرہ عبدری نے گلے میں پھندا ڈالا چند منٹ کے بعد ہی سر اقدس دار پر تھا۔ یہ کیسا عجیب منظر تھا۔ اسلام کے ایک غریب الوطن فرزند پر کیسے ظلم وستم ہو رہے تھے۔ بطحائے کفر کا خونی قاتل توحید کو کس طرح ذبح کیا جا رہا تھا۔ یہ سب کچھ ہو رہا تھا لیکن اب بھی اسلام صبر و رضا کا پیکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنا ہوا تھا اور نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ جان دی۔ (سیر الصحابہ:3/301)

(35) ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم بیلوں کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کرے گا جس سے اس وقت تک کبھی نہ نکل سکو گے جب تک اپنے دین (جہاد فی سبیل اللہ) کی طرف واپس نہیں آ و گے۔“ (ابوداؤد:3462)

(36) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اس حالت میں فوت ہو کہ اس نے نہ جہاد کیا اور نہ جہاد کا ارادہ کیا تو وہ نفاق کی ایک حالت پر مرا۔“ (مسلم:4931)

سوال 2: کیا فطرت انسانی اس معیار پر جا سکتی ہے کہ وہ ہر چیز پر اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور جہاد کو اہمیت دیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا مطالبہ بذات خود اس امر کی دلیل ہے کہ یہ معیار پیش کرنا ممکن ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کسی نفس سے اس کی قدرت سے زیادہ مطالبہ نہیں کرتے۔ یقیناً یہ کمزور انسان کے بس میں ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے کمزور انسان کے اندر اتنی قوت اور صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ایسا مخلصانہ معیار پیش کرے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے انسان کے شعور کو اتنی قدرت دی ہے کہ وہ ساری لذتوں کو خیر باد کہہ سکتا ہے۔

سوال 3: وہ کون سا شعور ہے جو ایک مومن سے ساری لذتوں کو خیر باد کہلوا سکتا ہے؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا شعور ہے۔ مومن اپنی نظریں ایک بلند مقصد زندگی کی طرف لگا دیتا ہے تو وہ اس راستے کی رکاوٹوں سے دامن چھڑا لیتا ہے۔

سوال 4: ایک مومن کب رشتوں، محبتوں اور لذتوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

جواب: جب مومن کا دل مطمئن ہو جائے کہ اس کے دل اور اس کی سوچ پر اللہ تعالیٰ کی رضا حاوی آ گئی ہے اس کے بعد رشتوں، مال و دولت، کاروبار اور زیب و زینت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے بلکہ ایسی صورت میں یہ حصول لذت مستحب ہے اس لیے کہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہوتا ہے اور یہ بھی تعلق باللہ کا راستہ ہموار کرتا ہے۔

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

”بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سی جگہوں میں تمہاری مدد کی ہے اور حنین کے دن بھی جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسند

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ

بنا دیا پھر وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَّيۡتُمۡ مُّدۡبِرِيۡنَ﴾

پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے'' (25)

سوال 1: فتح کا انحصار اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہے، اس کی وضاحت ﴿لَقَدۡ...مُّدۡبِرِيۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيۡ مَوَاطِنَ كَثِيۡرَةٍ﴾ ''بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سی جگہوں میں تمہاری مدد کی ہے'' اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا ہے۔ جس سے اس نے بہت سے مقامات پر انہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے اپنی نصرت وحمایت کی صورت میں نوازا اور یہ بھی یاد دلایا ہے کہ فتح ونصرت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی تائید وحمایت سے ہے، فوجوں کی تعداد کی کثرت اور ساز وسامان حرب کی فراوانی سے نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی تائید وحمایت شامل حال ہو تو پھر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تعداد کم ہے یا زیادہ۔ (المصباح المنیر: 67/3)

(2) اللہ تعالیٰ رب العزت نے اپنے احسانات یاد دلائے ہیں کہ اس نے کثیر جنگوں، لڑائیوں اور معرکوں میں نصرت عطا فرمائی مثلاً غزوہ بدر، قریظہ، نظیر، حدیبیہ، خیبر اور فتح مکہ جو کہ رسول اللہ تعالیٰ ﷺ کے غزوات تھے جیسا کہ صحیحین میں زید بن ارقم کی حدیث ہے کہ یہ انیس (19) غزوات تھے بریدہ نے اپنی حدیث میں اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان میں سے آٹھ میں جنگ کی اور کہا جاتا ہے کہ سارے غزوات وسرایا 70 تھے اور یہ بھی کہا گیا کہ اسی (80) تھے۔ (تفسیر قاسمی: 8/ 152، 153)

(3) غزوہ بدر کے بارے میں رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّةٌ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ بدر میں بھی تمہاری مدد فرما چکا ہے حالانکہ تم نہایت کمزور تھے۔'' (آل عمران: 123)

(4) ﴿وَّيَوۡمَ حُنَيۡنٍ﴾ ''اور حنین کے دن بھی'' حنین کی جنگ شوال آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ہوئی۔

حنین مکہ اور طائف کے درمیان وادی ہے جو طائف سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی تھی کہ بنو ہوازن آپ ﷺ پر حملہ کرنے کے لیے اکٹھے ہو رہے ہیں اور بنی بکر، بنی بلال، بنی عامر وغیرہ ان کی تائید میں ہو گئے ہیں۔

(5) اس غزوے میں مسلمانوں کی تعداد 12 ہزار تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو فتح مکہ میں حاضر تھے ان میں سے دو ہزار طلقاء تھے۔ لوگوں کا ایک جم غفیر تھا۔ (تفسیر منیر: 550/5)

(6) ﴿اِذۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ كَثۡرَتُكُمۡ﴾ ''جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسند بنا دیا'' غزوہ حنین میں مسلمانوں کو اپنی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کثرت پر ناز ہو گیا تھا۔

(7) امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں سیدنا ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حنین کے دن ایک شخص نے کہا کہ ہم کسی سے مغلوب نہیں ہوں گے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعداد میں بارہ ہزار تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بری لگی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن عباس: 511/1)

(8) ﴿فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا﴾ ''پھر وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی'' کثرت نے انہیں فائدہ نہیں پہنچایا۔

(9) ﴿وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ ''اور زمین وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی'' حنین کی جنگ میں مسلمان شدید صورت حال سے دوچار ہوئے۔ مسلمانوں اور بنو ہوازن کی چھپی ہوئی فوج کے درمیان صبح صبح گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ وہ بے صبری میں، اندھیرے میں مسلمانوں پر تیروں اور تلواروں سے برس پڑے۔

(10) ﴿ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ﴾ ''پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے'' مسلمانوں کو شکست ہوئی، ان پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور زمین ان پر اپنی کشادگی اور وسعت کے باوجود تنگ ہو گئی۔ مسلمان حملے کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میدان جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر ڈٹے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سو کے لگ بھگ افراد رہ گئے۔

(11) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تہامہ کی وادیوں میں سے حنین کی وادی میں ہم جا رہے تھے، وادی بڑی وسیع و عریض تھی۔ اس میں اونچے نیچے ٹیلے اور چھوٹی چھوٹی ڈھلوانی پہاڑیاں تھیں۔ ہم اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے ہوئے آگے کی جانب بڑھتے اور لڑھکتے جا رہے تھے اور ابھی صبح کا اندھیرا قدرے باقی تھا۔ دشمن ہمارے اردگرد کی گھاٹیوں میں چھپ کر بیٹھا تھا۔ وہ لوگ اس وادی کی ہر سمت موجود اور ہر تنگ مقام پر مورچہ زن تھے اور چاروں طرف جمع ہو چکے تھے اور حملے کے لیے پر تول رہے تھے، جبکہ ہم اردگرد سے بے خبر اپنے دھیان میں چلے جا رہے تھے کہ دشمن کے دستوں نے بڑی شدت سے یک بارگی ایسا زوردار حملہ کر دیا جیسے ایک ہی آدمی نے حملہ کیا ہو، اب سب مجاہدین شکست کھاتے ہوئے واپس پلٹنے لگے۔ کسی کو دوسرے کی خبر نہ تھی اور سب بھاگے چلے جا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر دائیں جانب کو جھکے ہوئے تھے اور آواز دے رہے تھے: ''لوگو! میری طرف توجہ کرو، میری طرف پلٹو، میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، میں محمد بن عبداللہ ہوں۔'' بھگدڑ میں کہیں سے جواب نہیں آ رہا تھا۔ اونٹ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگ رہے تھے۔ لوگ چلے جا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد مہاجرین اور انصار کا گروہ تھا، کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان والوں میں سے سیدنا علی، سیدنا عباس اور ان کے بیٹے فضل رضی اللہ عنہم تھے۔ سیدنا ابوسفیان بن حارث اور ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہما بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استقامت سے کھڑے تھے، سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بیٹے سیدنا ایمن اور سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم پامردی سے کھڑے تھے۔(مسند احمد:15037،ابن حبان:4774)

(12)ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے قبیلہ قیس کے ایک آدمی نے پوچھا، اے ابو عمارہ! تم لوگ حنین کے دن رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے کہا، مگر رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے تھے، قبیلہ ہوازن کے لوگ ان دنوں زبردست تیر انداز تھے۔ جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ پسپائی اختیار کر گئے تھے اور ہم مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے تو ان کے تیر وتفنگ نے ہمارا استقبال کیا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو سفید خچر پر سوار دیکھا، سیدنا ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے اس کی لگام پکڑی ہوئی تھی اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: ﴿اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ﴾ ''میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔'' (مسلم:4615)

(13)سیدنا عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حنین کی جنگ میں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ میں اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ ہم نے آپ ﷺ کو نہیں چھوڑا۔ آپ ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار تھے جو آپ ﷺ کو فروہ بن نغاثہ جذامی نے ہدیہ کیا تھا۔ جب کفار اور مسلمانوں کا مقابلہ ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ مگر رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر کفار کی طرف جانے کے لیے ایڑ لگانے لگے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھا کہ کہیں وہ تیزی سے دشمن کی طرف نہ چلا جائے اور سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عباس! اصحاب شجرہ کو آواز دو'' (کیونکہ میں بلند بانگ تھا) میں نے بلند آواز سے پکارا: اصحاب شجرہ کہاں ہیں؟ آواز سنتے ہی وہ اس طرح لوٹ آئے جیسے گائے اپنے بچوں کے پاس آتی ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں انصار کو یوں بلایا گیا۔ یا معشر انصار! یا معشر انصار! پھر بنوالحارث بن خزرج پر بلانا ختم ہوا انہیں یوں بلایا گیا اے بنوالحارث بن خزرج اے بنوالحارث بن خزرج رسول اللہ ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور اونچا ہو ہو کر لڑائی دیکھ رہے تھے۔ (مسلم:4612)

(14)سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب جنگ کا میدان بھڑک کر سرخ ہو جاتا تو ہم آپ ﷺ کو ڈھال بنا کر اپنے آپ کو بچاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم میں سے بہادر تو وہی (یعنی رسول اللہ ﷺ) تھے جو میدان جنگ میں دشمن کے سامنے ڈٹ جاتے تھے۔ (مسلم:4615)

(15)حنین میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی اور مسلمانوں کو یہ ناز ہو گیا تھا کہ ہم فاتح مکہ ہیں ہمیں کوئی شکست نہیں دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتا۔اللہ تعالیٰ پر اعتماد یعنی خدا اعتمادی کی بجائے خود اعتمادی نے شکست تک پہنچایا۔

سوال2:اپنی ذات پر بھروسہ انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب:(1)اپنی ذات پر بھروسہ انسان کے اندر تکبر پیدا کرتا ہے۔(2)انسان ڈسپلن میں کمزور ہو جاتا ہے۔

(3)انسان غیر حقیقت پسندانہ Step لینے لگتا ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ پر بھروسہ انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کائنات کی سب سے بڑی قوت پر بھروسہ ہے۔

(2)اس بھروسہ کی وجہ سے انسان کے اندر تواضع کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کی وجہ سے انسان حقیقت پسند بن جاتا ہے اور حقیقت پسندی تمام کامیابیوں کی بنیاد بنتی ہے۔

﴿ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا

”پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نے نہیں دیکھا

وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ﴾

اور اس نے ان لوگوں کو سزا دی جنہوں نے کفر کیا اور کافروں کا یہی بدلہ ہے“(26)

سوال:غزوہ حنین میں مسلمانوں کی غیبی امداد کیسے کی گئی،اس کی وضاحت﴿ثُمَّ...الْكٰفِرِيْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)غزوہ حنین میں مسلمانوں کی غیبی امداد ایسے کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنوں پر سکینت اتاری اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد کی جو مسلمانوں کو دکھائی نہ دیتے تھے۔

(2)﴿ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾”پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اپنی سکینت نازل فرمائی“اللہ تعالیٰ نے ان کے نفوس میں طمانیت نازل فرمائی ان کا قلق اور اضطراب جاتا رہا۔(ایسر التفاسیر:544)

(3)اللہ تعالیٰ نے سکینت نازل فرمائی جس سے تم نے سکون پایا اور اس کی رحمت اور نصرت سے تم ثابت قدم رہے اور کافروں کو شکست ہوئی اور ان کے دلوں نے فرار کے بعد واپسی پر اطمینان محسوس کیا۔(تفسیر قاسمی:153/8)

(4)سکینت اس کیفیت کا نام ہے جو دل کو دہلا دینے والے تباہ کن واقعات اور زلزلوں کے وقت اللہ تعالیٰ دل میں پیدا کرتا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہے جو دل کو سکون عطا کر کے مطمئن کرتی ہے۔سکون قلب بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔(تفسیر سعدی:102/1)

(5)سکینت یوں لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دامن ہے۔

(6)﴿وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ ''اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نے نہیں دیکھا'' لشکروں سے مراد فرشتے تھے جنہیں غزوہ حنین میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے نازل فرمایا جو مسلمانوں کے دلوں کو ثابت قدم رکھتے تھے اور انہیں فتح ونصرت کی بشارتیں دیتے تھے۔ان کے اندر روح، شجاعت اور صبر وثبات پھونکتے تھے۔

(7)اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد کے لیے ایسا لشکر بھیجا جو دکھائی نہیں دیتا تھا۔ایک مشرک فوجی کہنے لگا جب مسلمانوں سے ہمارا مقابلہ ہوا تو وہ ہمارے مقابلے پر ذرا سی دیر بھی نہ ٹھہر سکے، ہم نے ان کا تعاقب کیا آخر کار ہم ایک سفید خچر والے کے پاس پہنچے۔آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اور آپ ﷺ کے پاس گورے گورے اور خوب صورت نوجوان تھے۔انہوں نے ہم سے کہا: تمہارے چہرے بگڑ جائیں گے لوٹ جاؤ۔ان کا یہ کہنا تھا کہ ہم شکست کھا گئے اور مسلمان ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے۔(ابن جریر)

(8)﴿وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور اس نے ان لوگوں کو سزا دی جنہوں نے کفر کیا'' اللہ تعالیٰ نے کافروں کو یعنی بنوہوازن کو عذاب دیا۔وہ قتل ہوئے اور قیدی بنائے گئے۔ان کو شکست ہوئی اور ان کی عورتیں مسلمانوں کے قبضے میں آ گئیں۔

(9)﴿وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور کافروں کا یہی بدلہ ہے'' یہ کافروں کی دنیا میں سزا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ ''تم ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دلوائے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا۔'' (التوبۃ:14)

﴿ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''پھر اللہ تعالیٰ اس کے بعد بھی جس کو چاہے گا توبہ کی توفیق دے گا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا نہایت رحم والا ہے'' (27)

سوال: کن لوگوں کو توبہ کی توفیق دی گئی، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ ... رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ اس کے بعد بھی جس کو چاہے گا توبہ کی توفیق دے گا'' اللہ تعالیٰ نے شکست کے بعد ہوازن کے ان کفار کی اکثریت کی توبہ قبول فرمائی جن سے جنگ ہوئی تھی۔ وہ اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کے پاس آئے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ انہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔(تفسیر قاسمی:154/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) آپ ﷺ نے بنو ہوازن کے بچے اور عورتیں واپس کر دیں۔

(4) ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا'' وہ گناہ کرنے والے کے گناہ بخش دیتا ہے۔

(5) ﴿رَّحِيْمٌ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم والا ہے۔ وہ ان پر اپنی مغفرت کے ذریعے فضل فرماتا ہے۔ (فتح القدیر: 437/2)

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کر دے گا اور ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اس سے بخشش مانگیں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کو بخشے گا۔'' (مسلم: 5621)

(7) اللہ تعالیٰ بے انتہا مغفرت اور بے پایاں رحمت کا مالک ہے۔ وہ توبہ کرنے والے کے گناہ بخش دیتا ہے۔ ان کے جرائم سے درگزر کرتا ہے اس لیے جرائم کی وجہ سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً سب مشرک ناپاک ہیں چنانچہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں

عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ؕ

اور اگر تمہیں تنگ دستی کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ اگر اس نے چاہا، جلد ہی تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا،

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (28)

سوال: حکم دیا گیا ہے کہ مشرکین مسجد حرام کے قریب بھی نہ آئیں، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا ... حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو جن کا دین بھی پاک ہے اور جسم و دل بھی پاک ہے حکم فرما رہا ہے کہ وہ مشرکوں کو جو دین کے اعتبار سے گندے ہیں حرمت والی مسجد کے قریب بھی نہ آنے دیں۔

(2) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اے لوگو جنہوں نے ایمان سے اپنے باطن کو پاک کیا ہے۔ (تفسیر قاسمی: 161/8)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾ ”یقیناسب مشرک ناپاک ہیں“ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، غیر اللہ کی عبادت کی وہ ناپاک ہیں۔

(4) یعنی اپنے عقائد واعمال میں ناپاک ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر ناپاک اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خودساختہ معبودوں کی عبادت کرتا ہے جو نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان اور نہ کوئی کام آسکتے ہیں اور ان لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنے، اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے، باطل کی مدد کرنے حق کو ٹھکرانے اور زمین میں اصلاح کی بجائے فساد کے لیے کام کرنے جیسے افعال پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس لئے تم پر فرض ہے کہ تم سب سے زیادہ شرف کے حامل اور سب سے زیادہ پاک گھر سے مشرکین کو پاک رکھو۔ (تفسیر سعدی:1029/1)

(5) یہاں نجاست سے مراد بدن کی نجاست نہیں کیونکہ کافر کا بدن بھی دوسرے لوگوں کے بدن کی طرح پاک ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتابیہ عورت کے ساتھ مباشرت جائز قرار دی ہے مگر اس کا پسینہ وغیرہ لگ جانے کی صورت میں دھونے کا حکم نہیں دیا۔ مسلمان ہمیشہ سے کفار کے ساتھ بدنی اختلاط رکھتے چلے آئے ہیں مگر ان سے یہ بات منقول نہیں کہ انہوں نے کفار کو اس طرح ناپاک سمجھا ہو جس طرح وہ گندگی کو ناپاک سمجھتے ہیں۔ درحقیقت اس سے مراد معنوی نجاست یعنی شرک ہے تو جس طرح توحید اور ایمان معنوی طہارت ہے اسی طرح شرک معنوی نجاست ہے۔ (تفسیر سعدی:1029/1)

(6) مشرک دین کے اعتبار سے نجس ہیں۔ ان کا عقیدہ ناپاک ہے۔ ان کی روح ناپاک ہے، ناپاکی ان کے اندر اتر گئی ہے۔ پاکیزہ لوگ ان سے دور رہنا پسند کرتے ہیں۔

(7)﴿فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ ”چنانچہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں“ مشرک اس سال کے بعد مسجد حرام میں نہ جائیں وہ 9 ہجری کا سال تھا۔

(8) اسی سال آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ حج کے روز اعلان برأت کردیں۔ انہوں نے اعلان برأت کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہیں آئے گا نہ کوئی ننگا ہو کر بیت اللہ تعالیٰ کا طواف کرے گا۔

(9) مشرکوں کو مسجد حرام میں داخلے سے روکا ہے کہ مکہ اور حرم کے اردگرد کا علاقہ حرم ہے اس دن سے مکہ میں مشرک داخل نہیں ہوئے۔ (ایسر التفاسیر:545,544) (10)﴿بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ ”اس سال کے بعد“ اس سے مراد 9 ہجری ہے۔

(11)﴿وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً﴾ ”اور اگر تمہیں تنگ دستی کا خوف ہے“ یعنی مشرکوں کو مسجد حرام سے روک دینے سے آپ کو فقروفاقہ کا خوف ہو جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مشرک بیت اللہ آتے تھے اور ان کے ساتھ وہ تجارتی خبریں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

آتی تھیں جو ہر طرف پھیل جاتی تھیں پھر جب انہیں بیت اللہ آنے سے روک دیا گیا تو مسلمانوں نے کہا: ہمارا کھانا کہاں سے آئے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(ابن ابی حاتم)

(12)﴿فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ جلد ہی تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا'' اس لیے مشرکوں کو منع کر دو اور فقر کا خوف نہ کرو۔(ایسر التفاسیر:545,544)(13)اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جزیہ سے غنی کر دیا۔(الدر المنثور:409/3)

(14) مکہ جہاں ایک مقدس مقام تھا وہاں تجارتی مرکز بھی تھا اور وہ تجارت زیادہ تر مشرکین مکہ کے ہاتھ میں تھی۔لہٰذا مکہ اور اس کے آس پاس میں بسنے والے بالخصوص نومسلموں کو خدشہ لاحق ہوا کہ اب ضروریات کیسے پوری ہوں گی نیز ذرائع روزگار بھی متاثر ہونے کا اندیشہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کو تسلی دی اور اس خدشہ کا مداوا یوں ہوا کہ مسلمانوں نے معیشت کے سارے میدان خود سنبھال لیے جن میں اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی اور اس طرح مسلمانوں کو غنی بنا دیا۔ اس صورت حال کا صحیح اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ جب پاکستان بننے کے وقت 1947ء میں ہندو لوگ، جن کے ہاتھ میں معیشت کی باگ ڈور تھی پاکستان کو چھوڑ کر ہندوستان جا رہے تھے اور زندگی کے ہر میدان میں بالخصوص معیشت کے میدان میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا تو عرصہ تک تجارتی منڈیاں ہی بند رہیں آخر مسلمانوں نے ان منڈیوں کو سنبھال لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت غنی کر دیا۔(تیسیر القرآن:197/2)

(15)﴿اِنْ شَآءَ﴾ ''اگر اس نے چاہا'' اللہ تعالیٰ کا فرمان اس کی مشیت کے ساتھ معلق ہے۔دنیا میں اگر کسی کو غنا حاصل ہو تو یہ ایمان کے لوازمات میں سے نہیں ہے، نہ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا ثبوت ہے۔اللہ تعالیٰ دنیا تو کسی کو بھی دے دیتا ہے مگر ایمان صرف اس کو دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا(۲) وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا(۳)﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہنے والا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔'' (الطلاق:3,2)

(16)اللہ تعالیٰ نے ایک دروازہ بند کر کے مسلمانوں کے لیے دولت کے دوسرے دروازے کھول کر اپنا وعدہ پورا کیا۔اس نے مسلمانوں کو اتنا مال عطا کیا کہ وہ بڑے مال داروں اور بادشاہوں میں شمار ہونے لگے۔

(17)یہ آیت دلیل ہے کہ رزق کے لیے اسباب اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔'' (جامع ترمذی:2344)

(18) مسلمانوں کی ابتدائی قربانی یہ تھی کہ مقامی سطح پر معاشی دروازہ بند ہوتے دیکھ کر صبر کر لیں لیکن اس میں عالمی سطح پر معیشت کی بحالی کا راز تھا۔ اس وجہ سے مسلمانوں کی تجارت پوری دنیا میں پھیل گئی۔

(19) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا'' اللہ تعالیٰ علیم ہے تمہاری مصلحتوں کو جانتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کس کو غنی کرنا چاہیے۔

(20) ﴿حَكِيْمٌ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ حکیم ہے وہ ہر ایک کو اس کے جائز مقام پر رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکامات ونواہی میں بھی حکیم ہے۔

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ

''اور ان لوگوں سے لڑو جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی اس کو حرام کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ

وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ ہی وہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے،

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ ع 4 5 10

یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور ذلیل ہوں'' (29)

سوال 1: یہود ونصاریٰ سے جنگ کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿قَاتِلُوا... صٰغِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت کریمہ میں رب العزت نے یہود ونصاریٰ سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔

(2) ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ ''اور ان لوگوں سے لڑو جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے'' سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کی تصدیق نہیں کرتے۔ (فتح القدیر: 441/2)

(3) ﴿وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اور نہ آخرت کے دن پر'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے جس کی وجہ سے آخرت کی نجات ملتی ہے۔

(4) یہود ونصاریٰ ایسا ایمان نہیں رکھتے جس کی تصدیق ان کے افعال اور اعمال کرتے ہوں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ ''اور نہ ہی اس کو حرام کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حلال و حرام ٹھہرائے وہی شریعت ہے۔ یہود و نصاریٰ محرمات کی تحریم میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کی اتباع نہیں کرتے جیسے شراب، سؤر، سود اور دیگر حرام اشیاء۔

(6)﴿وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ﴾ ''اور نہ ہی وہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں'' دین حق سے مراد اسلام ہے جس کے سوا کوئی دین قابل قبول نہیں۔ یہودی دین رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر وہ باطل دین ہے کیونکہ انہوں نے اپنے دین میں تحریف کی اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی شریعت کے ذریعے اسے منسوخ کر دیا ہے۔

(7)﴿مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ ''ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی'' یعنی یہود و نصاریٰ۔

(8)﴿حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ﴾ ''یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں'' یعنی وہ مال ادا کریں جو ان کے خلاف مسلمانوں کے قتال ترک کرنے اور مسلمانوں کے درمیان اپنے مال و متاع سمیت پر امن رہنے کا عوض ہے جو ہر سال ہر شخص سے اس کے حسب حال خواہ وہ امیر ہے یا غریب، وصول کیا جائے گا۔ جیسا کہ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر سربراہان نے کیا تھا۔ ﴿عَنْ يَّدٍ﴾ یعنی مطیع ہو کر اور اقتدار چھوڑ کر یہ مالی عوض ادا کریں اور اپنے ہاتھ سے ادا کریں اور اس کی ادائیگی کے لیے خادم وغیرہ نہ بھیجیں، بلکہ یہ جزیہ صرف انہی کے ہاتھ سے وصول کیا جائے۔ (تفسیر سعدی:1031/1)

(9)﴿وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ ''اور ذلیل ہوں'' اور وہ زیردست اور مطیع بن کر رہیں۔ جب ان کا یہ حال ہو، اور وہ مسلمانوں کا جزیہ ادا کرنا، مسلمانوں کے غلبہ اور ان کے احکامات کے تحت آنا قبول کر لیں، حالات ان کے شر اور فتنہ سے مامون ہوں وہ مسلمانوں کی ان شرائط کو تسلیم کر لیں جو ان پر عائد کی گئی ہوں جن سے ان کے اقتدار اور تکبر کی نفی ہوتی ہو اور جو ان کی زبردستی کی موجب ہوں تو مسلمانوں کے امام یا اس کے نائب پر واجب ہے کہ وہ ان کے ساتھ معاہدہ کر لے۔ اگر وہ معاہدے کو پورا نہ کریں اور زیردست رہ کر جزیہ ادا نہ کریں، تو ان کو امان دینا جائز نہیں، بلکہ ان کے ساتھ قتال کیا جائے یہاں تک کہ اطاعت کر لیں۔ اس آیت کریمہ سے جمہور اہل علم استدلال کرتے ہیں کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے لیا جائے، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے صرف اہل کتاب سے جزیہ وصول کرنے کا حکم دیا ہے۔ رہے اہل کتاب کے علاوہ دیگر کفار تو ان کے خلاف اس وقت تک لڑنے کا ذکر ہے جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کر لیں۔ جزیہ ادا کرنے اور اس کے عوض مسلمانوں کے شہروں میں رہنے کے احکام میں مجوس بھی شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے علاقہ ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا۔ پھر امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایران کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اہل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتاب اور غیر اہل کتاب تمام کفار سے جزیہ قبول کیا جائے گا کیونکہ یہ آیت کریمہ مشرکین عرب کے ساتھ قتال سے فراغت کے بعد اور اہل کتاب وغیرہ کے ساتھ قتال شروع ہونے پر نازل ہوئی ہے۔ تب یہ قید واقعہ کی خبر ہے اس کا مفہوم نہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مجوسیوں سے جزیہ لیا گیا ہے حالانکہ وہ اہل کتاب میں شمار نہیں ہوتے۔ نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد میں آنے والے مسلمانوں سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ جس قوم کے خلاف جنگ کرتے انہیں سب سے پہلے تین میں سے ایک چیز قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ (i) اسلام قبول کرنا۔ (ii) جزیہ ادا کرنا۔ (iii) یا تلوار کا فیصلہ قبول کرنا۔ اور اس میں انہوں نے اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کے درمیان کبھی کوئی فرق نہیں رکھا۔ (تفسیر سعدی: 1032،1031/1)

(10) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے ایک سال قبل اہل بصرہ کی طرف ایک خط لکھا کہ اگر کسی مجوسی نے اپنی کسی محرم عورت سے نکاح کیا ہے تو ان دونوں کو جدا کر دو اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیا، یہاں تک کہ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس امر کی شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقام) ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔ (بخاری: 3156)

(11) سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی بڑے یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتے اور جو مسلمان اس کے ساتھ ہوتے ان کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: "اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑو، ان لوگوں سے لڑو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہیں، لڑائی کرو مگر خیانت نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا، کسی کے ناک کان وغیرہ نہ کاٹنا اور بچوں کو قتل نہ کرنا اور جب مشرکین میں سے ان لوگوں سے تمہارا مقابلہ ہو جو تمہارے دشمن ہیں تو انہیں تین باتوں کی دعوت دینا اور وہ ان میں سے جس بات کو بھی قبول کر لیں تم بھی اسے قبول کر لینا اور لڑنے سے باز رہنا۔ انھیں اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ تمہاری دعوت قبول کر لیں تو تم ان کے ایمان قبول کر لینا اور لڑائی سے باز رہنا۔ پھر ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ وہ اپنا ملک چھوڑ کر مہاجر مسلمان کے ملک میں ہجرت کر جائیں اور انہیں یہ بھی خبر دینا کہ اگر وہ ایسا کر لیں تو جو حقوق مومنوں کے ہوں گے وہی ان کے بھی ہوں گے۔ اگر وہ اپنا ملک چھوڑنے سے انکار کریں تو انہیں خبر دینا کہ پھر وہ دیہاتی مسلمانوں کے مانند ہوں گے ان پر اللہ تعالیٰ کا وہی حکم جاری ہوگا جو (عام) مسلمانوں پر جاری ہوتا ہے۔ ان کو مال غنیمت اور مال فے میں سے کچھ نہیں ملے گا، سوائے اس صورت کے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان سے جزیہ طلب کرنا، اگر وہ جزیہ دینا قبول کر لیں تو تم ان سے جزیہ قبول کر لینا اور جنگ سے باز رہنا، لیکن اگر وہ جزیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینے سے بھی انکار کریں تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا اور ان سے جنگ کرنا۔" (مسلم:4522)

(12) اہل ذمہ کی عزت کرنا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ انہیں مسلمانوں پر کوئی فوقیت دی جائے بلکہ وہ تو ذلیل وحقیر اور بدبخت ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "یہود ونصاریٰ کو سلام میں پہل نہ کرو اور جب راستے میں ان میں سے کسی سے ملاقات ہو تو اسے تنگ حصے کی طرف مجبور کردو۔" (مسلم:2167)(المصباح المنیر 75/3)

سوال 2: اسلام کو اپنے راستے کی ہر رکاوٹ دور کرنے کا حق کیوں حاصل ہے؟

جواب: (i) اسلام دین حق ہے۔ (ii) اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسانوں کو دین حق کے علاوہ سارے دینوں سے آزاد کر کے چھوڑ دے تاکہ انسان اپنے اختیار سے دین کو قبول کرلے۔ (iii) انسان کو مادی رکاوٹوں سے آزاد کروانا تبھی ممکن ہے جب جاہلی قوتوں کی شان وشوکت کو توڑ دیا جاتا ہے۔ (vi) انسان تبھی آزاد ہو سکتے ہیں جب دین حق کے علاوہ ساری قوتیں اسلام کے تابع ہوں۔

سوال 3: جزیہ سے کیا مقاصد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: (1) جزیہ دے کر اسلام کے راستے کی رکاوٹ نہ بننے کا اعلان ہوتا ہے۔

(2) اسلام آزادی، مال اور عزت کا تحفظ دیتا ہے اس کے عوض اسلامی مملکت کے اخراجات میں حصہ ڈالا جاتا ہے۔

(3) بیت المال سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی کفالت ہوتی ہے۔ مسلمان زکوٰۃ دیتے ہیں جب کہ غیر مسلم جزیہ۔

﴿وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ عُزَيۡرُ ۨابۡنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ

"اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ یہ

قَوۡلُهُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ ۚ يُضَاهِـُٔوۡنَ قَوۡلَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَبۡلُ ؕ

ان کے اپنے مونہوں کی بات ہے، وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کرتے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ﴾

اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے! وہ کہاں سے بہکائے جا رہے ہیں؟" (30)

سوال: یہود ونصاریٰ سے جنگ کا جو جواز بیان کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ ... يُؤۡفَكُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں سے جنگ کا جواز بتایا ہے کہ وہ رب العزت کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ یہودی اور عیسائی دونوں ہی ابنیتِ خدا کے قائل تھے۔ یہودی کہتے کہ عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے کہ مسیح اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ رب العزت نے اہل کتاب کے خلاف قتال کا حکم دیا تو ان کے گمراہ کن اقوال کا ذکر کیا جو رب سے محبت کرنے والے غیرت مند مسلمانوں کو ان کے خلاف پوری کوششیں کرنے کے لیے آمادہ کرتے ہیں۔

(3)﴿وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ عُزَيۡرُ ٱبۡنُ اللّٰهِ﴾ ''اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے'' یہ قول یہود کے ایک فرقے کا تھا عوام کا قول نہیں تھا۔

(4) عزیر وہ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے سو سال تک موت دی تھی پھر انہیں دوبارہ زندہ کیا۔ یہودی انہیں عذرا کا نام دیتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:546)

(5) بعض اہل علم کہتے ہیں کہ سیدنا عزیر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرنے کا سبب یہ تھا کہ جب (غیر اسرائیلی مشرک) بادشاہوں نے ان پر تسلط حاصل کر کے ان کو تتر بتر کر دیا اور حاملین تورات کو قتل کر دیا، اس کے بعد انہوں نے عزیر علیہ السلام کو پایا کہ تمام تورات یا اس کا بیشتر حصہ ان کو حفظ ہے، سیدنا عزیر علیہ السلام نے ان کو تورات اپنے حافظہ سے املا کروادی اور انہوں نے تورات کو لکھ لیا۔ بنابریں انہوں نے سیدنا عزیر علیہ السلام کے بارے میں یہ بدترین دعویٰ کیا۔ (تفسیر سعدی:1/1033)

(6) یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ یہودیوں کو ان کی سرکشی نے یہاں تک پہنچا دیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال و کمال میں نقص ثابت کرنے کی کوشش کی۔

(7)﴿وَقَالَتِ النَّصٰرَى الۡمَسِيۡحُ ٱبۡنُ اللّٰهِ﴾ ''اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے'' مسیح سے مراد عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ یہ عیسائیوں کا کفر تھا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا نسب اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیا جو جلال و کمال والا ہے۔ (ایسر التفاسیر:546,547)

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم کو نصاریٰ نے ان کے مرتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔'' (صحیح بخاری:3445) (9)﴿ذٰلِكَ﴾ یعنی وہ بات جو یہودی اور عیسائی کہتے ہیں۔

(10)﴿قَوۡلُهُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ﴾ ''یہ ان کے اپنے مونہوں کی بات ہے'' ان کے اپنے مونہوں کی بات ہے یعنی بے دلیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

9

ہے۔ ایسے شخص کی بات ہے جس کو کچھ پتہ نہیں کہ اس نے کیا بولا ہے اور کس کے لیے بولا ہے؟ نہ وہ عقل سے کام لیتا ہے کہ عقل اسے ایسی بات کرنے سے روکے نہ اس کا کوئی دین ہے جو اسے جہانوں کے بادشاہ سے متعلق بے دلیل بات کہنے سے روکے۔

(11)﴿يُضَاهِـُٔونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ﴾ ''وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کرتے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا'' یعنی ماضی میں اپنے مشرک آباء واجداد کے قول کی مشابہت کرتے ہیں جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، دونوں اقوال باطل اور مشابہ ہیں۔

(12) وہ پہلی کافر قوموں سے مشابہت رکھتے ہیں جیسے وہ گمراہ ہوئے یہ بھی گمراہ ہوئے اور وہ برہمن ہندو، چین، جاپان اور ہندوستان کے بدھ اور ایران، مصر، یونان اور روم کے قدیم گمراہ مشرک ہیں۔ وہ عرب کے مشرکوں کی طرح کہتے تھے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ (تفسیر منیر: 533/5)

(13)﴿قَٰتَلَهُمُ اللَّهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے'' ان پر لعنت کی صورت میں دعا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور پھینکنے کی بات ہے۔ (ایسر التفاسیر: 547،546)

(14)﴿قَٰتَلَهُمُ اللَّهُ﴾ یعنی ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے۔ (ابن ابی حاتم: 1783/6)

(15)﴿أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ﴾ ''وہ کہاں سے بہکائے جا رہے ہیں'' کیسے وہ حق کو باطل کی طرف پھیر رہے ہیں۔ (فتح القدیر: 443/2)

(16) کیسے وہ حق اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی تقدیس کو شرک اکبر اور باطل کی طرف پھیر رہے ہیں۔

(17) مسیح اور عزیر اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں۔ مخلوق خالق کیسے ہو سکتی ہے جب کہ وہ کھاتی پیتی اور تھکتی ہے، دکھ اور تکلیف جھیلتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾ ''مسیح ابن مریم تو صرف ایک رسول ہے یقیناً اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ تھی، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔'' (المائدہ: 75)

(18) سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ ''نہیں مگر وہ ایک بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال بنا دیا۔'' (الزخرف: 59)

(19)﴿لَّن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ۚ وَمَن يَسْتَنكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا﴾ ''مسیح اس بات میں ہرگز عار نہیں رکھے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اور جو اس کی عبادت سے عار رکھے اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ تعالیٰ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔" (النساء:172)

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ

"انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں اس کے

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی ہو وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں" (31)

سوال: یہود و نصاریٰ نے علماء، درویشوں کو اور مسیح ابن مریم کو کیسے رب بنالیا، اس کی وضاحت ﴿اِتَّخَذُوْٓا... يُشْرِكُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ "انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے" رب العزت نے واضح فرمایا کہ انہوں نے اپنے احبار اور رہبان یعنی علماء اور فقہاء کو اپنا رب بنالیا ہے۔ عدی بن حاتم سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو میرے گلے میں سونے کی ایک صلیب لٹکی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عدی اس صلیب کو اپنی گردن سے اتار دو۔" میں نے آپ ﷺ سے سنا آپ ﷺ تلاوت فرما رہے تھے: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کیسے ہے؟ ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا وہ جسے حلال کردیں آپ لوگ حلال نہیں سمجھتے اور جسے وہ حرام کردیں آپ لوگ اسے حرام نہیں کرتے؟" میں نے کہا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ ہے (یعنی یہ رب بنانا ہے)۔" (ترمذی کتاب التفسیر: 278/5)

(2) ﴿اَحْبَارَهُمْ﴾ "اپنے علماء" احبار حَبر کی جمع ہے۔ اس سے مراد یہود کے علماء ہیں۔

(3) حَبر اسرائیلیوں میں اللہ تعالیٰ کے تقرب کا وسیلہ ہوتا تھا اور یہ آل ہارون کے وارثوں کا مرتبہ تھا۔ حَبر ان میں کنوارا اور سب سے بزرگ ہوتا تھا۔ (تفسیر قاسمی: 184/8)

(4) ﴿وَرُهْبَانَهُمْ﴾ رہبان، راہب کی جمع ہے۔ عیسائیوں کے عبادت گزار لوگ مراد ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 546)

(5) عیسائیوں میں راہب دنیا کے مشغلوں سے کٹ کر، لذتوں کو چھوڑ کر، دنیا سے بے رغبتی اختیار کر کے اور اس کے رہنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والوں کو چھوڑ کر الگ رہنے والا ہوتا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ﴾ ''اسلام میں کوئی راہبانیت نہیں ہے۔'' (تفسیر قاسمی:8/184)

(6) ﴿أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب'' وہ انہیں الہ بناتے ہیں جو ان کے لیے شریعت بناتے ہیں اور یہ ان کی شریعت کے مطابق حلال وحرام اختیار کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:546)

(7) وہ ان کے لیے ان امور کو حلال کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اور یہ ان کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور ان امور کو حرام کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے اور یہ (ان کی تقلید میں) ان امور کو حرام قرار دے لیتے ہیں۔ یہ احبار اور رہبان ان کے لیے ایسی شریعت اور اقوال مشروع کرتے ہیں جو انبیاء ورسل کے دین کے منافی ہیں اور یہ ان کی تقلید کرتے ہیں۔ نیز یہ اپنے مشائخ وعباد کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں، ان کی تعظیم کرتے ہیں، ان کی قبروں کو بت بنا دیتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، جہاں جانور ذبح کرنے کی منتیں مانی جاتی ہیں، دعائیں مانگی جاتی ہیں اور ان کو مدد کے لیے پکارا جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1/1033)

(8) ﴿وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ﴾ ''اور مسیح ابن مریم کو بھی'' یعنی انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی رب بنالیا۔

(9) ﴿وَمَا أُمِرُوا﴾ ''حالانکہ انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا'' یعنی حال یہ ہے کہ ان کافروں کو ان کی کتاب میں یہ حکم نہیں دیا گیا تھا۔ (تفسیر قاسمی:8/187)

(10) ﴿إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا﴾ ''سوائے اس کے کہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں'' یعنی وہ صرف اس اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کریں اور اس کی مخالفت میں غیر اللہ کی اطاعت نہ کریں۔ (تفسیر قاسمی:8/187)

(11) یعنی ان کے انبیاء سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو ایک اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت کا حکم نہیں دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (ایسر التفاسیر:547)

(12) عبادت اور اطاعت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کریں، اسی پر توکل کریں، اسی سے مدد طلب کریں، اسی سے فریادیں کریں، اسی سے امید باندھیں، محبت اور دعا کو اسی کے لیے مخصوص کریں۔

(13) ﴿لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ﴾ توحید ہے۔ (ابن ابی حاتم:4/1784)

(14) محمد بن اسحاق نے کہا: یعنی اس کے ساتھ کوئی دوسرا اس کے کام میں شریک نہیں۔ (ابن ابی حاتم:6/1784)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(15)﴿سُبۡحٰنَهٗ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ﴾ ''وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں'' اللہ تعالیٰ پاک اور بلند ہے، وہ مقدس ہے اس کی ذات ہر شرک سے بلند ہے۔ وہ اپنے اوصاف اور افعال میں ہر اس شرک سے پاک ہے جو اس کے کمال کے منافی ہے۔ (16) وہ عبادت اور اطاعت میں شرک سے پاک ہے۔ (فتح القدیر:444/2)

﴿يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَيَاۡبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنۡ يُّتِمَّ نُوۡرَهٗ

''وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ نہیں مانتا مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے

وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ﴾

اور اگرچہ کافر لوگ برا جانیں'' (32)

سوال 1: مشرکین اور اہل کتاب اللہ تعالیٰ کے نور کو کیسے بجھا دینا چاہتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿يُرِيۡدُوۡنَ... كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿يُرِيۡدُوۡنَ﴾ ''وہ ارادہ رکھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشرکین اور اہل کتاب چاہتے ہیں۔

(2)﴿اَنۡ يُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں'' اللہ تعالیٰ کے نور سے مراد وہ دین ہے جس کے ساتھ اس نے اپنے رسولوں کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا اس کو کوئی چیز نہ بدل سکتی ہے نہ باطل کر سکتی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے نور، اسلام کو یہودی اور عیسائی اپنے مونہوں سے یعنی جھوٹ، افتراء پردازی، عیب اور نقص سے بجھا دینا چاہتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:547) (4) یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نور کو جھوٹ اور سازشوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔

(5) یہ لوگ اپنے حمایتیوں کو آمادہ کرتے ہیں کہ وہ اس دین کے خلاف جنگ کریں۔ اس کا راستہ روکیں۔ آج بھی یہی صورت حال ہے۔

(6) یہاں اللہ تعالیٰ کے نور سے مراد اس کا دین ہے جس کو اس نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے بھیجا اور کتابوں کے ذریعے سے نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے دین کو نور کہا ہے، کیونکہ جہالت اور ادیان باطلہ کے اندھیروں میں اس کے ذریعے سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، کیونکہ دین، حق کے علم اور حق پر عمل کا نام ہے اور حق کے علاوہ ہر چیز اس کی ضد ہے۔ (تفسیر سعدی:1034/1)

(7) اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی خواہشوں اور ارادوں کے مقابلے میں فرمایا ہے: ﴿وَيَاۡبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنۡ يُّتِمَّ نُوۡرَهٗ وَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ نہیں مانتا مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے اور اگرچہ کافر لوگ برا جانیں“ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔

(8)(i) اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔ اس نور کو بجھانے کے لیے یہ ساری مخلوق اکٹھی ہو جائے تو اسے بجھا نہیں سکتی اس لیے کہ اس نے اس نور کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ وہ تمام مخلوقات پر غالب ہے۔(ii) کافروں کی نور بجھانے کی بھاگ دوڑ اللہ تعالیٰ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔

سوال 2: اس وعدے کے اہل ایمان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) یہ وعدہ اہل ایمان کے لئے باعث اطمینان ہے۔(2) اس کی وجہ سے وہ مشکلات برداشت کرتے ہیں۔
(3) اس وعدے کی وجہ سے وہ دشمنوں کی سازشوں اور مسلسل جنگ کا مقابلہ کرتے ہیں۔

﴿هُوَ الَّذِيۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۙ

”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اس کو ہر دین پر غالب کر دے

وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ﴾

اگرچہ مشرک لوگ برا جانیں“ (33)

التصف

سوال: اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے گا، اس کی وضاحت ﴿هُوَ الَّذِيۡۤ ... الۡمُشۡرِكُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ فرمایا:

(2) ﴿هُوَ الَّذِيۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ﴾ ”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا“ وہی ہے جس نے اپنے رسول یعنی محمد ﷺ کو بھیجا ہے۔

(3) ﴿بِالۡهُدٰى﴾ ”ہدایت کے ساتھ“ یعنی نفع مند علم جو کہ وحی کا علم ہے یعنی قرآن وسنت کے علم کے ساتھ بھیجا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۚ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ﴾ ”یہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔“ (البقرۃ:2)

(4) ﴿وَدِيۡنِ الۡحَقِّ﴾ ”اور دین حق کے ساتھ“ دین حق عمل صالح کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب محمد ﷺ کو جو دین دے کر مبعوث فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، اس کے افعال اور اس کے احکام واخبار کے بارے میں باطل سے حق کو واضح کرنے اور ہر ایسے حکم پر مشتمل ہے جو بدن، روح اور قلب کے لیے نافع اور ان کی اصلاح کرتا ہے، یعنی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دین میں اخلاص، اللہ تعالیٰ سے محبت اور اسی کی عبادت کا حکم دیتا ہے، وہ مکارم اخلاق، محاسن عادات، اعمال صالحہ اور آداب نافعہ کے احکام پر مشتمل ہے اور ان تمام برے اخلاق اور برے اعمال سے روکتا ہے جو ان کی ضد ہیں۔ جو دنیا وآخرت میں قلب وبدن کے لیے ضرر رساں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ (تفسیر سعدی: 1035/1)

(5) ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ ''تا کہ وہ اس کو ہر دین پر غالب کردے'' تا کہ دین اسلام سارے ادیان پر غالب آجائے۔ (قرطبی: 45/4)

(6) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے لیے زمین لپیٹ دی گئی، یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق ومغارب دیکھ لیے اور عنقریب میری امت کا اقتدار اس زمین تک پہنچے گا جو میرے لیے لپیٹ دی گئی۔'' (مسلم: 7258)

(7) سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''یہ دین وہاں تک پہنچ جائے گا جہاں دن اور رات ہے۔ اللہ تعالیٰ معزز کو عزت اور ذلیل کو ذلت دے کر شہر اور دیہات کے ہر ہر گھر میں اس دین کو داخل کردے گا۔ عزت سے مراد وہ عزت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اسلام کو معزز کردے گا اور ذلت سے مراد وہ ذلت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر کو ذلیل کردے گا۔'' سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس بات کا خود اپنے اہل خانہ میں مشاہدہ کرلیا کہ ان میں سے جو مسلمان ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسے خیر وبھلائی اور عزت وشرف سے نوازا اور جو حالت کفر پر رہا، اللہ تعالیٰ نے اسے ذلت ورسوائی سے دوچار کرکے جزیہ ادا کرنے پر مجبور کردیا۔'' (مسند احمد: 17082، مستدرک حاکم: 8326، 431، بیہقی: 18619)

(8) قتادہ سے روایت ہے کہ دین چھ تھے جو لوگ ایمان لائے، جو یہودی ہوئے، صابی، عیسائی اور مجوسی اور جن لوگوں نے شرک کیا۔ سارے ادیان دین اسلام میں داخل ہوگئے اور اسلام میں کوئی چیز داخل نہیں ہوئی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کردیا اس کے مطابق جو اس نے نازل کیا کہ دین اسلام سارے ادیان پر غالب آجائے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔ (الدر المنثور: 417/3)

(9) ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ ''اگرچہ مشرک لوگ برا جانیں'' مشرک دین اسلام کو سخت ناپسند کرتے ہیں، وہ اس دین کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔ اس کے خلاف فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں۔ ان کی سازشوں کا نقصان ان ہی کو پہنچتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے دین کو ضرور غالب کرے گا۔ اس کے وعدے سچے ہیں، وہ اپنے وعدے کو ضرور پورا فرمائے گا اگرچہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار لگے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10) سیدنا عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ مجھ سے فرمایا: ''اسلام قبول کر، تا کہ سلامتی ملے۔'' میں نے کہا میں تو ایک دین کو مانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے دین کا تجھ سے زیادہ علم مجھے ہے۔'' میں نے کہا سچ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بالکل سچ۔ کیا تو رکوسیہ میں سے نہیں ہے؟ کیا تو اپنی قوم سے ٹیکس وصول نہیں کرتا؟'' میں نے کہا یہ تو سچ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے دین میں یہ تیرے لئے حلال نہیں۔'' پس یہ سنتے ہی میں جھک گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں خوب جانتا ہوں کہ تجھے اسلام سے کون سی چیز روکتی ہے؟ سن صرف ایک یہی بات تجھے روک رہی ہے کہ مسلمان بالکل ضعیف اور کمزور ناتواں ہیں تمام عرب انہیں گھیرے ہوئے ہے، یہ ان سے نمٹ نہیں سکتے لیکن سن حیرہ کا تجھے علم ہے؟'' میں نے کہا دیکھا تو نہیں لیکن سنا ضرور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امر دین کو پورا فرمائے گا یہاں تک کہ ایک سانڈنی سوار حیرہ سے چل کر اکیلے امن کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچے گا اور بیت اللہ شریف کا طواف کرے گا، واللہ تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔'' میں نے کہا کسریٰ بن ہرمز کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں کسریٰ بن ہرمز کے۔ تم میں مال کی اس قدر کثرت ہو پڑے گی کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا۔'' (ابن کثیر: 341/2)

(11) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ رات اور دن ختم ہونے سے پہلے ایسا ضرور ہوگا کہ لات اور عزیٰ کی پرستش کی جائے گی (یہ زمانہ جاہلیت میں دو بت تھے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں تو یہ سمجھتی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ نازل فرمائی تو یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ یعنی دین حق تمام دینوں پر غالب ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا ایسا ہوگا (جو آیت کریمہ میں مذکور ہے) پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیج دے گا جس کی وجہ سے ہر اس شخص کو موت آ جائے گی جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا۔ اس کے بعد صرف وہی لوگ واپس رہ جائیں گے جن کے دل میں کوئی خیر نہ ہوگی لہٰذا وہ اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔'' (صحیح مسلم: 394/2)

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً بہت سے علماء اور درویش بلاشبہ لوگوں کے اموال باطل طریقے سے کھاتے

بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا

ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو آپ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں'' (34)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ تعالیٰ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ ابھی زکوٰۃ کی فرضیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ پھر جب زکوٰۃ فرض ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اموال کو زکوٰۃ سے پاک کردیا۔

(2) واحدی نے کہا: یہ آیت علماء اور قراء اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی جو رشوت لیتے تھے اور یہ عوام کی جانب سے انہیں پیش کی جاتی تھی۔ (اسباب نزول، واحدی: 140)

سوال 2: علمائے سوء اور گمراہ صوفیوں سے بچنے کی جو تلقین کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿يَاَيُّهَا ... سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت سے مقصود علمائے سوء اور گمراہ مشائخ سے بچنے کی تلقین کرنا ہے۔ (المصباح المنیر: 80/3)

(2) ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بچانے کے لیے جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں، اس کے فرشتوں اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں ڈرایا ہے۔

(3) ﴿اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ﴾ ''یقیناً بہت سے علماء اور درویش'' احبار سے مراد علماء اور رہبان سے مراد عبادت گزار ہیں۔ (ابن ابی حاتم: 1787/6)

(4) ﴿لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾ ''بلاشبہ لوگوں کے اموال باطل طریقے سے کھاتے ہیں'' وہ لوگوں کے مال باطل یعنی ظلم سے کھاتے ہیں جیسے رشوت، مغفرت کے سرٹیفکیٹ وغیرہ۔

(5)(i) ان کے علماء وفقہاء کے علم، عبادت اور راہ نمائی کی وجہ سے ان کے وظائف مقرر ہیں جو لوگوں کے مال سے دیئے جاتے ہیں۔ ان کا اس طریقے سے وظائف لینا حرام ہے کیونکہ لوگ مال خرچ کر کے صحیح راہ نمائی چاہتے ہیں اور یہ ان کو سیدھے راستے سے روکتے ہیں۔ (ii) مال خرچ کرنے کی ایک باطل صورت یہ بھی تھی کہ لوگوں سے مال لے کر غلط فتاویٰ دیتے تھے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے اے ایمان والو ان سے بچ جاؤ۔

(6) ﴿وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں'' وہ لوگوں کو دین اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں۔ (i) وہ لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے روکتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی: 46/4) (ii) اللہ تعالیٰ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

راستے سے روکنے کے لیے اسلام کے بنیادی امور میں شک پیدا کرتے ہیں۔ اسلام کے احکامات میں یعنی عقیدہ، عبادات اور معاملات میں۔ (iii) وہ اسلام کے راستے سے روکنے کے لیے نبی ﷺ اور قرآن کریم میں طعن کرتے ہیں۔ (تفسیر منیر: 542/5)

(iv) ابن عون نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو جہاد سے روکتے ہیں۔ (ابن ابی حاتم: 1787/6)

(7) اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے علماء اور عبادت گزاروں کی دو حالتوں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ (i) وہ لوگوں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔

(8) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم یقیناً اپنے سے پہلے امتوں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک گز میں پیروی کرو گے (یعنی ان کی ایک ایک روش کو اپناؤ گے) حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھس جائیں گے تو تم بھی ان کے پیچھے (بل میں گھس) جاؤ گے۔" سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا (ان لوگوں سے آپ ﷺ کی) مراد یہود نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: "تو اور کون؟" (بخاری: 7320)

سوال 3: کون سا کنز عذاب کا باعث بنتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ ... اَلِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ﴾ "اور جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں" سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کنز وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے۔ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد مال کنز نہیں رہتا خواہ ساتوں زمینوں کے نیچے مدفون ہو اور اگر بے گڑے مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے تو وہ کنز ہے جس سے مال والے کو داغا جائے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 171/9) (2) ﴿يَكْنِزُوْنَ﴾ "خزانہ بنا کر رکھتے ہیں" جو مال جمع کرتے ہیں، اس کا خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اس مال کا حق ادا نہیں کرتے۔ (ایسر التفاسیر: 548)

(3) ﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ "اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے" یعنی اس کی زکوٰۃ نہیں دیتے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے کاموں میں مال نہیں لگاتے۔ (ابن ابی حاتم: 1789/3)

(4) یعنی بھلائی کے راستوں میں خرچ نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں۔ یہ وہ جمع کرنا ہے جو حرام ہے، یعنی مال کو روک رکھنا اور اسے وہاں خرچ نہ کرنا جہاں خرچ کرنا فرض ہے، مثلاً زکوٰۃ ادا نہ کرنا، بیویوں اور دیگر اقارب کو نفقات واجبہ نہ دینا۔ (تفسیر سعدی: 1036/1)

(5) ﴿فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ "اللہ تعالیٰ کے راستے میں" یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جہاد، فقراء اور مساکین کو کھانا کھلانا وغیرہ۔ ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سونے اور چاندی کے بارے میں آیت اتری تو لوگ کہنے لگے کہ اب کون سا مال ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے لیے رکھیں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے تمہارے لیے معلوم کر کے کر آتا ہوں، اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر اسے تیز دوڑایا اور نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے، میں بھی آپ کے پیچھے تھا، انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم کون سا مال رکھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں ہر کوئی شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان، اور ایمان والی بیوی رکھے جو اس کی آخرت کے کاموں میں مدد کرے۔'' (ابن ماجہ:1856) (6)﴿فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ﴾ ''تو آپ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں'' سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مطلق مال جمع کرنے پر یہ وعید اس وقت تھی جب زکوۃ فرض نہیں ہوئی تھی۔ پھر زکوۃ فرض کر کے اللہ تعالیٰ نے اسے مالوں کی پاکیزگی کا ذریعہ بنا دیا۔ (بخاری، مسند احمد)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے زکوۃ ادا نہ کی تو اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں لایا جائے گا جس کی پیشانی پر دو نقطے ہوں گے۔ قیامت کے دن اس کا طوق بنایا جائے گا، پھر وہ اس کے جبڑوں کو کاٹے گا اور کہے گا: ''میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔'' پھر آپ ﷺ نے سورۃ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَلَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ يَبۡخَلُوۡنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ هُوَ خَيۡرًا لَّهُمۡ﴾ (صحیح بخاری کتاب الزکوۃ)

﴿يَّوۡمَ يُحۡمٰى عَلَيۡهَا فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ ؕ

''جس دن اس مال کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا

هٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ﴾

جائے گا۔ یہی ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا تھا، سو چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے'' (35)

سوال: دولت کو خزانہ بنا کر رکھنے والوں کی جو سزا بیان کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿يَّوۡمَ ... تَكۡنِزُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مال کو خزانہ بنا کر رکھنے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں کی سزا بیان کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا: ﴿يَّوۡمَ يُحۡمٰى عَلَيۡهَا فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ﴾ ''جس دن اس مال کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا'' یعنی ان کے مال، ان کے سونے اور چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی جس سے مال والے کو داغا جائے گا۔

(2)﴿فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ﴾ ''پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا'' اسی سونے اور چاندی کی سلاخوں سے لوگوں کی پیشانیوں، پیٹھوں اور پہلوؤں کو داغا جائے گا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ﴾ ''یہی ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا تھا'' انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہا جائے گا: یہ وہ مال ہے، یہ وہ خزانہ ہے جسے تم اپنے لیے سینت سینت کر رکھتے تھے۔

(4) تم نے تو مال جمع کیا کہ اس سے نفع اٹھاؤ تو یہ تمہارا نفع ہے، تمہارے لیے زجر و توبیخ اور عذاب ہے۔ (فتح القدیر: 4482/)

(5) تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ مال کو باطل راستے میں، خواہشات اور نافرمانیوں میں اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لیے خرچ کیا، تم نے وہاں مال خرچ نہ کیا جہاں خرچ کرنا واجب تھا۔ تم نے وہاں مال خرچ کرنے سے روکا یعنی اس کی ضد میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا۔

(6)﴿فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾ ''سو چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کوئی سونے یا چاندی کا مالک اس کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہیں کرے گا، قیامت کے دن اس کے لیے آگ سے (اس کی چاندی و سونے کے) تختے بنائے جائیں گے، پھر دوزخ کی آگ سے انہیں خوب گرم کر کے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغ لگائے جائیں گے۔ جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو دوبارہ گرم کر لیے جائیں گے، اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہو گی۔ (مسلسل یہ کام ہوتا رہے گا) بالآخر جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اسے یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔'' (مسلم: 2290)

(7) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(یعنی خزانہ) جمع کرنے والوں کو (پتھروں کے ذریعے) ایسے داغ کی بشارت دو جو ان کی پیٹھوں پر لگائے جائیں گے تو ان کے پہلوؤں سے نکل جائیں گے اور ان کی گدیوں میں لگائے جائیں گے تو ان کی پیشانیوں سے نکل جائیں گے۔'' (مسلم: 2134)

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد کتاب اللہ میں بارہ مہینے ہے، جس دن (سے) اس نے آسمانوں

وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ

اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، یہی سیدھا دین ہے، سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾

اور مشرکوں کے خلاف سب مل کر لڑو جیسے وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے'' (36)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: سال میں بارہ ماہ ہوتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ عِدَّةَ ...وَ الۡاَرۡضَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے'' اللہ رب العزت نے کفار کے قبیح اعمال میں سے نسی ء کے تذکرے سے پہلے وضاحت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے یعنی بارہ مہینے معروف ہیں۔

(2) ﴿فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾ ''کتاب اللہ میں'' لوح محفوظ میں یعنی اللہ تعالیٰ کے قدری حکم میں۔

(3) ﴿يَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ﴾ ''جس دن (سے) اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ نے جب آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی تو رات دن کا سلسلہ جاری کیا۔ اوقات کی مقدار مقرر کی اور ان کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿هُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِيَآءً وَّ الۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِيۡنَ وَ الۡحِسَابَ﴾ ''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔'' (یونس:5)

سوال 2: یہاں مہینوں کی تعداد کو کیا واضح کرنے کے لئے لایا گیا ہے؟

(1) اس کائنات میں حلال و حرام کی حدود کا تعین محض میلانات اور وقتی خواہشات کی بنیاد پر نہیں ہو سکتا۔

(2) جیسے کائنات کے اصول پختہ ہیں ایسے ہی حلال و حرام کے اصول پختہ ہیں۔

سوال 3: حرمت والے مہینے چار ہیں، اس کی وضاحت ﴿مِنۡهَآ ...الۡقَيِّمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مِنۡهَآ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ ''ان میں سے چار حرمت والے ہیں'' یعنی قمری مہینوں میں رجب، ذیقعد، ذوالحجہ اور محرم حرمت والے مہینے ہیں۔ ان مہینوں کے حرام ہونے کا سبب ان کا احترام ہے اور اس وجہ سے بھی کہ ان میں قتال کرنا حرام ٹھہرایا گیا۔

(2) سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں دس ذوالحجہ کے دن نبی ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ زمانہ گھوم کر اپنی اصلی حالت میں آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس حالت میں آسمانوں و زمین کو پیدا فرمایا سال بارہ مہینوں پر مشتمل ہے ان میں سے چار حرمت والے ہیں تین ایک دوسرے کے بعد ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا مہینہ معزر قبیلہ کا رجب ہے معزر ایک قبیلے کا نام تھا جو جمادہ اور شعبان کے درمیان ہے۔'' (صحیح بخاری:4662)

(3) کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے، اس کی ملکیت میں ہے۔ حتیٰ کہ وقت بھی، لمحے، گھنٹے، دن مہینے اور سال بھی اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ہیں۔

(4) دور جاہلیت میں لوگوں نے قمری سال میں بڑی خرابیاں پیدا کر دی تھیں۔ بعض قبائل نے مہینوں کی تعداد میں اپنی جانب سے اضافہ کر دیا تھا اور بعض نے حرمت والے مہینوں کی ترتیب خراب کر دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ساری خرابیاں دور فرمائیں۔ حرام مہینوں کا ادب و احترام کرنا ہم پر فرض ہے۔

(5) ان مہینوں میں گناہ، فسق و فجور، اور لڑائی جھگڑے سے خصوصی گریز کرنا ہم سب پر فرض ہے۔

(6) ﴿ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ ''یہی سیدھا دین ہے'' یہی سیدھا دین ہے کہ ان حرمت والے مہینوں کو حرمت والا مانا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق عمل ہو اور اس کی موافقت ہو۔

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی قیم ہے۔ (ابن ابی حاتم: 1792/6)

(8) کائنات کا صحیح دین مضبوط ضابطہ وہ ہے جس کے مطابق وہ پہلے دن سے چل رہی ہے۔

سوال 4: حرمت والے مہینوں میں نیکی کے ثواب اور گناہ کے عذاب میں اضافہ ہو جاتا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ﴾ ''سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو'' اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ ان مہینوں میں خاص طور پر کسی کو دکھ نہ دو کیونکہ اس ظلم کا وبال تم پر پڑے گا۔ ان مہینوں کا گناہ اور ظلم بہت بڑا ہے۔

(2) جیسا کہ بلد حرام میں ارتکاب معصیت زیادہ بڑا گناہ ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جو شخص کج روی سے اس میں ظلم کرنے کا ارادہ کرے گا ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔'' (الحج: 25) اسی طرح حرمت والے مہینوں میں بھی گناہوں کی سزا زیادہ سنگین ہے۔ (المصباح المنیر)

(3) علی بن ابو طلحہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سال کے بارہ مہینے ہیں۔ ان میں سے کسی بھی مہینے میں ظلم نہ کرو، اور ان میں سے خاص چار مہینوں کو بطور خاص حرمت والا قرار دیا ہے، ان کا سب سے زیادہ ادب و احترام بجالانے کا حکم دیا ہے اور ان میں گناہ کا ارتکاب کرنے کو بڑا جرم قرار دیا ہے اور عمل صالح کو بڑے اجر و ثواب کا موجب قرار دیا ہے۔ (تفسیر طبری: 164/10)

(4) ان مہینوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام کیے جائیں، اس کا شکر ادا کیا جائے، ان کو اللہ تعالیٰ نے ﴿الشُّهُوْرِ﴾ فرمایا ہے اس لیے ظلم سے بچا جائے۔

سوال 5: مشرکوں سے قتال کے حکم کی وضاحت ﴿وَقَاتِلُوا ... مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً﴾ ''اور مشرکوں کے خلاف سب مل کر لڑو جیسے وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں'' رب العزت نے فرمایا: تم ہر قسم کے مشرکوں سے جہاد کرو جیسے وہ تم سے جنگ کرتے ہیں۔

(2) مشرک اور کافر اہل ایمان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اس لیے تم جنگ کو کسی کے لیے مخصوص نہ کرو۔ ان کا جیسا رویہ تمہارے ساتھ ہے تم بھی ویسا ہی رویہ رکھو۔

(3) اس سے یہ مراد بھی ہے کہ جب مشرک حرمت والے مہینے میں جنگ کریں تو تم بھی ان سے دفاعی جنگ کرو۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ﴾ ''حرمت والا مہینہ، حرمت والے مہینے کا بدلہ ہے اور تمام حرمتوں کا قصاص ہے۔'' (البقرۃ:194) اور فرمایا: ﴿وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''اور تم مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو۔'' (البقرۃ:191)

(4) ﴿كَآفَّةً﴾ کے معنی ہوں گے تم سب اکٹھے ہو کر مشرکوں سے جنگ کرو اس صورت میں اہل ایمان پر جہاد کے لیے نکلنا فرض ہے۔ (تفسیر سعدی:1/1038)

(5) سب کو مل کر مشرکوں سے لڑنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ: (i) اگر یک طرفہ جنگ بندی کا اعلان کریں گے تو اچھے اخلاق کی حامل قوتیں کمزور پوزیشن میں چلی جائیں گی اور دنیا میں فساد پھیل جائے گا۔ (ii) اگر کافر اللہ تعالیٰ سے بے خوفی پر متحد ہیں تو تم تقویٰ پر متحد ہو جاؤ۔ اگر کافر دنیا کی خاطر ایک ہیں تو تم آخرت کی خاطر ایک ہو جاؤ۔ (iii) اگر وہ منفی مقاصد کی خاطر ایک ہیں تو تم مثبت کی خاطر ایک ہو جاؤ تاکہ برائی پنپ نہ سکے۔

(6) ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی نصرت اور تائید کے ذریعے سے تقویٰ شعار لوگوں کے ساتھ ہے۔ پس تم اپنے ظاہر و باطن اور اطاعت الٰہی پر قائم رہنے میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کے حریص بنو۔ خاص طور پر کفار کے خلاف قتال کے وقت، کیونکہ ایسی صورتحال میں، جنگ میں شریک کفار دشمنوں کے معاملہ میں مومن سے تقویٰ کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1/1038)

﴿اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِيَادَةٌ فِی الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا

''درحقیقت مہینوں کا پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے، جس کے ساتھ وہ لوگ گمراہ کیے جاتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، ایک سال اسے حلال

وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ

کر دیتے ہیں اور ایک سال اس کو حرام کر دیتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا ہے اس کی تعداد پوری کریں پھر جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اسے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ع 5 8 11

زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

حلال کرلیں۔ان کے بُرے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا‘‘(37)

سوال:شریعت میں رائے کے ساتھ تصرف کرنے والوں کی جو مذمت کی گئی ہے،اس کی وضاحت ﴿اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ ...يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی مذمت فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت میں اپنی فاسد آراء کے ساتھ تصرف کرتے،اپنی بے ہودہ خواہشات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جسے حرام قرار دیا ہے اسے حلال اور جسے حلال قرار دیا ہے اسے حرام ٹھہرا دیتے ہیں۔(المصباح المنیر:90/3)

(2)﴿اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ﴾ ’’درحقیقت مہینوں کا پیچھے کردینا‘‘ اَلنسیءسے مراد تاخیر ہے۔یہ اہل جاہلیت کی حرام مہینوں سے متعلق بدعت تھی۔مشرکوں کو جب حرام مہینے میں جنگ کی ضرورت پڑتی تو وہ حرام مہینوں کی گنتی کو پورا رکھتے اور ان مہینوں کو آگے پیچھے کر دیتے یعنی حرام مہینوں کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے دیتے۔

(3)﴿زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ﴾ ’’کفر میں زیادتی ہے‘‘ رب العزت نے ان کے رویے کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ کفر اور گمراہی میں اضافے والا رویہ ہے۔

(4)﴿يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا﴾ ’’جس کے ساتھ وہ لوگ گمراہ کیے جاتے ہیں جنہوں نے کفر کیا،ایک سال اسے حلال کر دیتے ہیں اور ایک سال اس کو حرام کر دیتے ہیں‘‘ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:ابوثمامہ جنادہ بن عوف بن امیہ کنانی ہر سال حج کے لیے آتا تھا اور اعلان کراتا تھا کہ ابوثمامہ کی بات کو کوئی رد نہیں کر سکتا،اس کی بات میں کوئی عیب نہیں نکال سکتا،یاد رکھو پہلے سال کا صفر حلال ہے اور دوسرے کا حرام۔یہ ایک سال کا محرم حرام سمجھتے تھے اور دوسرے کا حلال۔اللہ تعالیٰ نے اسی کو نسیء قرار دیا ہے۔لیکن فتح مکہ کے بعد نسیء کا رواج ختم ہو گیا اور تمام مہینے اپنی جگہ پر آ گئے کیونکہ کعبہ کا انتظام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آ گیا۔(مختصر ابن کثیر:722/1)

(5)﴿لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ﴾ ’’تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا ہے اس کی تعداد پوری کریں‘‘ انہوں نے اپنی غلط اور فاسد آراء کو دین میں داخل کر کے نسیء کو اپنی طرف سے شریعت اور دین قرار دے دیا اور مہینوں کی گنتی پوری کر کے حلال و حرام بدل ڈالے۔یعنی انہوں نے حرام مہینوں کی تعداد میں موافقت کی،وقت بدل ڈالا۔

(6)﴿فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ﴾ ’’پھر جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اسے حلال کر لیں‘‘ انہوں نے حلال کو حرام اور حرام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوحلال قرار دے دیا۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں سے دھوکہ کیا اور دین میں حیلہ اور فریب کو استعمال کیا۔

(7)﴿زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ﴾''ان کے بُرے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیے گئے ہیں'' شیاطین نے ان کے سامنے برے اعمال کو مزین کر دیا۔شریعت کی مخالفت میں کیے جانے والے کام ہمیشہ جاری رہیں تو ان کی برائی کا احساس دل سے ختم ہو جاتا ہے، پھر وہ برے کام اچھے محسوس ہونے لگتے ہیں۔یہ شیاطین کی جانب سے کی جانے والی تزئین ہے۔

(8)ان کے دلوں میں برے اعمال کے لیے قبولیت تب آتی ہے جب ان کے دل انہیں اچھا سمجھنے لگتے ہیں اور یہ تب ہوتا ہے جب دل میں فاسد عقائد جڑ پکڑ لیتے ہیں۔

(9)﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا'' اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا یعنی علم نافع اور عمل صالح کی توفیق نہیں دیتا اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں کفر نے جڑ پکڑ لی ہے۔ایسے لوگوں کے پاس جو نشانی بھی آ جائے ایمان نہیں لاتے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت

الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان

فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾

آخرت کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑا ہے''(38)

سوال 1: یہ آیات کب نازل ہوئیں؟

جواب: یہ آیات غزوہ تبوک 9ھ کے سلسلے میں نازل ہوئیں۔اس دور میں روم دنیا کی بڑی طاقت تھی۔قیصر روم بڑی گہری نظر سے دیکھ رہا تھا کہ اسلامی لشکر نے جس بھی علاقے کی طرف پیش قدمی کی ہے وہ فاتحانہ واپس لوٹا ہے۔چنانچہ قیصر روم نے اسلامی قوت سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا اور جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے بغیر مہلت دیے ہنگامی بنیادوں پر دشمن کے علاقے میں جا کر جنگ لڑنے کا فیصلہ کر لیا اور تیاریوں کا حکم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دے دیا، رسول اللہ ﷺ کے حکم کے باوجود کچھ لوگوں کا غزوہ تبوک کے لیے نکلنا مشکل ہو گیا۔ تبوک کا سفر مشکل، موسم شدید اور فصلیں پکی ہوئی تھیں۔ نہ نکلنے والوں میں کمزور ایمان والے اور منافق لوگ بھی شامل تھے اور مقابلے پر صلیبی رومی تھے جو دنیا کی سپر پاور تھی۔ مجاہدین کے پاس سامان سفر اور سواریوں کی شدید قلت تھی۔ 10

سوال 2: غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والوں کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿يَاَيُّهَا ... قَلِيْلٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یہاں سے ان لوگوں کی مذمت کا آغاز ہو رہا ہے جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہ ہوئے۔

(2) ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' اے لوگو! جنھوں نے دل سے ایمان کی تصدیق کی ہے، ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرو، اس کے حکم کی تعمیل کر کے اس کی رضا حاصل کرو۔

(3) اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ۔

(4) ﴿مَا لَكُمْ﴾ تمھیں کیا ہو گیا ہے کس چیز نے تمھیں عذر کے لیے تیار کیا ہے۔

(5) ﴿اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ﴾ ''جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو'' تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تمھیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنے کے لیے یعنی جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو تم سستی کر کے بیٹھ رہتے ہو اور عیش و آرام کی طرف مائل ہوتے ہو۔ افسوس ہے کہ تم آخرت کی بجائے دنیا پر ریجھ گئے!

(6) اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان لوگوں پر عتاب ہے جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے اور وہ مکہ فتح ہونے کے ایک سال بعد 9ھ کا زمانہ تھا۔ (فتح القدیر: 45/22)

(7) ﴿اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ﴾ ''کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو'' کیا تم دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے؟ آخرت کے مقابلے میں دنیا تو کچھ بھی نہیں۔ دنیا کی زندگی پر راضی ہونے والا تو اسی کے لیے بھاگ دوڑ کرتا ہے اور آخرت کی پرواہ نہیں کرتا۔

(8) ﴿فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ ''تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑا ہے'' دنیا کی زندگی کا سامان جس کی طرف تمھاری توجہ میں رغبت ہے، جس کو تم نے آخرت کے مقابلے میں ہمتوں، کوششوں اور حوصلوں کا میدان بنا رکھا ہے، وہ بہت کم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9) نبی ﷺ نے فرمایا: ''آخرت کے مقابلے میں دنیا کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص سمندر میں اپنی انگلی ڈبوئے اور پھر دیکھے کہ اس کی انگلی کتنا پانی لے کر پلٹتی ہے۔'' (صحیح مسلم)

(10) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ﴾ ''یا اللہ! زندگی صرف آخرت ہی کی زندگی ہے۔'' (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

(11) دنیا کو آخرت کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں۔ دنیا کی زندگی مختصر، دنیا کا مال ومتاع قلیل اور دنیا کا نفع بہت ہی قلیل ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (١٦) وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (١٧)﴾ ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔'' (الاعلی: 17,16)

(12) کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں عقل سے نہیں نوازا جس کے ذریعے سے تم تمام معاملات کو تولو کہ کون سا معاملہ ہے جو ترجیح دیئے جانے کا مستحق ہے؟ کیا ایسا نہیں کہ یہ دنیا اول سے لے کر آخر تک، آخرت کے ساتھ اس کی کوئی نسبت ہی نہیں؟ اس دنیا میں انسان کی عمر بہت تھوڑی ہے، یہ عمر اتنی نہیں کہ اسی کو مقصد بنا لیا جائے اور اس کے ماوراء کوئی مقصد ہی نہ ہو اور انسان کی کوشش، اس کی جہد اور اس کے ارادے اس انتہائی مختصر زندگی سے آگے نہ بڑھتے ہوں جو تکدر سے لبریز اور خطرات سے بھرپور ہے۔ تب کس بنا پر تم نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دے دی جو تمام نعمتوں کی جامع ہے جس میں وہ سب کچھ ہوگا نفس جس کی خواہش کریں گے اور آنکھیں جس سے لذت حاصل کریں گی اور تم اس آخرت میں ہمیشہ رہو گے۔ اللہ کی قسم! وہ شخص جس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو گیا ہے، جو صائب رائے رکھتا ہے اور جو عقل مندوں میں شمار ہوتا ہے، کبھی دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دے گا۔ (تفسیر سعدی: 1041،1040/1)

سوال 3: سچے مومن کا اسلام سے کیسا تعلق ہوتا ہے؟

جواب: (1) سچے مومن کی ساری وفاداریاں اسلام سے وابستہ ہو جاتی ہیں۔

(2) اسلام سچے مومن کے لیے زندگی موت کا مسئلہ بن جاتا ہے۔

(3) قربانی کے موقع پر وہ پوری طرح اسلام پر قائم رہتا ہے۔

سوال 4: اسلام سے تعلق کا ادنیٰ درجہ کیا ہے؟

جواب: (1) اسلام سے تعلق کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کی حقیقی دلچسپیاں کہیں اور ہوں اور اوپر سے وہ اسلام کا اقرار بھی کرے۔ (2) نمائشی دینداری میں آگے ہو اور قربانی کے موقع پر پیچھے ہٹ جائے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 5: جہاد فی سبیل اللہ کی پکار پر نہ نکلنے کا کیا سبب ہوتا ہے؟

جواب: اس کا سبب عقیدے کے اندر کمزوری ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے نہ جہاد کیا اور نہ جہاد کا ارادہ کیا تو وہ نفاق کی ایک حالت پر مرا۔“ (مسلم: 4931)

سوال 6: نفاق انسان کے اندر کیا تبدیلی پیدا کرتا ہے؟

جواب: (1) نفاق انسان کو موت سے ڈراتا ہے حالانکہ موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

(2) نفاق مال ضائع ہونے سے ڈراتا ہے اور جہاد سے روکتا ہے حالانکہ رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

(3) نفاق انسان کو بلندی اور کمال تک پہنچنے سے روکتا ہے۔

﴿اِلَّا تَنۡفِرُوۡا يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۙ وَّيَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ وَلَا تَضُرُّوۡهُ شَيۡـًٔا ؕ

”اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں کو بدل کر لے آئے گا اور تم اس کا کچھ بھی

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ﴾

نقصان نہ کرو گے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے“ (39)

سوال: جہاد ترک کرنے والوں کو جو وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اِلَّا تَنۡفِرُوۡا ... قَدِيۡرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا تَنۡفِرُوۡا يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۙ وَّيَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ﴾ ”اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں کو بدل کر لے آئے گا“ اللہ تعالیٰ نے جہاد ترک کرنے پر وعید دی ہے کہ اگر تم جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو تم پر اللہ تعالیٰ کا دردناک عذاب آ جائے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا فرما دے گا۔

(2) ﴿اِلَّا تَنۡفِرُوۡا﴾ ”اگر تم نہ نکلو گے“ اگر تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے نہیں نکلو گے اسے چھوڑ دو گے اور وہ اکیلا روم کی جنگ کے لیے نکلے گا۔ (ایسر التفاسیر: 552،551)

(3) ﴿يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا﴾ ”وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا“ اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا کیونکہ جہاد کے لیے نہ نکلنا گناہ کبیرہ ہے جو دردناک عذاب کا سبب ہے۔ جہاد سے جی چرانا اور پیچھے بیٹھ رہنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

(4) جہاد سے گریز کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کے لیے مدد نہیں کرتا اور اپنے مسلمان بھائیوں کی ان کے دشمنوں کے خلاف مدد نہیں کرتا جو دین کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اس لیے وہ عذاب کا مستحق ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(5) جب کچھ لوگ جہاد سے جی چراتے ہیں تو جہاد کرنے والوں کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سخت وعید سنائی ہے۔

(6) ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے نجدہ بن نفیع سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل عرب کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا تو ان پر گراں گزرا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لہٰذا بارش بند ہوگئی اور یہی ان کا عذاب تھا۔ (تفسیر ابن عباس: 516/1)

(7) سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے نہ تو جہاد میں حصہ لیا، نہ کسی مجاہد کو کوئی سامان مہیا کیا، نہ کسی مجاہد کے اہل وعیال کی نیک نیتی سے خبر گیری کی، تو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے اسے کسی سخت مصیبت میں مبتلا فرمادے گا۔'' (ابوداود: 2503، ابن ماجہ: 2762)

(8) ﴿وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾ ''اور تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں کو بدل کر لے آئے گا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ کو بلند کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ اس لیے اگر تم جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کر دے گا۔ یعنی تمہیں تباہ کر کے تمہاری جگہ اور لوگ لے آئے گا۔

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾ ''اور اگر تم منہ موڑ دو گے تو وہ تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو بدل لائے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔'' (محمد: 38)

(10) ﴿وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا﴾ ''اور تم اس کا کچھ بھی نقصان نہ کرو گے'' اللہ تعالیٰ کے لیے برابر ہے تم اس کے احکامات کی فرماں برداری کرو یا نافرمانی، تم اس کا کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، وہ مومنوں پر بہت نرم اور کافروں پر بہت سخت ہوں گے، وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (المائدۃ: 54)

(11) ﴿وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ کرے اسے کوئی بے بس نہیں کر سکتا، نہ اس پر کوئی غالب آ سکتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(12)اس چیز میں مومنوں کے لیے شدید وعید ہے جوان کے دلوں کو دہلا دینے والی ہے۔

(13)اللہ تعالیٰ عذاب دینے پر، لوگوں کو بدل دینے پر، اپنے دین کی نصرت پر قادر ہے اور اس میں وعید ہے ان کے لیے جو جہاد سے پیچھے رہتے ہیں اور جو اس کی قدر کو نہیں پہچانتے۔ (تفسیر قاسمی:8/215)

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ

''اگر تم اس (پیغمبر) کی مدد نہ کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا تھا جنھوں نے کفر کیا

اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ

جب کہ وہ دو میں سے دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: ''غم نہ کرو! یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے

سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ

ساتھ ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی اور اس کو ایسے لشکروں کے ساتھ قوت دی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور ان لوگوں کی

كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

بات نیچی کر دی جنھوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (40)

سوال1: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کا مددگار ہے، اس کی وضاحت ﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ ...حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ﴾ ''اگر تم اس (پیغمبر) کی مدد نہ کرو'' اے مسلمانو! اگر تم نبی ﷺ کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کا مددگار اور محافظ ہے وہی اس کی حفاظت کرے گا۔ اگر تم اس کی یعنی محمد ﷺ کی مدد نہیں کرو گے یعنی اس کے ساتھ تبوک کے لیے نہیں نکلو گے۔ (تفسیر قاسمی:8/216)

(2)﴿فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی'' اگر تم اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی مدد نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے۔ تم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس نے قلت زاد اور بے بسی کے حالات میں بھی آپ کی مدد فرمائی۔

(3)﴿اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا تھا'' جب کفار نے آپ کو مکہ مکرمہ سے نکال دیا تھا، جب انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ قتل کر دیں یا قید کر دیں یا جلاوطن کر دیں اور اس مقصد کے حصول کے لیے بھرپور کوشش کی اور وہ اس کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔ آخر انہوں نے آپ کو مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ (تفسیر سعدی:1/1042)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) مکہ سے نکلتے وقت آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''اے سرزمین مکہ! تو دنیا کی زمینوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اگر یہاں کے رہنے والے مجھے نہ نکالتے تو میں کبھی نہ نکلتا۔''

(5) ﴿ثَانِيَ اثۡنَيۡنِ﴾ ''دو میں سے دوسرا'' یعنی نبی ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

(6) ﴿اِذۡ هُمَا فِي الۡغَارِ﴾ ''جب وہ دونوں غار میں تھے'' یعنی جب نبی ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ غار ثور میں پناہ گزین رہے۔ تین دن تک نبی ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ شدید مشقت میں اس غار میں رہے۔ اردگرد دشمنوں نے تلاش کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا تاکہ انہیں پکڑ کر قتل کر ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کی اور ان پر اپنی نصرت نازل فرمائی۔

(7) ﴿اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ﴾ ''جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا'' یعنی جب نبی ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے جب کہ وہ شدید خوف اور غم کا شکار تھے۔

(8) ﴿لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ ''غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے'' یعنی اس کی مدد اور نصرت ہمارے ساتھ ہے۔

(9) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ جب میں غار میں تھا تو میں نے آپ ﷺ سے کہا، اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے قدموں کی طرف نگاہ کرلے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! تمہارا ان دو آدمیوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔'' (بخاری:3653)

(10) صاحب معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فکرمند ہونا بزدلی کی وجہ سے اور اپنی جان کی وجہ سے نہیں تھا انہیں رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک کی حفاظت کا خیال ہو رہا تھا۔ انہوں نے کہا: اگر میں مقتول ہو گیا تو میں آدمی ہوں اور اگر آپ کی ذات مبارک پر حملہ کر دیا تو پوری امت ہلاک ہو جائے گی۔ درمنثور صفحہ 241 جلد 2 میں ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور پر پہنچنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے خیال سے کبھی آگے چلتے تھے اور کبھی پیچھے اور کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف اور مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی تکلیف پہنچے تو مجھے پہنچ جائے آپ محفوظ اور صحیح سالم رہیں۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اس خیال سے کہ دشمنوں کو نشان ہائے قدم کا پتہ نہ چل جائے نبی ﷺ کو اپنے اوپر اٹھا کر انگلیوں کے بل چلے یہاں تک کہ ان کی انگلیاں چھل گئیں۔ (تفسیر انوار البیان:594,593/2)

(11) اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے بھی حزن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ حزن دل کو کمزور کر دیتا ہے اور ارادے کمزور کرتا ہے اس لیے اس کیفیت کو دور کرنا چاہیے۔

(12) اس آیت کریمہ سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو امت کے کسی بھی فرد کو حاصل نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(13)﴿فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ﴾ ’’تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی‘‘ اللہ تعالیٰ نے انہیں سکون، طمانیت اور ثبات عطا فرمایا جس سے ان کا دل مضبوط ہو گیا اسی لیے آپ ﷺ نے اپنے ساتھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ’’غم نہ کرو، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔‘‘ (14) ان کا نفس سکون میں آ گیا اور مطمئن ہو گیا اور ان سے خوف رخصت ہو گیا۔ (ایسر التفاسیر)

(15) اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ سکینت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد اور ایمان کے مطابق عطا کی جاتی ہے۔

(16)﴿وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا﴾ ’’اور اس کو ایسے لشکروں کے ساتھ قوت دی جن کو تم نے نہیں دیکھا‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی مدد ایسے معزز فرشتوں سے کی جو نظر نہیں آتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی۔

(17)﴿وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى﴾ ’’اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنہوں نے کفر کیا‘‘ اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کا کلمہ یعنی شرک کی طرف دعوت کو مغلوب کر دیا۔

(18) اللہ تعالیٰ نے کافروں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ کافر سمجھتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قید کر سکتے ہیں، جلاوطن کر سکتے ہیں، قتل کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کوشش کی لیکن اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اسی لیے سخت غصے میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی مدد کر کے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ آپ ﷺ کے دشمنوں کو آپ ﷺ سے دور رکھا اور آپ ﷺ کا دفاع کیا۔

(19)﴿وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا﴾ ’’اور اللہ تعالیٰ کی بات ہی سب سے اونچی ہے‘‘ یعنی ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ وہی بلند ہے یعنی دعوت توحید ہی بلند اور غالب ہے۔ (ایسر التفاسیر: 552)

(20) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ’’اور بے شک ہمارا لشکر ہی یقیناً غالب آنے والا ہے۔‘‘ (الصافات: 173)

(21) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ ’’یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔‘‘ (غافر: 51)

(22) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول اُن کی قوم کی طرف بھیجے تھے پھر وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لائے تھے تو ہم نے ان سے انتقام لیا جنہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے جرم کیا اور مؤمنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے۔'' (الروم:47)

(23) اللہ تعالیٰ کا دین واضح دلائل، حیرت انگیز آیات اور تائید کرنے والے براہین کے ذریعے سے تمام ادیان پر غالب ہے۔ (تفسیر سعدی:1044/1)

(24) ﴿وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے'' اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، اس سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔

(25) ﴿حَكِيْمٌ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے مطابق مومنوں کی مدد کرتا ہے اور کبھی مؤخر کر دیتا ہے۔

سوال 2: آیت میں ہجرت مدینہ کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس کی وضاحت احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تین راتیں (جمعہ، ہفتہ، اتوار) وہاں (غار میں) چھپے رہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے سیدنا عبداللہ (رضی اللہ عنہ) جو ہوشیار اور معاملہ فہم نوجوان تھے، رات کو رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہر کر منہ اندھیرے ہی مکہ میں قریش کے پاس آ جاتے، وہ قریش کے درمیان اپنی صبح یوں کرتے جیسے رات انہوں نے مکہ ہی میں گزاری ہو، اب وہ دن بھر قریش کی وہ باتیں اور منصوبے سنتے جو وہ رسول اللہ ﷺ کی تلاش کے لیے بناتے اور پھر جونہی رات پڑتی سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ غار میں آ جاتے اور دن بھر کی کارروائی سے رسول اللہ ﷺ اور اپنے والد گرامی کو آگاہ کرتے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ (رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کے لیے) غار کے قریب ہی دودھ دینے والی بکریاں چرایا کرتے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو وہ بکری کو غار میں لے آتے اور آپ اسی دودھ پر رات گزارتے۔ سیدنا عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تین راتیں ایسا ہی کرتے رہے۔ (بخاری:3905)

(2) سیدنا سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس قریشی کافروں کے قاصد آئے اور پیش کش کی کہ اگر کوئی شخص محمد (ﷺ) اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دے، یا قید کر کے لے آئے، تو ان دونوں میں سے ہر ایک بدلے میں اسے سو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ میری قوم بنی مدلج تھی۔ میں ان کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ اسی قوم کا ایک آدمی سامنے سے آیا اور ہمارے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں بیٹھا تھا کہ وہ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا، اے سراقہ! میں ساحل پر ابھی ابھی چند لوگوں کو دیکھ کر آیا ہوں، میرا خیال یہی ہے وہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ لوگ واقعی وہی ہیں، لیکن میں نے کہا، نہیں نہیں، یہ وہ نہیں ہو سکتے، دراصل تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے، وہ ابھی ہمارے سامنے سے اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گم شدہ چیز ڈھونڈنے کے لیے گئے ہیں۔ پھر میں مجلس میں تھوڑی دیر بیٹھا اور کھڑا ہوتے ہی سیدھا گھر گیا۔ اپنی لونڈی سے کہا، میرا گھوڑا تیار کر دے اور اسے لے کر ٹیلے کے پیچھے چلی جا، وہیں میرا انتظار کر۔ اس کے بعد میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور مکان کی پچھلی جانب سے باہر نکلا۔ گھر سے گھوڑے تک میں نیزے کی نوک سے زمین پر لکیر کھینچتا ہوا بڑھتا گیا، اس طرح سے میں نے نیزے کی بلندی کو پست رکھا (تاکہ کسی کو خبر نہ ہو کہ نیزہ لے کر کدھر جا رہا ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی میرے پیچھے چلا آئے اور وہ بھی انعام میں شامل ہو جائے)، یوں جب میں گھوڑے کے پاس آیا تو اس پر سوار ہو گیا۔ گھوڑے کو میں نے خوب دوڑایا، تاکہ وہ مجھے جلد از جلد اپنے ہدف کے قریب کر دے۔ آخرکار، جب میں قریب پہنچا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مجھے زمین پر گرا دیا۔ میں اٹھا اور میں نے اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا۔ ترکش سے تیر نکال کر فال نکالی کہ جن کا میں پیچھا کر رہا ہوں ان کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہوں یا نہیں۔ فال وہی نکلی جو مجھے ناپسند تھی، لیکن میں نے فال کی کوئی پروا نہ کی اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ گھوڑے نے اب کے دوسری بار پھر مجھے رسول کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریب کر دیا۔ اتنا قریب کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی تلاوت کو سن لیا۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ ﷺ میری طرف کوئی توجہ نہیں کر رہے تھے، جب کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار میری طرف مڑ کر دیکھتے تھے۔ اس دوران میں میرے گھوڑے کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور میں اس سے گر پڑا۔ پھر میں نے گھوڑے کو جھڑکا کہ وہ کھڑا ہو، لیکن وہ اپنے پاؤں زمین سے نہیں نکال سکا۔ بڑی مشکل سے جب اس نے پوری طرح کھڑے ہونے کی جدوجہد کی تو اس کے سامنے والے قدموں سے غبار سا اٹھا اور وہ دھوئیں کی طرح آسمان کی طرف چڑھنے لگا۔ میں نے اب دوبارہ تیروں کی فال نکالی لیکن اس مرتبہ بھی وہی فال نکلی جو مجھے پسند نہ تھی۔ چنانچہ میں نے (شکست خوردہ ہو کر ہار مان لی اور) امان طلب کرتے ہوئے انھیں آواز دی تو وہ ٹھہر گئے۔ اب میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بآسانی ان کے پاس جا پہنچا، گویا ان تک برے ارادے سے پہنچنے سے مجھے روک دیا گیا تھا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ محمد (ﷺ) کی دعوت غالب آ کر رہے گی۔ اب میں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کے لیے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کیا ہے۔ مزید برآں! لوگوں کے ارادوں کے بارے میں بھی آپ ﷺ کو آگاہ کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں کچھ توشہ اور سامان سفر پیش کیا، لیکن آپ ﷺ نے مجھ سے قبول نہیں فرمایا، مجھ سے رسول کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ بھی طلب نہیں کیا۔ صرف اتنی بات کہی: ''ہمارے بارے میں رازداری سے کام لینا۔'' اب میں نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ میرے لیے امن کی ایک تحریر لکھ دیجیے، اس پر آپ ﷺ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اور عامر نے چمڑے کے کاغذ پر امن کی تحریر لکھ دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ چل پڑے۔'' (بخاری:3906)

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ

''اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو،

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' (41)

سوال: ہر حال میں جہاد فرض ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنْفِرُوْا ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوہ تبوک کے موقع پر نکلنے کا حکم دیا تھا تا کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن رومیوں اور کفار اہل کتاب کے خلاف جہاد کریں اور مومنوں کے لیے ہر حال میں خواہ خوشی ہو یا ناخوشی، تنگی ہو یا آسانی نکلنے کو فرض قرار دیا۔ اور فرمایا: ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو ہلکے ہو یا بوجھل۔'' (المصباح المنیر:96/3)

(2) ﴿خِفَافًا﴾ خفاف: خفیف کی جمع ہے اور وہ جوان، مضبوط بدن والا دولت مند ہے جس کے پاس مال اور سواری ہو۔ (ثقال)، ثقیل کی جمع ہے اور وہ بوڑھا، مریض اور فقیر ہے جس کے پاس مال نہ ہو۔ (ایسر التفاسیر:552)

(3) اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دی ہے کہ ہلکے ہو یا بوجھل، فراخی ہو یا تنگی، سردی ہو یا گرمی، طبیعت خوش گوار ہو یا بوجھل، اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلو۔

(4) یعنی خوش دلی کے ساتھ یا بوجھل دل کے ساتھ، مالی مشکلات کے ساتھ یا آسانیوں کے ساتھ، موافق حالات کے ساتھ یا غیر موافق حالات کے ساتھ اور اس سے مراد یہ بھی ہے کہ حیلے بہانے نہ کرو۔ جانی اور مالی قربانیاں دو۔

(5) ﴿وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ﴾ ''اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لیے اپنی پوری قوتیں صرف کر دیں اور اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں۔

(6) یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ جیسے جان کے ساتھ جہاد فرض ہے اسی طرح ضرورت کے موقع پر مال کے ساتھ بھی جہاد فرض ہے۔

(7) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ، جماعت، سمع واطاعت اور ہجرت۔'' (ابن ابی حاتم:1804/6)

(8) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مشرکوں کے خلاف اپنے مالوں، اپنی جانوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔" (ابوداود:2504)

(9) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا: "اب کوئی ہجرت نہیں (یعنی فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کو ہجرت کر کے مدینہ آنے کی ضرورت ہی نہیں رہی) لیکن جہاد اور نیت (جہاد) برقرار ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو نکل پڑو۔" (بخاری:3077، مسلم:4829)

(10) ﴿ذٰلِكُمْ﴾ "یہ" یعنی جہاد کرنا۔

(11) ﴿خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ "تمہارے لیے بہتر ہے" تمہارے لیے گھر بیٹھنے کی نسبت بہتر ہے۔

(12) ﴿اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ "اگر تم جانتے ہو" تو اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت، اس کے راستے میں جہاد، اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول تمہارے حق میں اچھا ہے کیونکہ یہ درجات کی بلندی کا راستہ ہے۔

رب العزت کا فرمان ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (10) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (11) يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (12)﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں ایک ایسی تجارت کی طرف تمہاری راہ نمائی کروں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو، اگر تم جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ بہت بہتر ہے۔ وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ابدی جنت کے پاکیزہ گھروں میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔" (الصف 10-12)

(13) ﴿فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ "چنانچہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لڑیں جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی بیچ دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑے پھر قتل کیا جائے یا غالب آجائے تو جلد ہی ہم اسے اجر عظیم عطا کریں گے۔" (النساء:74)

(14) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابوسعید رضی اللہ عنہ! جو شخص اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا اس پر جنت واجب ہو گئی۔" سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو اس بات پر تعجب ہوا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ رسول ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا: ’’اور مزید فرمایا کہ ایک عمل اور ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے جنت میں آدمی کے سو درجے بلند ہوسکیں گے ان میں سے ایک درجہ کا دوسرے سے اتنا فاصلہ ہوگا جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔‘‘ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سا عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جہاد فی سبیل اللہ، جہاد فی سبیل اللہ۔‘‘ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد)

(15) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ’’مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی (مسلسل) روزے رکھے (مسلسل) قیام کرے، ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرے، (مسلسل) حالت رکوع میں رہے، (مسلسل) سجدے میں پڑا رہے۔‘‘ (سنن نسائی:3126)

(16) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ کی راہ میں جہاد کرو، بے شک جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ رنج و غم سے نجات دلاتا ہے۔‘‘ (مسند احمد:22746)

(17) سیدنا جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت تک یہ دین قائم رہے گا کیونکہ مسلمانوں کی ایک جماعت (ہر زمانے میں غلبہ دین کے لیے) جہاد کرتی رہے گی۔‘‘ (صحیح مسلم:4953)

(18) سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اسی حکم کی بجا آوری کے لیے شام چلے گئے اور آخری دم تک عیسائیوں سے جہاد کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں آخر جان دے دی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے تو جب سورۂ توبہ کی اس آیت پر پہنچے: ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ تو فرمایا، ہمارا رب تو ہمیں جوانی اور بڑھاپے دونوں حالتوں میں جہاد کا حکم فرماتا ہے، اے میرے بیٹو! مجھے سامان دے کر جہاد کے لیے رخصت کرو۔ بیٹوں نے کہا، آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہ کر جہاد کیا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے، پھر آپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جہاد کیا، یہاں تک کہ ان کی وفات بھی ہوگئی پھر آپ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جہاد کیا، حتیٰ کہ وہ بھی فوت ہوگئے۔ اب آپ جہاد پر جانے کو رہنے دیجیے، اب ہم لوگ آپ کی طرف سے جہاد کریں گے۔ (فرمانے لگے نہیں ایسا نہیں ہوسکتا تم لوگ میرا سامان تیار کرو) پھر وہ نکلے اور انھوں نے جہاد کے لیے سمندر کا سفر اختیار کیا۔ بعد ازاں کشتی میں انتقال ہوگیا تو ان کی تدفین کے لیے کوئی جزیرہ یا خشکی نہیں ملتی تھی، یہاں تک کہ ان کی وفات کے سات دن بعد ایک جزیرہ ملا، جہاں ان کو دفن کیا گیا اور اس دوران میں ان کے جسم یا چہرے پر کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ (مستدرک حاکم:5508، ابن حبان:71884، مسند ابی یعلی:3413)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ

''اگر جلدی ملنے والا مال اور درمیانہ سفر ہوتا تو وہ ضرور آپ کے پیچھے جاتے لیکن مسافت انہیں دور معلوم ہوئی

وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ

اور عنقریب وہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم استطاعت رکھتے تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلتے۔ وہ اپنی جانوں کو ہلاک

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾

کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ لوگ بلاشبہ ضرور جھوٹے ہیں'' (42)

ع 6 5 12

سوال 1: منافقوں کے غزوہ سے پیچھے رہنے کا سبب کیا تھا، اس کی وضاحت ﴿لَوْ كَانَ ... لَكٰذِبُوْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے اور جھوٹے بہانے بنا کر رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں شریک نہ ہونے کی اجازت لے کر گھر بیٹھ گئے حالانکہ ان کے پاس پیچھے رہنے کا کوئی سچا عذر نہ تھا۔ ان کے پیچھے رہنے کا اصل سبب یہ تھا کہ تبوک کا سفر لمبا اور پر مشقت تھا۔ رب العزت نے فرمایا:

(2) ﴿لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا﴾ ''اگر جلدی ملنے والا مال ہوتا'' آسانی سے حاصل ہونے والا نفع۔ (تفسیر قاسمی: 221/8)

(3) غنیمت جو قریب کی جگہ سے مل جائے دور نہ ہو۔ (ایسر التفاسیر: 552)

(4) اگر ان کا گھروں سے نکلنا آسان ہوتا یعنی دنیا کا مال و متاع، نفع، مال غنیمت آسانی سے ہاتھ آتا۔

(5) ﴿وَّسَفَرًا قَاصِدًا﴾ ''اور درمیانہ سفر ہوتا'' یعنی معتدل ہوتا جس میں مشقت نہ ہو۔

(6) ﴿لَّاتَّبَعُوْكَ﴾ ''تو وہ ضرور آپ کے پیچھے جاتے'' زیادہ مشقت نہ ہونے اور آسانی کی وجہ سے آپ ﷺ کی پیروی کرتے۔

(7) ﴿وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ﴾ ''لیکن مسافت انہیں دور معلوم ہوئی'' تبوک کی مسافت طویل تھی، سفر پر مشقت تھا اس لیے کچھ لوگ جہاد چھوڑ کر بیٹھ رہے۔

(8) انہوں نے جھوٹے عذر کیے تو انہیں ڈانٹا گیا کہ اگر قریب کا علاقہ ہوتا تو مال غنیمت سے حصہ لینے کے لیے یہ بھاگ کر آپ ﷺ کے ساتھ جاتے لیکن وہ مشقت سے گھبرا گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)﴿وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ﴾ ''اور عنقریب وہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم استطاعت رکھتے تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلتے'' وہ جہاد کے لیے نہ نکلے اور پیچھے رہ جانے پر اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے قسمیں کھائیں گے کہ وہ معذور تھے اور جہاد کے لیے نہیں نکل سکتے تھے۔

(10) یہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے منافقوں کے بارے میں خبر دی ہے۔(تفسیر ثعلبی:183)

(11) رب العزت نے فرمایا:﴿يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''وہ تمہارے لیے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، سو تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔'' (التوبہ:96)

(12)﴿يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ﴾ ''وہ اپنی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں'' وہ جھوٹ اور نفاق سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔(قرطبی:68/4)

(13) یعنی جہاد سے جی چرانے اور پھر جھوٹی قسمیں کھا کر خود کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹی قسم تو علاقوں کو ویران کر دیتی ہے۔'' (صحیحہ:978)

(14)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ لوگ بلاشبہ ضرور جھوٹے ہیں'' اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ نبی ﷺ کے ساتھ نکلنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور جھوٹ بول کر عذر کرتے ہیں۔

(15) یہ ان منافقوں کے لیے عتاب ہے جو غزوہ تبوک میں نبی ﷺ سے پیچھے رہ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان منافقوں کو معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ وہ جانتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں، آپ ﷺ کو منافقوں کا عذر قبول کرنے پر تنبیہ کی گئی۔

سوال 2: منافق کس طرح کے حالات میں ساتھ دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے؟

جواب:(1) منافق آسانی سے ہاتھ آنے والے فائدے کی وجہ سے ساتھ دیتا ہے۔

(2) منافق کو اگر تھوڑے کام سے بڑا فائدہ مل رہا ہو تو فوراً سفر کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا

''اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف فرما دیا، آپ نے کیوں انہیں اجازت دے دی، یہاں تک کہ آپ کے لیے وہ لوگ صاف ظاہر ہو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

جاتے جنہوں نے سچ کہا اور جھوٹوں کو بھی آپ جان لیتے“ (43)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) ابن جریر طبری سے روایت ہے کہ دو باتیں رسول اکرم ﷺ نے ایسی کیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت تک کوئی صاف حکم نہیں دیا گیا تھا ایک منافقین کو عدم شرکت کی اجازت دے دی اور دوسری غزوہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے لیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف تو فرما دیا لیکن حیرت سے دریافت کیا کہ آپ نے ان کو اجازت کیوں دی تھی۔ (تفسیر ابن عباس: 519/1)

(2) تبوک سے واپسی کے سفر میں نبی ﷺ صبح کے وقت تشریف لائے اور آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرتے، پھر لوگوں کے سامنے بیٹھ جاتے (اس سفر سے واپسی پر بھی) جب آپ نے ایسا کیا تو منافقین نے آ کر عذر پیش کرنے اور حلف اٹھانے شروع کر دیئے اور یہ کچھ اوپر 80 آدمی تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول کر لیا، ان سے بیعت لی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور ان کی باطنی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ (صحیح بخاری: 4417)

سوال 2: منافقین کو اجازت دینے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے جو سوال کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿عَفَا اللّٰهُ ---الْكٰذِبِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف فرما دیا“ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے درگزر کیا، آپ ﷺ کا مواخذہ نہیں کیا، آپ ﷺ سے جو کچھ ہوا اسے بخش دیا۔

(2) ﴿لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ﴾ ”آپ نے کیوں انہیں اجازت دے دی“ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت کیوں دے دی؟

(3) ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ”یہاں تک کہ آپ کے لیے وہ لوگ صاف ظاہر ہو جاتے جنہوں نے سچ کہا اور جھوٹوں کو بھی آپ جان لیتے“ یعنی جب ان کو آپ ﷺ آزماتے تو آپ ﷺ پر ظاہر ہو جاتا کہ سچے لوگ کون ہیں اور جھوٹے کون! ان لوگوں کو عذر قبول کر لیتے جو اس کے مستحق تھے اور ان کا عذر قبول نہ کرتے جو مستحق نہیں تھے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(4) نبی ﷺ پر عتاب کی علت ہے کہ آپ ﷺ نے تبوک پر نکلنے کی بجائے پیچھے رہنے کی اجازت دے دی۔(ایسر التفاسیر:553)

(5) سورۃ النور میں آپ ﷺ کو اجازت کا حق بھی مل گیا۔فرمایا:﴿فَاِذَا اسۡتَاۡذَنُوۡكَ لِبَعۡضِ شَاۡنِهِمۡ فَاۡذَنۡ لِّمَنۡ شِئۡتَ مِنۡهُمۡ﴾ ''چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جسے آپ چاہیں اجازت دے دیں۔''(النور:62)

﴿لَا يَسۡتَاۡذِنُكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ اَنۡ يُّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ

''جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اجازت نہیں مانگتے اس سے کہ وہ اپنے مالوں

وَاَنۡفُسِهِمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِيۡنَ﴾

اور اپنی جانوں سے جہاد کریں اور اللہ تعالیٰ متقیوں کو خوب جاننے والا ہے''(44)

سوال:کون لوگ جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے،اس کی وضاحت ﴿لَا يَسۡتَاۡذِنُكَ...بِالۡمُتَّقِيۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَسۡتَاۡذِنُكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ اَنۡ يُّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ﴾ ''جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اجازت نہیں مانگتے اس سے کہ وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کریں''اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے مومن آپ ﷺ سے جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے اجازت طلب نہیں کریں گے۔

(2) جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہیں اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرنے کو جنت کا راستہ اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ لَمۡ يَرۡتَابُوۡا وَجٰهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ﴾ ''یقیناً مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے ہیں پھر اُنہوں نے کوئی شک نہیں کیا اور انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا،یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں۔''(الحجرات:15)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ ''جن سے لوگوں نے کہا کہ یقیناً دشمن لوگ تمہارے خلاف لشکر جمع کر چکے ہیں لہٰذا تم اُن سے ڈر جاؤ، چنانچہ اس نے ان کو ایمان میں اور زیادہ کر دیا، اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔'' (آل عمران:173)

(5) ابن اسحاق نے کہا: کچھ مسلمان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے یہ رونے والے تھے یعنی بنو عامر بنو عوف میں سے سات آدمی تھے، سالم بن عمیر، علبہ بن زید اخو بن حارثہ، ابولیلی عبدالرحمن بن کعب، اخو بن مازن ابن نجار، عمر بن حمام بن جموع اخو بن سلمہ۔ عبداللہ بن مغفل مزنی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن عمرو مزنی تھے اور عرباض بن ساریہ فزاری وغیرہ۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سواری کی درخواست کی اور یہ سب اہل حاجت تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں سواری نہیں پاتا جو تمہیں دے دوں۔'' بس یہ لوگ واپس لوٹ گئے اور ان کی آنکھوں سے غم میں آنسو بہہ رہے تھے کہ ان کے پاس اتنا کیوں نہ ہوا کہ وہ بھی اس موقع پر خرچ کر سکتے۔ ابن اسحاق نے کہا: پھر مجھے یہ روایت ملی ہے کہ یامین ابن عمیر بن کعب نضری ابو یعلی عبدالرحمن بن کعب سے اور عبداللہ بن مغفل سے ملے تو وہ دونوں رو رہے تھے۔ یامین نے دریافت کیا: آپ دونوں کیوں رو رہے ہیں جواب ملا: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تھے کہ ہمارے لئے سواری کا انتظام کر دیا جائے مگر ہم نے ان کے پاس ایسی سواری نہیں پائی جو دے دیتے اور ہمارے پاس اتنا ہے نہیں جس سے ہم بطور خود انتظام کر کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا سکیں یامین نے انہیں اپنی ایک پانی لانے والی اونٹنی دے دی چنانچہ یہ دونوں اس پر بیٹھ کر روانہ ہوئے نیز یامین نے ان کے زادراہ کے لیے کچھ کھجوروں کا انتظام کر دیا۔ بہرحال یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ (سیرت ابن ہشام:623/1)

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''درہم و دینار اور چادر کا بندہ برباد ہوا کہ اگر اسے دیا جائے تو خوش اور نہ دیا گیا تو ناخوش ہے۔ ایسا شخص ہلاک اور برباد ہوا، اسے کانٹا چبھے تو نہ نکلے (یعنی کوئی نکالنے والا نہ ہو)، خوشخبری ہے اس بندے کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہو، اس کا سر پراگندہ ہے اور دو پاؤں غبار آلود۔ اگر وہ پہرے پر ہو تو اس کا حق ادا کرے اور اگر پیچھے ہو (یعنی اس کو لشکر کے پچھلے حصے میں مقرر کیا گیا ہو) تو اس کا حق ادا کرے۔ (حالانکہ اس کی دنیاوی حالت یہ ہے کہ) اگر وہ اجازت چاہے تو نہ ملے، اگر وہ سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے۔ (بخاری:2887)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ متقیوں کو خوب جاننے والا ہے'' متقی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈر کر اس کے نواہی سے رکتا ہے اور اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتا ہے۔

(8)غزوہ تبوک کے موقع پر متقی وہ تھے جنہوں نے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگی۔

(9)متقیوں کے بارے میں یہ علامت اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے کہ وہ پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے۔

﴿اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ

''آپ سے اجازت وہی مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں

فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ﴾

چنانچہ وہ اپنے شک میں تردد کر رہے ہیں'' (45)

سوال1: کون لوگ جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت مانگتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّمَا... يَتَرَدَّدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''آپ سے اجازت وہی مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے'' آپ ﷺ سے جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت تو وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر یقین نہیں رکھتے۔

(2) وہ جن کے دل شک میں مبتلا ہیں وہ کامل ایمان نہیں رکھتے، وہ قلب کا سچا یقین نہیں رکھتے اس لیے ان میں بھلائی اور نیکی کی رغبت بہت کم ہے۔ (3) وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر سچا یقین نہ رکھنے کی وجہ سے بزدلی دکھاتے ہیں۔

(4)﴿وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ ''اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں'' یعنی انہیں دین حق میں سے جس چیز کی طرف دعوت دی جاتی ہے وہ اس کی صحت کے بارے میں شک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:553)

(5) وہ جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت اس لیے مانگتے ہیں کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں۔

(6)﴿فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ﴾ ''چنانچہ وہ اپنے شک میں تردد کر رہے ہیں'' یہ ان کا شک ہے جو دلوں میں رچ بس گیا اب وہ حیران ہیں۔ تردد تحیر کو کہتے ہیں۔ (فتح القدیر:2/459)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(7) وہ اپنے شک میں جاتے ہیں اور لوٹ آتے ہیں۔ (قرطبی: 4/69)

(8) سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں نکلے جس میں لوگوں کو بہت تکلیف پہنچی تو عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں یہاں تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا اور دور ہو جائیں۔ (زہیر نے کہا یہ قراءت اس کی قراءت ہے جس نے ﴿حَوْلِهٖ﴾ پڑھا ہے) اور عبداللہ بن ابی نے یہ بھی کہا اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹے تو عزت والے مدینہ سے ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔ پھر میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کو بلانے کے لیے ایک آدمی بھیجا پھر اس سے پوچھا تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایسا نہیں کہا اور کہنے لگا کہ انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کی یہ بات سے مجھے بہت رنج اور دکھ ہوا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق کے لیے یہ آیت نازل کی۔ ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ﴾ ''جب آپ کے پاس منافقین آئیں'' پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلوایا تا کہ ان کے لیے مغفرت طلب کریں لیکن انہوں نے اپنے سروں کو موڑ لیا یعنی وہ نہ آئے اور پھر اللہ کا قول ﴿كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ﴾ ''گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں دیوار پر لگی ہوئی'' انہی کے بارے میں نازل ہوا سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے کہا یہ لوگ بظاہر بہت اچھے ہیں اور خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ (صحیح مسلم: 7024)

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ﴾ ''اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے جو قدرت والے ہیں وہ تم سے رخصت مانگتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے کہ ہم پیچھے بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ رہیں گے۔'' (سورہ التوبہ: 86)

(10) ﴿وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور بدوی عربوں میں سے بہانے کرنے والے آئے تا کہ انہیں رخصت دی جائے اور بیٹھے رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا۔ ان میں سے جن لوگوں نے انکار کیا ہے، عنقریب اُن کو ایک دردناک عذاب پکڑے گا۔'' (سورہ التوبہ: 90)

(11) ﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَاۗءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً الزام تو ان لوگوں پر ہے جو تم سے مالدار ہونے کے باوجود اجازت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مانگتے ہیں۔انہوں نے اس بات کو پسند کیا کہ وہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں۔اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔پھر وہ کچھ نہیں جانتے۔'' (التوبہ:93)

(12) ابن اسحاق نے کہا: عبداللہ بن ابی نے اپنا لشکر الگ رسول اللہ ﷺ سے نیچے ذباب پہاڑ کی طرف ٹھہرایا اور جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لشکر دوسرے لشکر سے کم نہ تھا۔پھر جب رسول اللہ ﷺ کا لشکر روانہ ہو گیا تو عبداللہ بن ابی ان منافقین اور اہل ریب کو لے کر جو اس کے ساتھ ہو سکے پیچھے لوٹ آیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتے ہوئے تردّد میں کون سا شخص مبتلا ہوتا ہے؟

جواب: تردد میں وہی مبتلا ہوتا ہے جو یقین سے محروم ہو جو جانتا ہو کہ رسول برحق ہیں مگر ذاتی کمزوریوں کی وجہ سے مشکلات سے گھبرا جاتا ہے۔

سوال 3: شک کیسے دور ہوتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عظمت کے دلائل سے شک دور ہوتا ہے۔

(2) یوم آخرت کے دلائل سے شک دور ہوتا ہے۔(3) کثرت سے موت کی یاد سے شک دور ہوتا ہے۔

(4) تلاوت قرآن مجید کرنے سے شک دور ہوتا ہے۔

(5) کثرت سے موت کی یاد دنیا کی محبت کو نکالتی ہے جو دلوں کو زنگ لگاتی ہے۔

﴿وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ

''اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے ضرور کچھ سامان تیار کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا اُٹھنا ہی ناپسند کیا تو اُس نے اُنہیں روک دیا

وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ﴾

اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو'' (46)

سوال: منافقین کا جہاد کے لیے نکلنے کا ارادہ ہی نہ تھا، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ ... الْقٰعِدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جہاد میں شامل نہ ہونے والے منافقوں کے حالات سے ظاہر ہو گیا ہے کہ ان کا جہاد کے لیے نکلنے کا ارادہ ہی نہ تھا اور جو معذرتیں وہ پیش کر رہے ہیں وہ بے بنیاد اور باطل ہیں کیونکہ جہاد میں شامل نہ ہونے کے لیے عذر تب قبول کیا جا سکتا ہے جب بندہ جہاد کے لیے نکلنے کی تیاری کرنے کے لیے پوری کوشش کرے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر کسی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکے۔ رب العزت نے ان کے بارے میں فرمایا:

(2)﴿وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ﴾ "اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ رکھتے" وہ لوگ جو جہاد سے جی چراتے ہیں وہ نکلنے کا ارادہ ہی نہیں کرتے۔ اگر وہ ارادہ کرتے تو تمام اسباب استعمال کرتے یعنی تیاری کرتے۔

(3)﴿لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً﴾ "تو اس کے لیے ضرور کچھ سامان تیار کرتے" یعنی اگر جہاد کے لیے جانا چاہتے تو ضرور تیاری کرتے۔

(4) ان کے تیاری نہ کرنے سے یہ معلوم ہو گیا کہ ان کا نکلنے کا ارادہ ہی نہیں تھا۔

(5) یہ عبداللہ بن ابی اور جد بن قیس وغیرہ اپنے قبیلوں کے معتبر، با اثر اور مال دار لوگ تھے۔

(6)﴿وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ﴾ "لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا اٹھنا ہی ناپسند کیا" اللہ تعالیٰ نے اپنے ازلی فیصلے میں ان کا آپ ﷺ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند نہیں فرمایا۔

(7)﴿فَثَبَّطَهُمْ﴾ "تو اس نے انہیں روک دیا" اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قضاء وقدر سے انہیں جہاد کے لیے نکلنے سے روک دیا۔ (8) اللہ تعالیٰ نے جہاد کی ترغیب بھی دی، اختیار بھی دیا مگر اپنی حکمت سے ان کو جہاد کے لیے نکلنے سے روک دیا اور ان کی مدد نہیں کی۔

(9)﴿وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ﴾ "اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو" انہیں کہا گیا کہ آپ بھی منہ چھپا کر بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔

(10) بیٹھنے والوں سے مراد عورتیں، بچے اور معذور افراد ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ﴾ "وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں۔" (التوبہ:87)

(11) امام محمد بن اسحاق فرماتے ہے کہ اجازت طلب کرنے والوں میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور جد بن قیس بھی تھا اور یہی بڑے بڑے رؤسا اور ذی اثر منافق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دور کر دیا اور اگر یہ ساتھ ہوتے تو ان کے ساتھ بات مان لینے والے وقت پر ان کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے نقصان کا باعث بن جاتے۔ محمدی لشکر میں ابتری پھیل جاتی کیوں کہ یہ لوگ وجاہت والے تھے اور کچھ مسلمان ان کے حال سے ناواقف تھے ان کے ظاہری اسلام اور ان کے چرب کلامی پر مفتوں تھے اور اب تک ان کے دلوں میں ان کی محبت تھی۔ (جامع البیان:16697)

(12) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جہاد کو ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

(13)﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ (٨١) فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ پیچھے چھوڑ دیے گئے لوگ، اللہ تعالیٰ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھنے کی وجہ سے خوش ہو گئے اور انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور انہوں نے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو۔ آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ گرمی میں اس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ کاش وہ سمجھتے ہوتے! پس لازم ہے کہ وہ ہنسیں بہت کم اور روئیں بہت زیادہ اس کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے ہیں۔ (التوبہ:82،81)

(14) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چند منافقین ایسے تھے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے تشریف لے جاتے تو یہ مدینہ میں پیچھے رہ جانے پر بہت خوش ہوا کرتے تھے لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس آتے تو عذر بیان کر لیتے بلکہ ان کو ایسے کام پر تعریف ہونا پسند آتا جس کو انہوں نے نہ کیا ہوتا اور بعد میں چکنی چپڑی باتوں سے اپنی بات بنانا چاہتے اللہ تعالیٰ نے اسی پر یہ آیت ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ﴾ آخر تک اتاری۔ (صحیح بخاری:4567)

﴿لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا۟اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ

"اگر وہ لوگ تمہارے ساتھ نکلتے تو بھی تم میں خرابی کے سوا کسی شے کا اضافہ نہ کرتے اور وہ تمہارے درمیان ضرور (گھوڑے) دوڑاتے تم

الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾

میں فتنہ تلاش کرتے ہوئے، اور تم میں ان کے لئے کان لگا کر سننے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے" (47)

سوال: اللہ تعالیٰ کو منافقوں کا مومنوں کے ساتھ نکلنا کیوں ناپسند ہے، اس کی وضاحت ﴿لَوْ خَرَجُوْا... بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے وجہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو منافقوں کا مومنوں کے ساتھ جہاد کے لیے نکلنا ناپسند کیوں ہے۔ فرمایا: ﴿لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ﴾ "اگر وہ لوگ تمہارے ساتھ نکلتے" اگر منافق تمہارے ساتھ نکلتے۔

(2) ﴿مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا﴾ "تو بھی تم میں خرابی کے سوا کسی شے کا اضافہ نہ کرتے" خبال عقل کا مرض ہے جیسے جنون، اسی سے رائے میں فساد اور عمل میں اضطراب پیدا ہوتا ہے۔

(3) منافق خود پست اور بے ہمت ہوتے ہیں تمام لوگوں میں کم ہمتی اور بزدلی کے جراثیم پیدا کر دیتے ہیں۔

(4) اگر منافق نکلتے تو بے چینی، بددلی اور انتشار پیدا کرتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) منافقوں کے پیچھے رہنے پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تسلی دی ہے۔

(6) ﴿وَّلَا اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ﴾ ''اور وہ تمہارے درمیان ضرور (گھوڑے) دوڑاتے تم میں فتنہ تلاش کرتے ہوئے'' منافق تمہارے درمیان فتنہ وفساد پیدا کرتے۔

(7) فتنہ دین میں تشکیک اور دشمنوں سے ڈراتا ہے۔ (تفسیر منیر:589/5)

(8) یعنی تمہارے درمیان فتنہ برپا کرنے اور عداوت پیدا کرنے کے بہت حریص ہیں۔ (تفسیر سعدی:1047/1)

(9) ﴿وَفِيْكُمْ﴾ ''اور تم میں'' اور مومنوں میں کمزور عقل کے لوگ موجود ہیں۔

(10) ﴿سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ﴾ ''کان لگا کر سننے والے ہیں'' جو منافقوں کے لیے جاسوسی کرتے ہیں۔ وہ منافقوں کے جال میں پھنس کر تمہارے درمیان فتنہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(11) تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو ان کی باتیں سنتے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے ان پرانے منافق لیڈروں کے ساتھ تعلقات تھے۔ وہ لوگ ان کی باتوں پر کان دھرتے تھے۔ اگر منافق جہاد کے لیے نکلتے تو ایسی صورت حال میں کتنا بڑا نقصان ہوتا۔

(12) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انہیں جہاد کے لیے نکلنے سے روک دیا تاکہ وہ فائدے کی بجائے نقصان نہ پہنچائیں۔ منافقوں کے پیچھے رہنے پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تسلی دی ہے۔

(13) ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ظالموں کے حالات کا ظاہری اور باطنی علم رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کیا ہوگا اور کیا نہ ہوگا۔ (تفسیر منیر:590/5)

(14) اللہ تعالیٰ ظالموں سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ان کے فسادات سے آگاہ کرتا ہے تاکہ مسلمان بچ جائیں۔

(15) ابن اسحاق رحمہ اللہ نے کہا: منافقین کے ایک گروہ میں ودیعہ بن ثابت اخو بن عمرو بن عوف بنو اشجع کا ایک آدمی بنوسلمہ کا حلیف تھا اور اس کا نام مخشن بن حمیر یا بقول ابن ہشام مخشی بن حمیر تھا بھی شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ تبوک تشریف لیے جارہے تھے تو وہ منافقین آپ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے اور ایک دوسرے سے کہتے جاتے تھے کیا تم خیال کرتے ہو کہ بنوالاصفر سے جنگ عربوں کی باہمی جنگ کی طرح ہوگی؟ خدا کی قسم! کل ہم سب کو رسیوں میں اکٹھے باندھ کر ڈال دیا جائے گا۔ یہ گروہ اس قسم کی باتیں مسلمانوں میں کمزوری اور خوف پیدا کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ اس پر مخشن بن حمیر نے کہا: خدا کی قسم! میں اس پر مصالحت اختیار کر لینا پسند کرتا ہوں، کہ ہم میں سے ہر شخص کو ایک ایک سو درے مارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائیں،اور کسی طرح تمہاری اس بات سے بچ جائیں کہ تمہاری اس قسم کی بات چیت کے متعلق ہم لوگوں کے بارے میں وحی نازل ہوجائے۔جیسا کہ مجھے معلوم ہوا، رسول اللہ ﷺ نے عمار بن یاسر سے کہا: ان لوگوں سے جا کر ملو یہ لوگ توقطعی طور پر ہلاک ہو گئے، یہ جو باتیں کر رہے ہیں ان کے متعلق پوچھو۔اگر یہ ان باتوں کا انکار کریں تو ان سے کہو یہ غلط کہتے ہو۔تم نے یہ یہ باتیں کی ہیں، چنانچہ سیدنا عمار بن یاسران کے پاس گئے اوران سے یہی سب کچھ کہا پھر تو منافقین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں معذرتیں پیش کرتے ہوئے حاضر ہوئے۔رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی کے پاس تشریف فرما تھے۔ودیعہ بن ثابت نے اونٹنی کی رسی جو اونٹنی کے پیٹ پر باندھی جاتی ہے، پکڑتے ہوئے کہا: یارسول اللہ ﷺ ہم لوگ صرف ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے پس اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمائی:﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ﴾"اور اگران سے دریافت کروگے تو کہیں گے ہم صرف نکتہ چینی کر کے ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے تھے۔"(سیرت ابن ہشام:630)

﴿لَقَدِ ابۡتَغَوُا الۡفِتۡنَةَ مِنۡ قَبۡلُ وَقَلَّبُوۡا لَكَ الۡاُمُوۡرَ حَتّٰى جَآءَ الۡحَقُّ

"بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے بھی انہوں نے فتنے میں ڈالنا چاہا اور آپ کے لیے کئی معاملات کو الٹ پلٹ کیا یہاں تک کہ حق آ گیا

وَظَهَرَ اَمۡرُ اللّٰهِ وَهُمۡ كٰرِهُوۡنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب ہو گیا حالانکہ وہ ناپسند کرنے والے تھے"(48)

سوال:مسلمانوں کو منافقوں کی گزشتہ سازشیں یاد دلائی گئی ہیں، اس کی وضاحت ﴿لَقَدِ ابۡتَغَوُا...كٰرِهُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یہاں مسلمانوں کو منافقوں کی سازشیں یاد دلائی جا رہی ہیں۔رب العزت نے فرمایا:﴿لَقَدِ ابۡتَغَوُا الۡفِتۡنَةَ مِنۡ قَبۡلُ﴾ "بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے بھی انہوں نے فتنے میں ڈالنا چاہا" وہ اس سے پہلے بھی تم میں بگاڑ تلاش کرتے رہتے ہیں یعنی جب آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اس وقت بھی انہوں نے بگاڑ پیدا کرنے میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔

(2)﴿وَقَلَّبُوۡا لَكَ الۡاُمُوۡرَ﴾"اور آپ کے لیے کئی معاملات کو الٹ پلٹ کیا" انہوں نے سازشوں کے جال پھیلائے، فتنے اٹھائے تا کہ دین اسلام کی روشنی بجھ جائے۔انہوں نے نبی ﷺ کی دعوت کو ناکام کرنے کے لیے حیلے کیے اور افکار ہی پلٹ دیئے۔

(3)﴿حَتّٰى جَآءَ الۡحَقُّ﴾"یہاں تک کہ حق آ گیا" یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید آ گئی۔(تفسیر منیر:5/589)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب ہوگیا“ اللہ تعالیٰ نے پہلے مسلمانوں کو بدر میں فتح عطا فرمائی اور دین اسلام کا بول بالا کیا پھر مکہ فتح ہوگیا تو منافق انگاروں پر لوٹنے لگے۔

(5)﴿وَهُمْ كٰرِهُوْنَ﴾ ”حالانکہ وہ ناپسند کرنے والے تھے“ منافقوں کے دلوں کی آگ کا ذکر ہے کہ اسلام کا بول بالا ہونے پر وہ کیسے دل میں سلگتے رہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ

”اور ان میں وہ بھی ہے جو کہتا ہے کہ آپ مجھے اجازت دے دیں اور مجھے آپ فتنے میں نہ ڈالیں سن لو! فتنے میں تو وہ لوگ پڑے

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾

ہوئے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے“ (49)

سوال: جد بن قیس نے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے کے لیے جو عذر پیش کیا، اس کی وضاحت ﴿وَمِنْهُمْ ... بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ﴾ ”اور ان میں وہ بھی ہے جو کہتا ہے کہ آپ مجھے اجازت دے دیں اور مجھے آپ فتنے میں نہ ڈالیں“ یہ عذر پیش کرنے والا منافق جد بن قیس تھا۔

(2) محمد بن اسحٰق نے زہری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جہاد کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ (تبوک کے موقع پر) آپ ﷺ نے بنو سلمہ کے بھائی جد بن قیس سے کہا کہ جد کیا تم کو بنی اصفر (رومیوں) کے ساتھ جہاد میں دلچسپی ہے؟ تو اس نے کہا مجھے اجازت دیں فتنے میں نہ ڈالیں۔ اللہ کی قسم میری قوم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھ سے زیادہ عورتوں میں دل چسپی لینے والا کوئی نہیں اور مجھے خوف ہے کہ میں نے رومیوں کی عورتوں کو دیکھا تو صبر نہ کر سکوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہا میں نے تجھے اجازت دی اور یہ آیات نازل ہوئی۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا ہے: ﴿اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا﴾ ”سن لو! فتنے میں تو وہ لوگ پڑے ہوئے ہیں“ یعنی وہ گناہ، نافرمانی اور نفاق میں پڑ گیا اور نبی ﷺ سے پیچھے رہا۔ (قرطبی: 72/9)

(4) وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے۔

(5)﴿وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ ”اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے“ کافروں اور منافقوں کو جہنم

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

گھیر رہی ہے۔(i) جہنم سے بھاگ کر جانے کی ان کے پاس کوئی صورت نہیں۔(ii) وہ اس سے نجات نہیں پائیں گے۔

(6) یہ ان کے لیے شدید وعید ہے کیونکہ اہل جہنم اپنے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے جہنم میں پہنچیں گے۔

﴿اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ‌ۚ وَاِنۡ تُصِبۡكَ مُصِيۡبَةٌ يَّقُوۡلُوۡا قَدۡ اَخَذۡنَاۤ

''اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم نے اپنے معاملے میں پہلے

اَمۡرَنَا مِنۡ قَبۡلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمۡ فَرِحُوۡنَ﴾

ہی احتیاط اختیار کر لی تھی اور اس حال میں پلٹتے ہیں کہ وہ خوش ہوتے ہیں'' (50)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن ابی حاتم نے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو منافقین مدینہ منورہ میں رہ گئے تھے اور انہوں نے جہاد میں شرکت نہیں کی تھی وہ لوگوں کو نعوذ باللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بری بری خبریں بیان کرتے تھے اور اس بات کی اشاعت کرتے تھے کہ نعوذ باللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سفر میں بہت ہی مشقت میں پڑ گئے اور ہلاک ہوئے۔ جب ان لوگوں کی تکذیب اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عافیت معلوم ہو گئی تو لوگوں کو بہت شاق اور ناگوار گزرا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ (تفسیر ابن عباس: 519/1)

سوال 2: مسلمانوں کو بھلائی یا مصیبت پہنچنے پر منافقوں کا کیا طرز عمل ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنۡ تُصِبۡكَ ... فَرِحُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) منافقوں کی مسلمانوں سے دشمنی کا یہ حال ہے کہ اگر مسلمانوں کو کوئی بھلائی ملتی ہے تو انہیں بری معلوم ہوتی ہے اور اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت آجائے تو یہ خوش ہو کر کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی اپنا بچاؤ کر لیا تھا۔ رب العزت نے فرمایا:

(2) ﴿اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ﴾ ''اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے'' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے مثلاً نصرت، غنیمت اور بھلائی کی ہر صورت۔ (ایسر التفاسیر: 556)

(3) الحسنہ وہ ہے جس کا حاصل کرنا نفس کے لیے آسان ہو مثلاً فتح و نصرت اور دشمن کے مقابلے میں کامیابی وغیرہ۔ (تفسیر منیر: 597/5)

(4) ﴿تَسُؤۡهُمۡ﴾ ''تو ان کو بری لگتی ہے'' انہیں غم زدہ کر دیتی ہے اور کرب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر مسلمانوں کو فتح ہوتی ہے تو ان پر گراں گزرتی ہے اور انہیں برا لگتا ہے۔ (الدر المنثور: 445/3)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(5) ﴿وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ﴾ ”اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچے“ یعنی شکست، قتل اور موت وغیرہ۔ (ایسر التفاسیر:556)

(6) ﴿يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ﴾ ”کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم نے اپنے معاملے میں پہلے ہی احتیاط اختیار کر لی تھی“ منافق کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی محمد ﷺ کی پیروی سے بچاؤ کر لیا تھا اور ہم ان سے کتراتے تھے جس کی وجہ سے ہم اس مصیبت میں مبتلا ہونے سے بچ گئے۔

(7) ﴿وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ﴾ ”اور اس حال میں پلٹتے ہیں کہ وہ خوش ہوتے ہیں“ منافق اسلام کے حقیقی دشمن ہیں ان کی عداوت کا یہ حال ہے کہ نبی ﷺ کی مصیبت پر اور آپ ﷺ کے ساتھ شریک نہ ہونے پر خوشی کے شادیانے بجاتے ہیں۔

﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ

”آپ کہہ دیں کہ ہمیں ہرگز کچھ نہیں پہنچے گا مگر جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہی ہمارا مالک ہے اور لازم ہے کہ

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان لانے والے توکل کریں“ (51)

سوال 1: مسلمانوں کی مصیبت پر خوش ہونے والے منافقوں کو جو جواب دینے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ...الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ”آپ کہہ دیں کہ“ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی راہ نمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ان منافقوں کی اس شدید دشمنی کے جواب میں یہ فرما دیں۔

(2) ﴿لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا﴾ ”ہمیں ہرگز کچھ نہیں پہنچے گا مگر جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دیا“ فتح و شکست، ناکامی و کامیابی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے دائرے میں بند ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے لوح محفوظ میں مقدر کر کے لکھ دیا ہے۔

(3) ﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (٢٢) لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ (٢٣)﴾ ”کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ ہی تمہاری ذات میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اُسے پیدا کریں وہ ایک کتاب میں ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے۔ تاکہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور جو تمہیں وہ عطا کرے اس پر پھول نہ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔“ (الحدید:23,22)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نبی ﷺ کے پیچھے سوار تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے چھوٹے لڑکے! یقیناً میں تجھے کچھ باتیں سکھلا رہا ہوں، بغور سنو! اللہ تعالیٰ کی حفاظت کرو، وہ تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت کر تو اس کو اپنے روبرو پائے گا، تو جب سوال کر او رجب مدد طلب کرے، تو اللہ تعالیٰ (ہی) سے مدد مانگو اور اس حقیقت کو جان لو کہ اگر ساری امت تجھے کچھ نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو تجھے صرف وہی نفع پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے مقدر کر دیا ہے اور اگر تمام امت تجھے نقصان پہنچانے کے لیے متحد ہو جائے تو تجھے اتنا ہی ضرر پہنچا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے، قلموں کو اٹھا لیا گیا ہے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ (ترمذی:2516، مسند احمد:2766)

(5) ﴿هُوَ مَوْلٰىنَا﴾ ''وہی ہمارا مالک ہے'' وہی ہمارا مددگار ہے اور اس کا دین سارے ادیان پر غالب آنے والا ہے۔ (فتح القدیر:463/2) (6) اللہ تعالیٰ ہمارا سردار اور ہماری پناہ گاہ ہے اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔'' (مختصر ابن کثیر:7291/1)

(7) یعنی وہ ہمارے تمام دینی اور دنیاوی امور کا سرپرست ہے پس ہم پر اس کی قضا وقدر پر راضی رہنا فرض ہے۔ ہمارے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں۔ (تفسیر سعدی:1049/1)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اُن لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور کافروں کا یقیناً ان کے لیے کوئی مددگار نہیں۔'' (محمد:11)

(9) ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان لانے والے توکل کریں'' یعنی ہم مومن ہیں اور ہم اپنے رب پر توکل کرنے والے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:556)

(10) توکل علی اللہ کے معنی ہیں اسباب کو اختیار کرنے کے بعد اپنے کام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا۔ یہی ایمان کا اصول ہے۔ (تفسیر منیر:600/1) (11) یعنی ایمان والوں کو نفع کے حصول اور ضرر کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ کبھی نامراد نہیں ہوتا۔

(12) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے۔'' (الطلاق:3)

(13) جو غیر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہ ناکام ونامراد رہ جاتا ہے اور اپنی امیدوں کے حصول میں ناکام رہتا ہے۔

سوال 2: مومن اور منافق کے نظریات کا فرق ان کی زندگی پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟

جواب: منافق جو کچھ بھی کرتا ہے اسے صرف اپنا دنیوی مفاد ملحوظ ہوتا ہے۔ پھر اگر اس کو کامیابی ہو تو وہ اترانے لگتا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خوشی سے پھولے نہیں سماتا اگر ناکامی ہو تو مایوس ہو کر رہ جاتا ہے جبکہ مومن کی شان یہ ہے کہ جو کچھ بھی کرتا ہے دین کی سربلندی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔ اگر کامیاب ہو تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سمجھتا ہے اور شکر ادا کرتا ہے مگر اتراتا نہیں اور اگر ناکامی ہو تو وہ بھی اس کو مایوس نہیں کرتی اور اسے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے سمجھتا ہے کیونکہ اسباب کو اختیار کرنا مومن کا کام ہے اور اس کے اچھے یا برے نتائج پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ لہٰذا وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتا ہے۔ (تیسیر القرآن: 221/1)

﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ

"آپ کہہ دیں تم ہمارے لیے دو بھلائیوں میں سے ایک کے سوا کسی اور کا انتظار نہیں کرتے اور ہم تمہارے لیے اس بات کا انتظار

اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا

کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے تمہیں کوئی عذاب پہنچائے یا ہمارے ہاتھوں سے، سو تم انتظار کرو،

اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ﴾

یقیناً ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں" (52)

سوال: مسلمان مارے گئے تو شہید ہوں گے اور زندہ رہے تو غازی ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... مُّتَرَبِّصُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ "آپ کہہ دیں" اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجئے۔

(2) ﴿هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ "تم ہمارے لیے دو بھلائیوں میں سے ایک کے سوا کسی اور کا انتظار نہیں کرتے" تم ہمارے بارے میں ایسی چیز کا انتظار کر رہے ہو جس کا انجام کار ہمارے لیے نفع مند ہے۔ مسلمانوں کو ہر حال میں بھلائی یا کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ یا تو وہ فتح و نصرت حاصل کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا حکم بلند کریں گے یا شہادت نصیب ہو گی اور اعلیٰ درجات ملیں گے۔

(3) سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مومن کی حالت پر تعجب ہے، اس کا ہر معاملہ اس کے لیے بہتر ہے اور یہ چیز سوائے مومن کے اور کسی کو حاصل نہیں کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی دکھ، کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔" (مسلم: 7500)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی ضمانت دی ہے کہ جو شخص میری راہ میں جہاد کے لیے نکلے، اس حال میں کہ اسے مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ کسی اور چیز نے جہاد کے لیے نہ نکالا ہو تو میں اسے اجر و ثواب اور غنیمت کے ساتھ واپس لے آؤں گا، یا (شہید ہونے کی صورت میں) جنت میں داخل کروں گا۔'' (بخاری:36)

(5) ﴿وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا﴾ ''اور ہم تمہارے لیے اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے تمہیں کوئی عذاب پہنچائے یا ہمارے ہاتھوں سے'' اے منافقو! ہم یعنی مسلمان تمہارے بارے میں انتظار کریں گے کہ تمہارا انجام کیا ہوتا ہے یا تو ہمارے بغیر اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے گا جیسے پچھلے لوگ پکڑے گئے یا ہمیں تم پر غالب کر کے ہمارے ذریعے تمہیں عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اور جب تم پر ہم قابو پالیں گے تو تمہیں قتل کر دیں گے۔

(6) ﴿فَتَرَبَّصُوْٓا﴾ ''سو تم انتظار کرو'' اے منافقو! تم ہمارے بارے میں انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دو میں سے کون سی بھلائی عطا کرتا ہے فتح یا شہادت۔

(7) ﴿اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ﴾ ''انتظار کرو، یقیناً ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں'' ہم بھی تمہارے بارے میں انتظار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بغیر عذاب دے گا یا ہم سے تمہیں قتل کروائے گا۔

﴿قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، تم سے ہرگز وہ قبول نہ کیا جائے گا۔ بلاشبہ تم ہمیشہ سے نافرمان لوگ ہو'' (53)

سوال: منافقوں کے صدقات ناقابل قبول ہیں، اس کی وضاحت ﴿قُلْ...فٰسِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) منافقوں کے صدقات قبول نہیں کیے جاتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ'' اے نبی ﷺ! آپ ان منافقوں سے کہہ دیجیے۔

(2) ﴿اَنْفِقُوْا طَوْعًا﴾ ''تم خوشی سے خرچ کرو'' اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور جہاد میں خوشی سے خرچ کرو۔

(3) ﴿اَوْ كَرْهًا﴾ ''یا ناخوشی سے'' یا مارے، باندھے، ناگواری سے۔

(4) ﴿لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ﴾ ''تم سے ہرگز وہ قبول نہ کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ تمہارے باطل صدقات کو قبول نہیں کرے گا۔

(5) وہ تمہارے کسی عمل کو قبول کرنے والا نہیں کیونکہ تم نافرمان ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) تمہارا کفر تمہارے خرچ کی قبولیت کے راستے میں رکاوٹ ہے۔

(7) منافقین جہاد میں شرکت سے معذوری کر رہے تھے اور مالی تعاون اس لئے پیش کر رہے تھے کہ بدنام نہ ہوں۔

(8) ﴿اِنَّكُمْ كُنْتُمْ﴾ ''بلاشبہ تم'' اے منافقو!

(9) ﴿قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''ہمیشہ سے نافرمان لوگ ہو'' نافرمان لوگ ہو۔

(10) تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے میں نہیں ہو۔

(11) تمہارا اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی ﷺ کی رسالت پر ایمان نہیں۔ ایمان کے بغیر اعمال قبول نہیں ہوتے۔

(12) تم نیک اعمال سے تھک جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ پاک ہے، وہ پاک اعمال کو قبول کرتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! اللہ تعالیٰ خود پاک ہے اور صرف پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔'' (مسلم:2346)

(13) تمہارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں اور اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کے اعمال قبول کرتا ہے۔ ﴿اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تو صرف پرہیز گاروں ہی سے قبول کرتا ہے۔'' (المائدۃ:27)

﴿وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ

''اور کوئی ان کے مانع نہیں ہوا اس سے کہ ان کے خرچ کیے ہوئے مال قبول کیے جائیں مگر یہ کہ یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور

بِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ

اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا، اور وہ نماز کو نہیں آتے مگر اس طرح کہ سست ہوتے ہیں اور وہ خرچ نہیں کرتے

اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ﴾

مگر اس حال میں کہ وہ ناپسند کرنے والے ہیں'' (54)

سوال 1: منافقوں کے صدقات قبول نہ ہونے کے کیا اسباب ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... كٰرِهُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ﴾ ''اور کوئی ان کے مانع نہیں ہوا اس سے کہ ان کے خرچ کیے ہوئے مال قبول کیے جائیں'' منافقوں کے صدقات کی عدم قبولیت کے اسباب بیان کیے جا رہے ہیں۔

(2) ﴿اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ﴾ ''مگر یہ کہ یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قبولیت کے راستے کی پہلی رکاوٹ یہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کیا ہے۔
(3) ایمان سارے اعمال کے قبول ہونے کی پہلی شرط ہے۔ (4) منافق ایمان اور اعمال صالح سے محروم ہیں۔
(5) ﴿وَلَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى﴾ ''اور وہ نماز کو نہیں آتے مگر اس طرح کہ سست ہوتے ہیں'' منافقوں کے صدقات کی عدم قبولیت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ افضل ترین بدنی عبادت نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کسمساتے ہوئے اٹھتے ہیں۔
(6) نماز پڑھنا منافقوں کے لیے بھاری بوجھ بن جاتی ہے اس لیے بوجھل دل سے اٹھتے ہیں اور کاہل ہو کر سستی سے نماز پڑھتے ہیں۔
(7) علماء نے لکھا ہے کہ لوگوں کے سامنے ہوا تو نماز پڑھ لی اور اکیلا ہوا تو چھوڑ دی۔ یہ بھی کسل فی الصلوۃ ہے۔ (کبیر) (تفسیر اشرف الحواشی: 235/1) (8) بندے کے لیے لازم ہے کہ نماز کے لیے دل کی خوشی کے ساتھ حاضر ہو۔
(9) ﴿وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔'' (النسا: 142)
(10) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق بیٹھا سورج کو دیکھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان آ جاتا ہے۔ (غروب ہونے لگتا ہے) تو وہ کھڑا ہو کر جلدی جلدی چار ٹھونگیں مارتا ہے، اور اس نماز میں وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی کم یاد کرتا ہے۔'' (مسلم: 1412، نسائی: 512)
(11) منافق کو جو چیز نماز پڑھنے کے لئے مجبور کرتی ہے وہ ان کے اندر نہیں ہوتی اس لئے ان کی نماز دکھاوے کی ہو جاتی ہے۔
(12) ﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ﴾ ''اور وہ خرچ نہیں کرتے مگر اس حال میں کہ وہ ناپسند کرنے والے ہیں'' منافقوں کے صدقات کی عدم قبولیت کا تیسرا سبب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں تو اس مقصد کے لیے کہ لوگ مذمت نہ کریں۔ (13) منافق شرح صدر اور دل کے یقین کے ساتھ اجر کی نیت سے خرچ نہیں کرتے۔
(14) اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ خرچ قبول کیا جاتا ہے جو دل کے ثبات و یقین کے ساتھ ثواب کی امید رکھ کر کیا جائے۔

سوال 2: منافق اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا انکار کیسے کرتا ہے؟

جواب: منافق اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا دل سے انکار کرتا ہے کسل مندی اور کراہت دل کے نہ کھلنے کی علامت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سستی کا بنیادی سبب کراہت ہوتی ہے جہاں دل نہ لگے، انسان جس کو فرض نہ سمجھے وہاں سستی سامنے آتی ہے۔

﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا

''سو ان کے اموال اور ان کی اولادیں آپ کو بھلی نہ لگیں درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ ان کی وجہ سے انہیں

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾

دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں'' (55) 12

سوال 1: منافقوں کے مال واولاد آپ کو حیرت میں نہ ڈالیں، اس کی وضاحت ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ ... كٰفِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ﴾ ''سو ان کے اموال اور ان کی اولادیں آپ کو بھلی نہ لگیں'' رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ منافقوں کے اموال اور ان کی اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالے۔ آپ ﷺ ان کے اموال اور اولاد کی کثرت سے مرعوب نہ ہوں۔

(2) رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ڏ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ ''اور آپ نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں اس کی طرف جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو سروسامان دیا ہے، دنیا کی زندگی کی زینت ہے تا کہ ہم انہیں اس آزمائش میں ڈالیں اور آپ کے رب کا رزق ہی بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔'' (طٰہٰ: 131)

(3) ﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ (۵۵) نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (۵۶)﴾ ''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟ ہم اُنہیں بھلائیاں دینے میں سرگرم عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں۔'' (مومنون: 56،55) (4) ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ﴾ ''درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے'' اللہ تعالیٰ مال اور اولاد کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔

(5) ﴿لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''کہ ان کی وجہ سے انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب دے'' یہاں عذاب سے مراد وہ مشقت اور کوشش ہے جو اسے حاصل کرنے میں انہیں برداشت کرنی پڑتی ہے اور اس میں دل کی تنگی اور بدن کی مشقت ہے۔ اگر آپ اس مال کے اندر موجود ان کی لذات کا مقابلہ اس کی مشقتوں سے کریں تو ان لذتوں کی ان مشقتوں کے ساتھ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کوئی نسبت ہی نہیں اور ان لذات نے چونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دیا ہے اس لئے یہ ان کے لیے اس دنیا میں بھی وبال ہیں۔ ان کا سب سے بڑا وبال یہ ہے کہ ان کا دل انہی لذات میں مگن رہتا ہے اور ان کے ارادے ان لذات سے آگے نہیں بڑھتے، یہ لذات ان کی منتہائے مطلوب اور ان کی مرغوبات ہیں، ان کے قلب میں آخرت کے لیے کوئی جگہ نہیں اور یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ یہ لوگ دنیا سے اس حالت میں جائیں۔ (تفسیر سعدی:1052/1)

(6) ﴿وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں'' یعنی ان کی جان اس حالت میں نکلے کہ وہ حق کا انکار کرنے والے ہوں۔ اس سے بڑا کیا عذاب ہوسکتا ہے کہ انسان ہمیشہ کی بدبختی اور کبھی دور نہ ہونے والی حسرت میں مبتلا رہے۔

سوال 2: مال اور اولاد انسان کے لیے سزا کب بن جاتے ہیں؟

جواب: (1) جب مال اور اولاد کی وجہ سے انسان اذیت میں مبتلا ہوتا ہے۔

(2) جب دولت بڑھانے کے لیے انسان کی راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے۔

(3) جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا انسان کو مال کی ہلاکت محسوس ہوتا ہے۔

(4) جب اولاد بے راہ رو ہو جاتی ہے۔ (5) جب اولاد سرکش اور نافرمان ہو جاتی ہے تو عذاب بن جاتی ہے۔

سوال 3: مال اور اولاد نعمت کب بنتے ہیں؟

جواب: (1) جب بندے کو شکر کی توفیق ملتی ہے۔ (2) جب بندہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے۔

(3) جب بندے کا ضمیر مطمئن ہو اور وہ اخلاص سے انفاق فی سبیل اللہ کرتا ہو۔

(4) جب بندہ مال اور اولاد کو آخرت کے لیے لگاتا ہو۔

﴿وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ﴾

''اور وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ضرور وہ تم ہی میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں'' (56)

سوال: منافقوں کی بزدلی کی وضاحت ﴿وَ يَحْلِفُوْنَ ... يَّفْرَقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ضرور وہ تم ہی میں سے ہیں'' منافقوں کی گھبراہٹ اور بزدلی کا بیان ہے کہ یہ قسمیں کھا کھا کر اپنے اپنے اسلام کا یقین دلا رہے ہیں کیونکہ انہیں ڈر بے چین کر رہا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:731/1) (2) ﴿اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ﴾ ''کہ ضرور وہ تم ہی میں سے ہیں'' وہ مومنوں میں سے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ﴾ ”حالانکہ وہ تم میں سے نہیں“ یعنی ان کے دل، ان کے چہرے اور ان کی مرضی کافروں کے ساتھ ہے۔ باطن سے منافق آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔

(4)﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ”اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب اپنے سرداروں کے ساتھ اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو اُن سے محض مذاق کرنے والے ہیں۔“ (البقرۃ:14)

(5)﴿وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ﴾ ”بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں“ وہ ایسے لوگ ہیں جو آپ سے خوف زدہ ہیں۔ ان کے دل جرأت سے محروم ہیں وہ ڈرتے ہیں کہ اگر اپنا حال ظاہر کر دیا تو ہر طرف سے لوگ ان کے مخالف ہو جائیں گے۔

﴿لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ﴾

”اگر وہ کوئی جائے پناہ، یا کوئی غاریں، یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ پالیں تو وہ اس حال میں لوٹ جائیں کہ رسیاں تڑاتے ہوں“ (57)

سوال: منافقوں کی بزدلی کی مزید وضاحت ﴿لَوْ يَجِدُوْنَ ... يَجْمَحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً﴾ ”اگر وہ کوئی جائے پناہ“ اللہ تعالیٰ ان کی بزدلی کی انتہا کو بیان فرماتے ہیں کہ اگر وہ کوئی جائے پناہ پالیں مثلاً کوئی قلعہ یا جزیرہ وغیرہ۔

(2)﴿اَوْ مَغٰرٰتٍ﴾ ”یا کوئی غاریں“ جن میں یہ داخل ہو کر اسے اپنا ٹھکانا بنالیں۔ (تفسیر سعدی:1053/1)

(3)﴿اَوْ مُدَّخَلًا﴾ ”یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ پالیں“ یا کوئی ایسی جگہ جہاں وہ گھس بیٹھیں یا انہیں سر چھپانے کی کوئی جگہ مل جائے تو فوراً اس کی طرف بھاگ جائیں۔

(4)﴿لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ﴾ ”تو وہ اس حال میں لوٹ جائیں کہ رسیاں تڑاتے ہوں“ یعنی وہ رسیاں تڑواتے ہوئے تیزی سے اس کی طرف بھاگیں گے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو ثبات نہیں رکھتے۔

(5) منافق روحانی طور پر شکست خوردہ اور بزدل ہوتے ہیں۔ انہیں ہر وقت لگتا ہے کہ کوئی مصیبت پیچھا کر رہی ہے اس وجہ سے یہ خوفزدہ اور فرار کی حالت میں ہوتے ہیں۔ وہ بڑی مشقت سے آپ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ ضرورت سے مجبور ہیں۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ

”اور ان میں کوئی ایسا بھی ہے جو صدقات میں آپ پر طعن کرتا ہے، پھر اگر اس میں سے ان کو دے دیا جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿يُعۡطَوۡا مِنۡهَآ اِذَا هُمۡ يَسۡخَطُوۡنَ﴾

انہیں اس میں سے نہ دیا جائے تب وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔‘‘ (58)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام بخاری نے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ مالوں کو تقسیم فرما رہے تھے، اتنے میں ذوالخویصرۃ التمیمی آیا اور کہنے لگا: انصاف کرو، آپ ﷺ نے فرمایا: ’’تیرے لیے ہلاکت ہو، اگر میں انصاف نہ کروں گا تو پھر کون انصاف کرے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات کے بارے میں آپ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور ابن ابی حاتم نے سیدنا جابر سے اسی طرح روایت کی ہے۔‘‘ (تفسیر ابن عباس: 521/1)

سوال 2: منافق ذاتی مفاد کے لیے صدقات کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمِنۡهُمۡ... يَسۡخَطُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّلۡمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ﴾ ’’اور ان میں کوئی ایسا بھی ہے جو صدقات میں آپ پر طعن کرتا ہے‘‘ منافقوں میں ایسے بھی ہیں جو ذاتی مفاد کے لیے صدقات کی تقسیم میں اعتراضات کرتے ہیں کہ آپ صحیح تقسیم نہیں فرماتے۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انہیں کچھ دے دیا جائے۔

(2) اعتراضات اکثر اعتراض کرنے والے کی کمزوری کو ظاہر کرتے ہیں۔

(3) لوگوں کے اندر کی حرص اور اندازِ فکر کی محدودیت ایسی شکایتیں پاک باز لوگوں کے اندر سے بھی نکال لیتی ہیں۔

(4) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یمن سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رنگے ہوئے چمڑے میں کچھ سونا، جس میں مٹی الگ نہیں کی گئی تھی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ ﷺ نے اسے چار آدمیوں عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید الخیل اور علقمہ یا عامر بن طفیل کے درمیان تقسیم کر دیا۔ آپ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی نے کہا: اس مال کے تو ہم ان سے زیادہ حق دار تھے۔ آپ ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’کیا تم لوگوں کو مجھ پر اطمینان نہیں، حالانکہ میں آسمان والے کا امین ہوں۔ اس کی جو آسمان پر ہے وحی میرے پاس صبح و شام آتی ہے۔‘‘ ایک آدمی جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی، رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی، پیشانی باہر نکلی ہوئی، ڈارھی گھنی اور سر منڈا ہوا۔ اپنا تہمد پنڈلیوں سے اٹھاتے ہوئے کھڑا ہو کر کہنے لگا: ’’اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ سے ڈریئے۔‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’تیرے لیے بربادی ہو۔ کیا میں روئے زمین پر اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے کا مستحق نہیں ہوں؟‘‘ وہ آدمی چلا

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

گیا تو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔'' سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کہنے لگے: کتنے ہی نمازی ہیں جو زبان سے ایسی بات کرتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے لوگوں کے دلوں میں نقب لگانے اور ان کے پیٹوں کو چاک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔'' سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب وہ پیٹھ موڑ کر جا رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''اس کی نسل سے وہ لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن کو مزے لے لے کر پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔'' سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ''اگر میں ان کے دور میں ہوا تو ثمود کی قوم کی طرح ان کو قتل کر ڈالوں گا۔'' (صحیح بخاری: 4351)

(5) ﴿فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا﴾ ''پھر اگر اس میں سے ان کو دے دیا جائے تو خوش ہو جاتے ہیں'' اگر انہیں دیا جائے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی رضا اور ناراضگی دنیاوی خواہشات کے لیے ہے۔

(6) ﴿وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ﴾ ''اور اگر انہیں اس میں سے نہ دیا جائے تب وہ ناراض ہو جاتے'' اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتے ہیں یا رب کی رضا پر راضی نہیں ہوتے۔

(7) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ﴾ ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات اس چیز کے تابع نہ ہوں جو میں لے کر آیا ہوں۔'' (شرح السنۃ: 104)

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''درہم و دینار اور چادر کا بندہ برباد ہوا کہ اگر اسے دیا جائے تو خوش ہے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہے ایسا شخص ہلاک اور برباد ہو، اگر اسے کانٹا چبھے تو نہ نکلے (یعنی کوئی نکالنے والا نہ ہو)۔'' (بخاری: 2887)

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ

''اور کاش وہ واقعی راضی ہو جاتے اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے انہیں دیا ہے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے،

ع 7 17 13

سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ﴾

عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں دے گا اور اس کا رسول بھی، یقیناً ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں'' (59)

سوال 1: صدقات کی تقسیم پر اعتراضات کرنے کی بجائے بہتر طرز عمل کیا تھا، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ...

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رٰغِبُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی توجہ بہتر طرزِ عمل کی طرف مبذول کرواتے ہوئے فرمایا:﴿وَلَوۡ اَنَّهُمۡ رَضُوۡا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ﴾ ''اور کاش وہ واقعی راضی ہو جاتے اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے انہیں دیا ہے''یعنی انہیں رسول اللہ ﷺ جو کچھ دیتے وہ اس پر راضی ہو جاتے اور قناعت کر کے شکر بجالاتے۔

(2)﴿وَقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ سَيُؤۡتِيۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ﴾ ''اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں دے گا اور اس کا رسول بھی''یعنی وہ یہ کہتے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں لکھا ہے وہ ہمارے لیے کافی ہے، ہم اس پر راضی ہیں۔اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے امید رکھتے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا۔

(3)﴿اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوۡنَ﴾ ''یقیناً ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں''ہم تو اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں، اسی کے لیے ہر عمل کو خالص کرتے ہیں۔اسی پر توکل کرتے ہیں، اسی کو کافی سمجھتے ہیں، اسی سے رغبت رکھتے ہیں، اسی کی طرف جھکتے ہیں، اسی سے مانگتے ہیں، اسی کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں، اسی کے احکامات بجالاتے ہیں اور اسی سے ممنوعات سے بچنے کی توفیق مانگتے ہیں۔اس آیت میں ہمارے لیے بڑا سبق ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی طرف رغبت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

سوال2:انسان اگر ملے پر راضی ہو جائے اور اپنی سوچ کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر لے تو اسے کیا فوائد نصیب ہو سکتے ہیں؟

جواب:(1)انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کی وجہ سے نئی ہمت پیدا ہوتی ہے۔

(2)انسان کی چھپی ہوئی صلاحیتیں جاگ اٹھتی ہیں۔(3)انسان ملی ہوئی رقم کو زیادہ کارآمد مصرف میں لگا سکتا ہے۔

(4)انسان صدقات پر انحصار کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے نئے معاشی مواقع تلاش کر سکتا ہے۔انسان دوسروں کو ساتھی بنا کر کام کا نیا ولولہ پیدا کر سکتا ہے۔

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ

''بلاشبہ صدقات تو فقیروں اور مسکینوں اور ان پر کام کرنے والوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ

مقصود ہے اور گردنوں کے چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے ہیں،

فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ، کمال حکمت والا ہے" (60)

سوال 1: اس آیت میں صدقات سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں واجب صدقات کی تقسیم کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔

(2) واجب صدقات یعنی زکوٰۃ صرف ان پر خرچ کی جائے گی جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔

(3) یہ آیت دلیل ہے کہ واجب صدقات کے آٹھ مصارف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تک ہی زکوٰۃ کو محدود رکھا ہے۔

(4) مستحب صدقات ہر شخص کو دیئے جاسکتے ہیں۔ اس کے لیے کسی کو مختص نہیں کیا گیا۔

سوال 2: زکوٰۃ کیا ہے؟

جواب: اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔

(1) زکوٰۃ انسان کے مال میں سے اسلام کا مقرر کردہ حصہ ہے جس کی ادائیگی فرض ہے۔

(2) یہ ایک ایسا ٹیکس ہے جو دولت مندوں سے لیا جاتا ہے اور محتاجوں کو دیا جاتا ہے۔

(3) زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا انتظام حکومت کی ذمہ داری ہے بشرطیکہ حکومت اسلامی ہو شریعت کو نافذ کرنے والی ہو اور زکوٰۃ وہ اسلامی ضوابط کے طابق وصول اور خرچ کرتی ہو۔

(4) اسلام نے معاشرے کے لیے سوشل سکیورٹی کا جو نظام تجویز کیا زکوٰۃ اس کا حصہ ہے۔

سوال 3: زکوٰۃ کی مدات کون سی ہیں؟

جواب: (1) فقراء۔ (2) مساکین۔ (3) عاملین۔ (4) مولفۃ القلوب۔ (5) رقاب۔ (6) غارمین۔ (7) فی سبیل اللہ۔ (8) ابن سبیل (مسافر)

سوال 4: مصارف زکوٰۃ کی وضاحت ﴿اِنَّمَا... حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ "بلاشبہ صدقات وخیرات فقیروں کے لیے ہیں" زکوٰۃ فقراء کے لیے ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(i) فقیر سے مراد ایسا شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یا صرف اتنا ہو جس سے اس کی ضرورت پوری نہ ہو سکتی ہو یا ضرورت کے آدھے سے بھی کم ہو۔ (ii) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ کسی دولت مند یا ایسے شخص کے لیے حلال نہیں ہے جو مال دار، طاقت ور اور صحیح سالم ہو۔'' (مسند احمد: 6538)

(2) ﴿وَ الْمَسٰكِيْنِ﴾ ''اور مسکینوں'' زکوٰۃ مساکین کے لیے ہے: (i) مسکین ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس اپنی ضرورت سے نصف یا اس سے زیادہ موجود ہو لیکن اسے کفایت نہ کرتا ہو۔ (ii) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے ارد گرد گھومتا پھرتا ہے اور (لوگ) اسے ایک لقمہ یا دو لقمے، یا ایک کھجور یا دو کھجوریں دے دیتے ہیں۔ مسکین تو وہ ہے جو غنی نہیں ہے اور نہ اس کے بارے میں (عام لوگوں کو) علم ہوتا ہے کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود لوگوں سے کھڑے ہو کر سوال کرتا ہے۔'' (بخاری: 1479) (iii) فقراء اور مساکین کو اتنی زکوٰۃ دی جائے گی جس سے ان کا فقر اور مسکنت ختم ہو جائے۔ (iv) فقیر اور مسکین دو الگ الگ قسمیں ہیں۔ فقیر مسکین کے مقابلے میں زیادہ ضرورت مند ہوتا ہے۔

(3) ﴿وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا﴾ ''اور ان پر کام کرنے والوں کے لیے ہیں'' زکوٰۃ عاملین کے لیے ہے: (i) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو لوگ اسلامی حکومت کی طرف سے زکوٰۃ کی وصولی اور حساب کتاب کے کاموں پر مامور ہوں۔ (ii) یعنی وہ لوگ جو زکوٰۃ کے حوالے سے کسی ذمہ داری کو ادا کر رہے ہوں مثلاً زکوٰۃ وصول کرنے والے، اس کا حساب کتاب کرنے والے اسی زمرے میں آتے ہیں۔

(4) ﴿وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ﴾ ''اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے'' زکوٰۃ مؤلفۃ القلوب کے لیے ہے: (i) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو جو اسلام میں کمزور ہوں اس میں کئی قسم کے لوگ آ جاتے ہیں۔ (ii) جو لوگ نئے اسلام میں داخل ہوں انہیں اسلام پر ثابت قدم رکھنا مطلوب ہو تو ان کی مدد زکوٰۃ سے کی جا سکتی ہے۔ (iii) ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کو اسلام میں داخل کرنا مطلوب ہو۔ (iv) مؤلفۃ القلوب سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی قوم ان کی فرماں برداری کرتی ہے۔ جن کے اسلام قبول کرنے کی امید ہو یا جن سے شر کا خطرہ ہو یا انہیں زکوٰۃ دینے سے ان کی ایمانی قوت میں اضافہ ہوتا ہو۔ (v) ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسلام میں داخل ہو گئے ان کو اعزازات اور انعامات دے کر ان کی قوم کو بھی اسلام کی طرف راغب کرنا چاہتے ہوں اس کے بارے میں فقہاء میں اختلاف ہے۔ (vi) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جن

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کا کفر کا زمانہ ابھی گزرا ہے، میں انھیں تالیف قلب کے لیے دیتا ہوں۔'' (بخاری:3147،مسلم:2473) (vii) ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح حنین کے موقع پر سیدنا صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ دیے، پھر سو اونٹ اور پھر سو اونٹ (یعنی تین سو اونٹ) دیے۔ سیدنا صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اتنا اور اتنا مال دیا، حالانکہ آپ ﷺ میرے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ ناپسندیدہ تھے، مگر آپ مجھے مسلسل (مال) عطا فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ کی ذات گرامی لوگوں میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہوگئی۔ (مسلم:6022،ترمذی:666)

(viii) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے تھوڑا سا خام سونا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو وہ آپ نے چار آدمیوں اقرع بن حابس، عیینہ بن بدر، علقمہ بن علاثہ اور زید الخیر طائی میں تقسیم کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے انھیں تالیف قلب کے لیے دیا ہے۔'' (بخاری:3344،مسلم:2451)

(5) ﴿وَفِي الرِّقَابِ﴾ ''اور گردنوں کے چھڑانے میں'' زکوٰۃ گردنیں چھڑانے کے لیے ہے: (i) رقاب سے مراد غلام ہیں جنھوں نے اپنے مالکوں سے مکاتبت کر کے آزادی خرید لی ہو۔ زکوٰۃ کی مد سے ان کی مدد کی جا سکتی ہے۔ (ii) اس سے مراد وہ مسلمان قیدی بھی ہیں جو کافروں کی قید میں ہیں۔ ان کو آزاد کروانے کے لیے زکوٰۃ کا مال خرچ کیا جا سکتا ہے۔ (iii) مسلمان قیدی اس مد کے زیادہ مستحق ہیں۔ (iv) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے کے ایک ایک عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔'' (بخاری:2517،مسلم:3795) (v) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے ایسا عمل بتائیے جس کے کرنے سے میں جنت میں جاؤں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے تھوڑے کلام میں بہت بڑی چیز کا سوال کر لیا ہے، غلام آزاد کرا اور گردن چھڑا۔'' وہ کہنے لگا، کیا یہ دونوں کام ایک نہیں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، غلام کا آزاد کرنا تو یہ ہے کہ تو خود غلام خرید کر آزاد کر دے، جبکہ گردن چھڑانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قیمت میں مدد کرے۔'' (مسند احمد:299/4، ابن حبان:374) (vi) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیدیوں کو آزاد کراؤ، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور بیمار کی عیادت کرو۔'' (بخاری:3046)

(6) ﴿وَالْغٰرِمِيْنَ﴾ ''اور تاوان بھرنے والوں کے لیے'' زکوٰۃ غارمین کے لیے ہے: (i) غارمین سے مراد مقروض لوگ ہیں یا جن پر ضمانت کا بوجھ ہو۔ (ii) مقروض کو زکوٰۃ کی مد سے اتنا مال دیا جائے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے۔ (iii) سیدنا قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کسی کا ضامن بن گیا (اور مجھے چٹی پڑ گئی، اس کی ادائیگی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاونت کے لیے) میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’قبیصہ! تم ٹھہرو، ہمارے پاس مال صدقہ آئے گا تو ہم اس میں سے تمہیں دیں گے۔‘‘ پھر فرمایا: ’’قبیصہ! سن، صرف تین قسم کے لوگوں کے لیے سوال کرنا حلال ہے، ایک تو وہ جو ضامن بنے، تو اس رقم کے پورا ہونے تک اسے سوال جائز ہے، تاہم پھر وہ سوال نہ کرے۔ دوسرا وہ جس کا مال کسی آفت ناگہانی سے ضائع ہو جائے، اسے بھی سوال کرنا درست ہے، یہاں تک کہ گزارے کے لائق اپنی ضروریات حاصل کر لے اور تیسرا وہ شخص جس پر فاقہ گزرنے لگے اور اس کی قوم کے تین ذی ہوش لوگ اس کے حق میں گواہی دے دیں کہ ہاں فلاں شخص از حد لاچار ہو گیا ہے، اسے بھی مانگ لینا جائز ہے، تاوقتیکہ اس کا سہارا ہو جائے اور سامان زندگی مہیا ہو جائے، پھر رک جائے، ان کے سوا اے قبیصہ! سوال حرام ہے اور ان کے سوا جو سوال کرنے والا ہے وہ حرام کھاتا ہے۔‘‘ (مسلم: 2404، ابوداود: 1640) (iv) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے زمانہ نبوی میں ایک باغ خریدا۔ قدرت الٰہی سے آسمانی آفت سے باغ کا پھل مارا گیا چنانچہ اس سے وہ بہت زیادہ مقروض ہو گیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے کہا: ’’اسے صدقہ دو۔‘‘ لوگوں نے صدقہ دیا تو وہ اس کے قرض کی رقم سے کم تھا تو آپ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا: ’’تمہیں جو ملے لے لو، تمہارے لیے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔‘‘ (مسلم: 3981)

(7) ﴿وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ’’اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں‘‘ زکوٰۃ فی سبیل اللہ کاموں کے لیے ہے: اس سے اسلامی معاشرے کی بھلائی کے کام مراد ہیں: (i) مثلاً دعوت دین اور جہاد فی سبیل اللہ کی مد میں۔ اس مد سے ان مجاہدین کی مدد کی جائے گی جن کا نام باقاعدہ فوج میں درج نہیں ہوتا۔ ان کو زکوٰۃ کی مد میں سے اتنا مال دیا جائے گا جو ان کی سواری، اسلحہ اور گھر والوں کی کفالت کے لیے کافی ہو۔ (ii) اس مد میں دین کی اشاعت کے سارے کام آ جاتے ہیں۔ (iii) اس مد میں دعوت دین کے سارے کام آ جاتے ہیں۔ (iv) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مال دار پر زکوٰۃ حرام ہے۔ سوائے پانچ قسم کے مال داروں کے، ایک تو وہ جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو، دوسرا راہ الٰہی کا غازی مجاہد، تیسرا وہ جو مال زکوٰۃ کی کسی چیز کو اپنے مال سے خرید لے، چوتھا وہ جسے کوئی مسکین بطور تحفہ اپنی کوئی چیز دے دے جو زکوٰۃ میں اسے ملی ہو اور پانچواں قرض دار۔‘‘ (ابن ماجہ: 1841) (v) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’آدمی کا افضل دینار جسے کوئی آدمی خرچ کرتا ہے، وہ ہے جو وہ اپنے عیال پر خرچ کرتا ہے، مزید وہ دینار جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے اور نیز وہ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔‘‘ (مسلم: 2310)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(8)﴿وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ ''اور مسافروں کے لیے'' زکوٰۃ مسافروں کے لیے ہے۔(i) ابن سبیل سے مراد مسافر ہیں جو اپنے وطن سے دور ہوا گرچہ وہ اپنے مقام پر مال دار ہو۔(ii) مسافر وہ شخص ہے جو وطن سے دور پردیس میں وطن سے کٹ کر رہ گیا ہو۔ زکوٰۃ کی مد میں سے مسافر کو اتنا مال دیا جائے گا جو اسے گھر پہنچانے کے لیے کافی ہو۔

(9)﴿فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے'' اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے۔

(10) زکوٰۃ ادا کرنے والے کے لیے صالح علاج ہے۔ یہ دل سے حب دنیا کے مرض کا ازالہ کرتی ہے اور مال کی طرف شدید رجحان کو توڑتی ہے یعنی زکوٰۃ دنیا کی طلب میں غرق ہونے سے پاک اور صاف کرتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ ''آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے لیں اس کے ساتھ آپ انہیں صاف کریں گے اور ان کو پاک کریں گے۔'' (التوبہ:103)

(11) زکوٰۃ کے مصارف میں دو امور پائے جاتے ہیں ایک تو وہ لوگ جن کے فائدے اور ضروریات پوری کرنے کے لیے زکوٰۃ دی جاتی ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جن کی مسلمانوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ یہ حصہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مقرر کیا ہے۔

(12) زکوٰۃ سے غربت بھی دور ہو سکتی ہے اور سرحدوں کی حفاظت اور دین کی حفاظت کے کام ہو سکتے ہیں۔

(13)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ علیم ہے زکوٰۃ کو اس نے اپنے علم کے مطابق فرض قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے زکوٰۃ کا فریضہ اس کی حکمت کے مطابق ہے۔

سوال 5: زکوٰۃ کے اہم فائدے کون سے ہیں؟

جواب: ☆ انفرادی فائدے: (1) زکوٰۃ سے فرض ادا ہوتا ہے۔ (2) تزکیہ نفس ہوتا ہے۔

(3) مومن کا مال پاک ہوتا ہے۔ (4) اس کا بخل دور ہوتا ہے۔ (5) انسان زکوٰۃ دے کر خوشی پاتا ہے۔

☆ اجتماعی فائدے: (1) زکوٰۃ بہترین اجتماعی فنڈ ہے۔ جس میں کچھ لوگ کبھی ادائیگی نہیں کرتے مگر مستحق ضرور ہوتے ہیں اس اعتبار سے یہ اجتماعی ضمانت ہے۔ (2) زکوٰۃ اسلام کے سوشل سکیورٹی کے نظام کا حصہ ہے جس کی آمدنی اس کی حقیقی ضروریات سے کم ہو جائے اس کی اس فنڈ سے مدد کی جاتی ہے۔ (3) وہ تمام کام جن پر امت کی زندگی اور سعادت کا انحصار ہے وہ زکوٰۃ سے ادا کیے جاتے ہیں۔

سوال 6: زکوٰۃ کن لوگوں کے لیے نہیں ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زکوٰۃ غنی کے لیے حلال نہیں اور نہ تندرست و توانا کے لیے۔'' (ابوداؤد، ترمذی)

(2) عبداللہ ابن عدی ابن خیار سے روایت ہے کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے مجھے بتایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے زکوٰۃ کے لیے درخواست کی رسول اللہ ﷺ نے ان کا جائزہ لیا اور دیکھا کہ وہ دونوں تندرست ہیں تو فرمایا: ''اگر تم چاہو تو میں تمہیں زکوٰۃ دے دیتا ہوں لیکن اصولاً اس میں مال دار اور ایسے شخص کا حصہ نہیں ہے جو قوی ہو اور کمائی کر سکتا ہو۔'' (مسند احمد، نسائی، ابوداؤد)

﴿وَمِنۡهُمُ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ النَّبِىَّ وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ اُذُنٌ‌ ؕ قُلۡ اُذُنُ خَيۡرٍ لَّكُمۡ

''اور ان میں سے بعض لوگ نبی کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ شخص کانوں کا کچا ہے، آپ کہہ دیں کہ وہ تمہاری بھلائی کے لیے کانوں

يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَرَحۡمَةٌ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ‌ ؕ

کا کچا ہے، وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور مومنوں کے لیے یقین رکھتا ہے اور وہ اُن کے لیے ایک رحمت ہے جو تم میں سے ایمان

وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ﴾

لائے ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے'' (61)

سوال: منافق رسول اللہ ﷺ کو کیسے ایذا دیتے تھے، اس کی وضاحت ﴿وَمِنۡهُمُ ... عَذَابٌ اَلِيۡمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنۡهُمُ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ النَّبِىَّ﴾ ''اور ان میں سے بعض لوگ نبی کو ایذا دیتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ منافقوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں نبی ﷺ کے بارے میں باتیں کر کے آپ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں۔

(2) ایذا انسان کے نفس، بدن یا مال میں تھوڑی یا زیادہ تکلیف پیدا کرتی ہے۔ یہاں اس سے مراد ہے کہ منافق رسول اللہ ﷺ کی عیب جوئی کرتے تھے اور اپنے کلام اور اعتراضات سے انہیں دکھ دیتے تھے۔

(3) ﴿وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ اُذُنٌ﴾ ''اور کہتے ہیں کہ وہ شخص کانوں کا کچا ہے'' رسول ﷺ کے بارے میں منافق کہتے تھے یہ کانوں کا کچا ہے۔

(4) ﴿هُوَ اُذُنٌ﴾ سے مراد ہے کہ وہ ہر ایک کی سنتا ہے جو کچھ وہ کہتا ہے اور جو سنتا ہے اس کو سچ مان لیتا ہے اور ہر ایک کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات کی تصدیق کرتا ہے۔ سننے کے لیے کان بطور آلہ استعمال ہوتا ہے۔ مبالغے کے طور پر انہوں نے یہ کہا۔

(5) منافق کہتے تھے کہ جب ہماری بدگوئی آپ ﷺ تک پہنچتی ہے اور ہم معذرت کرنے آتے ہیں تو وہ قبول کر لیتے ہیں اس لیے وہ آپ ﷺ کو کان کا کچا کہتے تھے۔ (نعوذ باللہ) یعنی آپ ﷺ کو جو کچھ کہا جائے آپ ﷺ مان جاتے ہیں اور سچ اور جھوٹ میں تمیز نہیں کرتے۔

(6) منافق نبی ﷺ کو ایذا پہنچاتے تھے جو انہیں تباہی اور بدبختی سے نکال کر سعادت کا راستہ دکھاتے تھے۔

(7) منافق ایذا رسانی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔

(8) منافق نبی ﷺ کی عقل میں عیب جوئی کرتے تھے حالانکہ آپ ﷺ انسانوں میں سب سے زیادہ عقل و بصیرت رکھنے والے تھے۔

(9)﴿قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ﴾ ”آپ کہہ دیں کہ وہ تمہاری بھلائی کے لیے کانوں کا کچا ہے“ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا کہ آپ ﷺ جھوٹے عذر پیش کرنے والوں کے ساتھ سختی نہیں کرتے تو یہ آپ ﷺ کی اعلیٰ ظرفی ہے۔

(10) آپ ﷺ حق کے ماسوا قبول نہیں کرتے تھے۔ خیر اور معروف کو قبول کرتے تھے۔ اس لیے رب العزت نے فرمایا کہ وہ تمہاری بھلائی کے لیے ہے۔

(11)﴿يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ﴾ ”وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے“ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں واضح فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے دل میں کیا ہے؟ آپ ﷺ کی رائے کیا ہے؟ آپ ﷺ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا یقین ہے اسی لیے فرمایا: ﴿يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ﴾ ”وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔“

(12)﴿وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ”اور مومنوں کے لیے یقین رکھتا ہے“ اور اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ مومنوں کی بات پر یقین کرتے ہیں۔

(13)﴿وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ﴾ ”اور وہ ان کے لیے ایک رحمت ہے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں“ رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے لیے رحمت ہیں جو ایمان لائے اس لیے کہ ایمان والے ہی اس راستے پر چلتے ہیں اور آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ”بلاشبہ تمہارے پاس یقیناً تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آیا ہے اُس پر گراں ہے جو تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا،

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نہایت مہربان ہے۔'' (التوبۃ:128) (14) جولوگ ایمان نہیں لاتے وہ رحمت کو ٹھکراتے ہیں اور خسارہ اٹھاتے ہیں۔

(15)﴿وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ﴾''اور جولوگ اللہ کے رسول کو اذیت دیتے ہیں'' جولوگ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اپنی باتوں یا اپنے اعمال سے۔

(16)﴿لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ﴾''ان کے لیے دردناک عذاب ہے'' ان کے لیے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے۔ دنیا میں دردناک عذاب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو دکھ دینے والے، آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی حتمی سزا قتل ہے۔

﴿يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَكُمۡ لِيُرۡضُوۡكُمۡ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَحَقُّ اَنۡ يُّرۡضُوۡهُ

''وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تمہیں خوش کریں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اُنہیں

اِنۡ كَانُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ﴾

خوش کریں، اگر وہ ایمان لانے والے ہیں'' (62)

سوال1: منافق لوگوں کو خوش کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿يَحۡلِفُوۡنَ...مُؤۡمِنِيۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَكُمۡ لِيُرۡضُوۡكُمۡ﴾''وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تمہیں خوش کریں'' منافق اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں تا کہ انہوں نے جو ایذا دی ہے اس سے بری الذمہ سمجھے جائیں دوسرے یہ کہ آپ ان سے راضی رہو۔

(2) واقعہ یہ ہوا تھا کہ منافقوں میں سے ایک شخص کہہ رہا تھا کہ ہمارے سردار اور رئیس بڑے ہی عقل مند دانا اور تجربہ کار ہیں اگر محمد ﷺ کی باتیں حق ہوتیں تو یہ کیا ایسے بے وقوف تھے کہ انہیں نہ مانتے؟ یہ بات ایک سچے مسلمان صحابی نے سن لی اور اس نے کہا: واللہ نبی ﷺ کی سب باتیں بالکل سچی ہیں اور نہ ماننے والوں کی بے وقوفی اور کوڑ مغز ہونے میں کوئی شک نہیں، جب یہ صحابی دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ بیان کیا کہ آپ ﷺ نے اس شخص کو بلوا بھیجا لیکن وہ سخت قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا: میں نے تو یہ بات کہی ہی نہیں یہ تو مجھ پر تہمت باندھتا ہے۔ اس صحابی نے دعا کی کہ پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر دکھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن کثیر:62/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) منافق مسلمانوں سے ڈرتے تھے اس لیے کہ مسلمان مدینہ میں طاقت ور تھے اور منافقوں کو نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں تھے۔(4) منافق کی دین داری انسان کے ڈر سے ہوتی ہے۔منافق میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہوتا نہ اس کو بااخلاق بننے سے دل چسپی ہوتی ہے۔اسے انصاف کا رویہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(5)﴿وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ”حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہیں کہ وہ انہیں خوش کریں، اگر وہ ایمان لانے والے ہیں“ مومن اللہ تعالیٰ کی رضا پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتا۔جو شخص ایمان کا دعویٰ کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی بجائے کسی انسان کو راضی کرنے کی فکر کرے تو یہ اس کے ایمان کی نفی کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حق ہے کہ ان کی رضا کو ہر چیز پر مقدم رکھا جائے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا ڈر انسان کے دل کو نرم کر دیتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے انسان لوگوں کی بے بنیاد باتوں کو بھی خاموشی سے سن لیتا ہے۔

﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا

”کیا انہوں نے نہیں جانا کہ یقیناً وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے تو بلاشبہ اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس میں وہ ہمیشہ

فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ﴾

رہنے والا ہے، یہ بہت بڑی رسوائی ہے“ (63)

سوال 1: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے کی کیا سزا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ ... الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا﴾ ”کیا انہوں نے نہیں جانا“ یعنی یہ کیسا ایمان ہے کہ انہیں اس بات کا علم نہیں۔

(2)﴿مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ”کہ یقیناً وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے“ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے سے مراد اس کے حکم کی تحقیر اور مخالفت ہے۔

(3) جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پس پشت ڈال کر حرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتا ہے۔

(4) جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، ان کے مقابلے پر آیا:﴿فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ﴾ ”تو بلاشبہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے جہنم کی آگ ہے۔'' (5) ﴿خَالِدًا فِيْهَا﴾ ''اس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے'' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

(6) ﴿ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یہ بہت بڑی رسوائی ہے'' آگ میں رہنے سے بڑھ کر کوئی بڑی رسوائی نہیں کیونکہ ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں سے محرومی ہے۔

(7) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ﴾ ''جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، یقیناً وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں۔'' (المجادلۃ:20)

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والے کیا بھول جاتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے بھول جاتے ہیں کہ یہ اہل ایمان کی نہیں دراصل اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے۔ (2) وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنا عظیم گناہ ہے۔

(3) وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتا ہے جہنم اس کے انتظار میں ہے۔

(4) وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے غرور اور سرکشی کے بدلے میں انہیں سخت سزا دی جائے گی۔

﴿يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ

''منافق ڈرتے ہیں کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت ہی نازل نہ کر دی جائے جو انہیں وہ باتیں بتا دے جو اُن کے دلوں میں ہیں۔

قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ﴾

آپ کہہ دیں تم مذاق اڑاؤ، اللہ تعالیٰ یقیناً وہ باتیں نکالنے والا ہے جن سے تم ڈرتے ہو'' (64)

سوال 1: منافق راز کھل جانے سے ڈرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿يَحْذَرُ ... تَحْذَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ﴾ ''منافق ڈرتے ہیں'' یعنی منافق اپنے راز کھل جانے سے ڈرتے ہیں۔

(2) ﴿اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ ''کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت ہی نازل نہ کر دی جائے جو انہیں وہ باتیں بتا دے جو ان کے دلوں میں ہیں'' یعنی ایسی آیات نازل ہو جائیں جو ان کے دلوں کے حالات کھول دیں اور وہ رسوا ہو جائیں۔

(3) امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ منافق آپس میں بیٹھے بری باتیں کرتے تھے، پھر کہتے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس راز کو فاش نہیں کرے گا۔ (تفسیر طبری:219/10)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4) منافق دنیا کی رسوائی سے ڈرتا ہے اس لیے کہ وہ دنیا ہی کو اصل حقیقت سمجھتا ہے۔
(i) منافقوں کو یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی آتی ہے اس لیے وہ ڈرتے تھے کہ کہیں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو دلوں کے بھید کھول دے۔ (ii) منافق وحی کے نازل ہونے کا یقین رکھتے تھے لیکن دنیا کی محبت کی وجہ سے وحی کے احکامات پر دل سے یقین نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے ان کے قول اور فعل، ظاہر اور باطن میں تضاد تھا۔
(5) ﴿قُلِ اسۡتَهۡزِءُوۡا﴾ ''آپ کہہ دیں تم مذاق اڑاؤ'' یعنی جو کام تم نے کیے ہیں، جو مذاق تم نے اڑایا ہے اسے جاری رکھو۔
(6) ﴿اِنَّ اللّٰهَ مُخۡرِجٌ مَّا تَحۡذَرُوۡنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ یقیناً وہ باتیں نکالنے والا ہے جن سے تم ڈرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا اور پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ کریمہ نازل فرمائی جس نے ان کے بھید کھول دیئے اور انہیں رسوا کر دیا۔

سوال 2: منافقوں کے دلوں کے بھید کیا تھے؟

جواب: (1) اس سورۃ کریمہ کو الفاضحہ (رسوا کرنے والی) سورت کا نام بھی دیا گیا۔ اس میں منافقوں کے بھیدوں کو کھولا گیا ہے۔ لیکن نام نہیں لیے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ستار ہے، پردہ پوشی پسند کرتا ہے پھر اس مذمت میں اس دور کے منافق بھی ہیں اور قیامت تک آنے والے منافق بھی ہیں۔
(2) منافق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہل ایمان سے بغض رکھتے تھے اسی دشمنی کی وجہ سے وہ مذاق اڑاتے تھے۔
(3) منافقین رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول کے عمل کو کم سمجھ کر ان کا مذاق اڑاتے تھے کسی نے کہا یہ قرآن پڑھنے والے ہمیں تو اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتے کہ ہم میں سب سے زیادہ بھوکے اور ہم میں سب سے زیادہ جھوٹے اور ہم میں سب سے زیادہ بزدل ہیں۔
(4) کسی نے کہا: کیا تم سمجھتے ہو رومیوں سے لڑنا بھی ویسا ہی ہے جیسا عربوں سے لڑنا اللہ تعالیٰ کی قسم یہ لوگ کل رسیوں میں بندھے ہوئے آئیں گے۔
(5) کسی نے کہا: یہ سمجھتے ہیں کہ وہ روم کے محل اور قلعے فتح کرنے جا رہے ہیں۔ یہ اور اس طرح کی اور باتیں ان کے دل کے بھید اور زبان سے کی جانے والی بدگوئی تھی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ لَنُغۡرِيَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوۡنَكَ فِيۡهَاۤ اِلَّا قَلِيۡلًا ‌(۶۰) مَّلۡعُوۡنِيۡنَ ۛۚ اَيۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِيۡلًا (۶۱)﴾ ''یقیناً اگر منافقین اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے باز نہ آئے تو ہم آپ کو لازماً ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ اس شہر میں آپ کی ہمسائیگی

13

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں بہت ہی کم رہیں گے۔لعنت کیے ہوئے ہوں گے، جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے، بری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیے جانا۔" (الاحزاب:61,60)

﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَ نَلۡعَبُ‌ ؕ قُلۡ

"اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ درحقیقت بس یونہی ہم ہنس بول رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔آپ کہہ

اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ﴾

دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کر رہے تھے؟" (65)

سوال 1: منافق جو بہانے بناتے تھے، ان کی وضاحت ﴿وَلَئِنۡ ... وَنَلۡعَبُ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ﴾ "اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں" اگر آپ ان سے اس استہزا کے بارے میں سوال کریں جو انہوں نے طعنے دیے، نبی ﷺ کے بارے میں بری باتیں کیں اور مسلمانوں کے دین کو برا بھلا کہا۔

(2) ﴿لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ﴾ "تو وہ ضرور کہیں گے کہ درحقیقت بس یونہی ہم ہنس بول رہے تھے" یعنی وہ کہتے کہ ہم تو ویسے ہی بات کر رہے تھے، ہم کوئی عیب بیان نہیں کر رہے تھے، ہم کسی کو نشانہ نہیں بنا رہے تھے، نہ طعنہ دے رہے تھے ہم تو محض مذاق کر رہے تھے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی ان کی بات کا کیا جواب دیا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلۡ ... تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلۡ﴾ "آپ کہہ دیں" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی ﷺ! آپ کہہ دو۔

(2) ﴿اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ﴾ "کیا تم اللہ تعالیٰ سے اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کر رہے تھے" کیا تمہارے مذاق کی جگہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہیں؟

(3) اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرنا کفر ہے جو اسلام کے دائرے سے خارج کر دیتا ہے۔

(4) دین کی بنیاد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کے دین کی تعظیم پر ہے۔

(5) جب منافق معذرت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ﴾ "کیا تم اللہ تعالیٰ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوراس کی آیات اوراس کے رسول سے مذاق کررہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بلاشبہ تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔"

سوال 3: ہر دور کے منافق دین کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں؟

جواب: ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی بات کسی انسان کی زبان سے ہی بلند ہوتی ہے۔ جب دیکھنے والوں کی نظر میں کوئی انسان معمولی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ، اس کے دین اوراس کے رسول کو بھی معمولی سمجھ لیتے ہیں اور ان کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔

﴿لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ

"بہانے مت بناؤ، بلاشبہ تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیں تو ایک گروہ

ع 8 7 14

نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴾

کو ہم ضرور عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناً وہ مجرم تھے" (66)

سوال: ﴿لَا تَعْتَذِرُوْا ... مُجْرِمِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا تَعْتَذِرُوْا﴾ "بہانے مت بناؤ!" اپنی گواہیاں نہ دو۔

(2) ﴿قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ "بلاشبہ تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا" تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ اس لیے اب معذرتیں نہ کرو۔

(3) منافق ایمان کے بعد کفر میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ اسلام اختیار کرنے کے بعد مرتد کی طرح کھلم کھلا تو کفر کا اظہار نہیں کرتا لیکن اس کا دل اوراس کا ذہن اسلام سے دور ہو کر کفر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(4) ابن ابی حاتم نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ غزوہ تبوک میں ایک شخص نے ایک دن ایک مجلس میں کہا کہ میں نے ان مہمانوں جیسا اور نہ ان سے زیادہ خواہش والا اور نہ ان سے زیادہ جھوٹا اور نہ ان سے زیادہ زدشمن کے مقابلے کے وقت بزدل کسی کو دیکھا ہے ایک شخص یہ سن کر کہنے لگا تو جھوٹا ہے اور یقیناً تو منافق ہے میں تیرے بارے میں رسول اکرم ﷺ کو مطلع کروں گا چنانچہ رسول اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوگئی اوراس کے متعلق یہ آیت نازل ہوگئی۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی اونٹنی کے پیچھے لٹکا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا یا رسول اللہ ﷺ ہم تو مشغلہ اور خوش طبعی کررہے تھے اور رسول اکرم ﷺ فرما رہے تھے کہ کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوراس کی آیات کے ساتھ اوراس کے رسول کے ساتھ ہنسی کرتے تھے۔ اس کے بعد دوسرے طریقہ پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت ہے اوراس روایت میں اس منافق کا نام عبداللہ بن ابی بیان کیا ہے نیز کعب بن مالک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے روایت نقل کی ہے کہ مخشی بن حمیر نے کہا کہ میری یہ خواہش ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگانے کا فیصلہ کیا جائے تاکہ ہمیں اس بات سے نجات مل جائے کہ ہمارے بارے میں کوئی حکم قرآنی نازل ہو چنانچہ رسول اکرم ﷺ کو اس بات کی اطلاع ہوگئی تو منافقین عذر پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم اب عذر مت کرو، تو ان لوگوں میں سے مخشی بن حمیر کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا: چنانچہ اس کا نام عبدالرحمن رکھا گیا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے شہادت نصیب ہو اور میری شہادت کی جگہ کا کسی کو علم نہ ہو چنانچہ جنگ یمامہ میں وہ مارے گئے نہ ان کی شہادت کی جگہ کا علم ہو سکا اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ کس نے ان کو شہید کیا ہے۔ نیز ابن جریر رحمہ اللہ نے سیدنا قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کچھ منافقین نے غزوہ تبوک میں کہا کہ یہ شخص (یعنی نبی کریم ﷺ) یہ چاہتے ہیں کہ شام کے قلعے اور محلات فتح ہو جائیں، کیسی نازیبا بات ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو ان کی اس بات پر مطلع کر دیا، چنانچہ یہ منافقین آپ ﷺ کی خدمت میں آئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے ایسی ایسی بات کی ہے وہ کہنے لگے کہ ہم تو محض ہنسی مذاق کر رہے تھے چنانچہ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔'' (تفسیر ابن عباس: 525,524/1)

(5) ﴿اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ﴾ ''اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیں'' یعنی منافقوں کی توبہ واستغفار اور ان کی ندامت کی وجہ سے اگر ہم انہیں معاف کر دیں۔

(6) ﴿نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ﴾ ''تو ایک گروہ کو ہم ضرور عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناً وہ مجرم تھے'' اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کر دیں تو دوسروں کو سزا دیئے بغیر نہیں رہیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں اپنے نفاق پر قائم ہیں۔

(7) یہ آیات کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جو کوئی اپنا بھید چھپاتا ہے خاص طور پر وہ بھید جس میں اللہ تعالیٰ کے دین کے خلاف سازش، اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ استہزاء ہو تو اللہ تعالیٰ اس بھید کو کھول دیتا ہے، اس شخص کو رسوا کرتا ہے اور اسے سخت سزا دیتا ہے اور جو کوئی کتاب اللہ اور اس کے رسول کی سنت ثابتہ کے ساتھ کسی قسم کا استہزا کرتا ہے، یا ان کا تمسخر اڑاتا ہے، یا ان کو ناقص گردانتا ہے، رسول اللہ ﷺ سے استہزاء کرتا ہے یا آپ ﷺ کو ناقص کہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے ہر قسم کے گناہ کی توبہ قبول ہو جاتی ہے خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ (تفسیر سعدی: 1061,1060/1)

﴿اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ

''منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے میں سے ہیں وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں، وہ بھول گئے اللہ تعالیٰ کو تو اس نے بھی انہیں بھلا دیا یقیناً منافق

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

ہی نافرمان ہیں'' (67)

سوال: منافق مردوں اور منافق عورتوں کی بری عادات کی وضاحت ﴿اَلْمُنٰفِقُوْنَ...الْفٰسِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَلْمُنٰفِقُوْنَ﴾ ''منافق مرد'' یعنی وہ لوگ جو اپنی زبانوں سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں کفر چھپا ہوا ہوتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 563)

(2) ابو یحییٰ نے کہا: حذیفہ سے سوال کیا گیا کہ منافق کون ہے؟ انہوں نے کہا جو اسلام کی صفت رکھتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا۔ (ابن ابی حاتم: 1833/6) (3)﴿وَ الْمُنٰفِقٰتُ﴾ ''اور منافق عورتیں'' معلوم ہوا کہ کچھ عورتیں بھی منافق تھیں۔ (تفسیر کبیر)

(4)﴿بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ﴾ ''ایک دوسرے میں سے ہیں'' یعنی وہ اپنے اعتقاد، اپنے قول اور اپنے عمل میں متشابہ ہیں۔ ان کا معاملہ ایک ہے۔ (ایسر التفاسیر: 563)

(5) مومنوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ ان کے دل باہمی محبت، نرمی اور الفت میں متحد ہیں جب کہ منافقوں کے دل مختلف ہیں۔ ان میں نفاق ہی قدر مشترک ہے۔

(6) اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مومنوں اور منافقوں کے درمیان موالات کا رشتہ منقطع ہے۔ (تفسیر سعدی: 1061/1)

(7) منافقین اور منافقات کی فطرت اور مزاج میں یکسانیت ہوتی ہے۔ اگرچہ منافقین کے اقوال اور اعمال مختلف ہو سکتے ہیں لیکن ایک ہی سر چشمے سے ان کا مزاج تشکیل پاتا ہے۔ مثلاً (i) کینہ پروری۔ (ii) خفیہ سازشیں کرنا۔ (iii) بے جا تنقیدیں کرنا۔ (iv) کھل کر سامنے آنے سے کترانا۔ (v) کھل کر بات کرنے کی جرأت نہ کرنا۔ (vi) بدفطرتی، یہ ہے منافق کا مزاج۔

(8)﴿يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ﴾ ''وہ برائی کا حکم دیتے ہیں'' یہ ان کے دل اور عقل کے بگاڑ کی دلیل ہے۔ یہ آئینہ ہے، عکس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ان کے عقل مند انہیں کیا حکم دیتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:564)

(9)﴿بِالْمُنْكَرِ﴾ جس سے شریعت نے اس کے نقصان کی وجہ سے روکا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کفر کرنا ہے۔

(10) منکر سے مراد کفر اور نافرمانی کے کام ہیں مثلاً جھوٹ، خیانت، وعدہ خلافی۔ جیسے نبی ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔'' (بخاری:33)

(11) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو برائی دیکھے اسے ہاتھ سے روکے، اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے، اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔'' (مسلم:177)

(12)﴿وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ﴾ ''اور بھلائی سے منع کرتے ہیں'' معروف وہ ہے جسے شریعت نے نفع مند قرار دیا ہو اور اس کا حکم دیا ہو جیسے ایمان اور عمل صالح۔(ایسر التفاسیر:563) (13) معروف سے مراد ایمان اور اطاعت ہے۔(تفسیر قاسمی:256/8)

(14) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کی شہادت دینا اور اقرار کرنا سب سے بڑا معروف ہے۔ (فتح القدیر:477/2) (15) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پانچ نمازیں اور فرض زکوٰۃ۔

(16) معروف سے مراد ایمان، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ اور آداب حسنہ ہیں۔(تفسیر سعدی:1061/1)

(17)﴿وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ﴾ ''اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں'' مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: حق کے لیے خرچ کرتے ہوئے نہیں کھلتے۔(ابن ابی حاتم) (18) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: ہر چیز سے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ صدقہ اور بھلائی کے راستوں سے۔

(19) پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بخل کی صفت سے موصوف کیا ہے۔(تفسیر سعدی:1062,1061/1)

(20) وہ انفاق فی سبیل اللہ کے لیے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:563)

(21)﴿نَسُوا اللّٰهَ﴾ ''وہ بھول گئے اللہ تعالیٰ کو'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ﴿نَسُوا اللّٰهَ﴾ سے مراد ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیا۔ ﴿فَنَسِيَهُمْ﴾ ''تو اس نے بھی انہیں بھلا دیا'' تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت اور ثواب کو چھوڑ دیا۔ (ابن ابی حاتم:1832/6) (22) ضحاک نے کہا: انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت چھوڑ دی کہ انہیں ایمان اور عمل صالح عطا فرمائے۔(الدر المنثور:458/3)

(23) منافق اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اطاعت کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت اور فضل کرنے کو بھلا دیا۔(تفسیر قاسمی:256/8)

(24) پس وہ بہت کم اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1062/1)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(25) رب العزت نے فرمایا:﴿وَ قِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اور کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں جس طرح تم اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے اور تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔'' (الجاثیہ:34)

(26) منافقوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا اس لئے ان کا کوئی اعتبار نہیں آخرت سے غافل ہیں، دنیا سے دلچسپی رکھتے ہیں، بھلائی کے کاموں میں تعاون سے دور اور نمائشی کاموں کی طرف راغب ہیں۔ اس لئے ایسے ناکارہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ یاد نہیں رکھتا۔ ان میں سربلند ہونے کی کوئی خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ جن انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈر نہیں لگتا پھر سب سے ڈر لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں نہ بسایا تو ساری زندگی انجانے خوف میں لگتی ہے۔

(27) ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''یقیناً منافق ہی نافرمان ہیں'' منافق حق اور استقامت کے راستے سے نکل گئے ہیں، گمراہی کے راستے پر چل نکلے ہیں اور کفر میں جا پڑے ہیں۔ (تفسیر منیر:652/5)

(28) اللہ تعالیٰ نے فسق کو منافقین میں محصور کر دیا، کیونکہ ان کا فسق دیگر فساق کے فسق سے زیادہ بڑا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کو دیا جانے والا عذاب دوسروں کو دیے جانے والے عذاب کی نسبت زیادہ بڑا ہے نیز اہل ایمان جب ان کے درمیان رہ رہے تھے تو ان منافقین کے باعث ان کو آزمائش میں ڈالا گیا اور ان سے بچنے کی نہایت سختی سے تاکید کی گئی۔ (تفسیر سعدی:1062)

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ

''اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کیا ہے، اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں،

هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ﴾

وہی اُنہیں کافی ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اُن کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے'' (68)

سوال: نفاق کے برے انجام کی وضاحت ﴿وَعَدَ اللّٰهُ...مُّقِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کیا ہے، اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ کا منافقوں، منافقات اور کافروں سے وعدہ ہے کہ انہیں لعنت اور جہنم میں اکٹھا کر دے گا اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ دنیا میں بھی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ دشمنی اور اس کے احکامات کے انکار پر متحد تھے۔

(2) ﴿هِيَ حَسْبُهُمْ﴾ ''وہی اُنہیں کافی ہے'' وہ انہیں عذاب دینے کے لیے کافی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ﴾ ''اوراُن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی'' اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا آخرت میں بھی ایک ہی جگہ پر رہوں گے یہ ان کے حسب حال ہے۔

(4) منافق اپنے ظاہری اسلام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کفر، دین اسلام سے انکار کی وجہ سے ان پر لعنت ہے اور جہنم کی سزا ہے۔

(5)﴿وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ﴾ ''اوران کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہوگا'' جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

(6) وہ ہمیشہ کے لیے مذمت زدہ شیاطین کے ساتھ لعنت پاتے رہیں گے۔ (تفسیر منیر:65/5)

﴿كَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ كَانُوۡٓا اَشَدَّ مِنۡكُمۡ قُوَّةً وَّاَكۡثَرَ اَمۡوَالًا وَّاَوۡلَادًا ؕ

''ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے، وہ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور اموال اور اولاد میں بہت زیادہ تھے،

فَاسۡتَمۡتَعُوۡا بِخَلَاقِهِمۡ فَاسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِخَلَاقِكُمۡ كَمَا اسۡتَمۡتَعَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ

سو انہوں نے اپنے حصے سے فائدہ اُٹھایا پھر تم نے بھی اپنے حصے سے فائدہ اُٹھایا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ اُٹھایا

بِخَلَاقِهِمۡ وَخُضۡتُمۡ كَالَّذِىۡ خَاضُوۡا ؕ اُولٰٓـئِكَ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ

اور تم نے فضول باتیں کیں جس طرح انہوں نے فضول باتیں کیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال

فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ﴾

دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی لوگ خسارہ اُٹھانے والے ہیں'' (69)

سوال 1:﴿كَالَّذِيۡنَ...الۡخٰسِرُوۡنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿كَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ﴾ ''ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے نفاق میں ڈوبے رہو جیسے تم سے پہلے لوگ ڈوبے رہے۔

(2)﴿كَانُوۡٓا اَشَدَّ مِنۡكُمۡ قُوَّةً وَّاَكۡثَرَ اَمۡوَالًا وَّاَوۡلَادًا﴾ ''وہ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور اموال اور اولاد میں بہت زیادہ تھے'' وہ تم سے زیادہ دنیا سے فائدہ اٹھانے والے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے، اس کی اطاعت سے، اس کے تقویٰ سے غافل رہے انہوں نے انبیاء کا مذاق اڑایا اور تم نے بھی، ان کے پاس تم سے زیادہ قوت تھی، زیادہ سخت جان تھے، زیادہ مال اور اولاد رکھتے تھے، انہوں نے دنیا سے خوب فائدہ اٹھایا جیسے تم اٹھا رہے ہو، وہ بھی دنیا میں ڈوبے رہے جیسے تم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ڈوبے ہوئے ہو،ان کے اعمال انہیں بربادی کی طرف لے گئے۔دنیا اور آخرت میں ان کے اعمال نے انہیں فائدہ نہ دیا خسارے میں رہے اسی طرح تم بھی دنیا اور آخرت میں خسارے میں ہو تمہارے اعمال بھی ایک جیسے ہیں اور انجام بھی۔

(3)﴿فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ﴾ ''سو انہوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا'' انہوں نے دنیا کے حصے سے، مال، اولاد اور قوت سے، دنیاوی منافع کے جو حصے ان کے لیے مقرر تھے ان سے خوب فائدہ اٹھایا۔

(4)﴿فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ﴾ ''پھر تم نے بھی اپنے حصے سے فائدہ اُٹھایا'' تم نے بھی اپنے دنیا کے نصیب سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں یعنی اپنی قوت، مال اور اولاد سے۔تمہارا ارادہ بھی، تمہارے حوصلے بھی، پہلوں کی طرح دنیا تک محدود رہے۔

(5)﴿كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ﴾ ''جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ اُٹھایا'' یعنی تمہارا معاملہ اور تم سے پہلے لوگوں کا معاملہ برابر ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جیسے آج اور کل کی رات میں مشابہت ہے اسی طرح مسلمانوں اور اسرائیلیوں میں مشابہت آجائے گی۔میرے خیال میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! تم ان کے قدم بہ قدم چلو گے اگر ان میں سے کوئی گوہ کے بل میں بھی گھسا ہو گا تو تم بھی اس میں گھس جاؤ گے۔'' (مختصر ابن کثیر:738/1)

(6)﴿وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا﴾ ''اور تم نے فضول باتیں کیں جس طرح انہوں نے فضول باتیں کیں'' جیسے پہلے لوگوں نے جھوٹ بولے، حق کے خلاف کج بحثیاں کیں، حق کا مزاق اڑایا اور ان کے اعمال ضائع ہو گئے ایسے ہی منافق بھی ان کے راستے پر ہیں۔

(7) زید بن اسلم نے کہا: خوض سے مراد ہے باطل سے باطل کرنا۔وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کے بارے میں بحثیں کرتے تھے اور اسے جھٹلاتے تھے۔(ابن ابی حاتم:183/6)

(8) یعنی تم بھی (پہلوں کی طرح) باطل اور جھوٹ میں مستغرق ہو اور حق کو نا کام کرنے کے لیے تم باطل کے ذریعے سے جھگڑتے ہو۔پس یہ ہیں ان کے اعمال وعلوم، نصیب دنیا سے استفادہ کرنا اور باطل میں مستغرق رہنا۔اس لیے یہ بھی عذاب اور ہلاکت کے مستحق ہیں جیسے پہلے لوگ اس ہلاکت کے مستحق ٹھہرے جن کے وہی کرتوت تھے جو ان کے ہیں۔رہے اہل ایمان۔۔اگر انہوں نے دنیاوی نعمتوں میں اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا ہے۔۔تو صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مدد لینے کے لیے۔رہے ان کے علوم تو یہ درحقیقت انبیاء ورسل کے علوم ہیں جو تمام مطالب عالیہ میں یقین کی منزل تک پہنچاتے ہیں اور باطل کو سرنگوں کرنے کے لیے حق کے ذریعے سے مجادلہ کی راہ پر گامزن کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:1063/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)﴿اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے'' اعمال سے مراد وہ کام ہیں جو اطاعت کی صورت میں کیے۔ اس سے مراد نافرمانی کے کام نہیں ہیں۔ (فتح القدیر:476/2)

(10) ان کے اعمال باطل ہو گئے، فاسد ہو گئے، ان کا دنیا اور آخرت کا فائدہ جاتا رہا اور وہ دونوں جہانوں میں ثواب کے مستحق نہ ٹھہرے۔

(11) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا (۱۰۳) اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾ ''آپ کہہ دیں کیا ہم تمہیں بتائیں جو لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں؟ وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ہی کھوگئی اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناً وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔'' (الکہف:104,103)

(12) اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال کی جڑ خراب ہوگئی۔ اب یہ ایسا پودا ہے جو نہ سرسبز ہوتا ہے، نہ پھلتا پھولتا ہے۔ ایسا پودا لگانے والے گھاٹے میں رہتے ہیں کیونکہ ان کے سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

(13)﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''اور یہی لوگ خسارہ اُٹھانے والے ہیں'' رب العزت کا فرمان ہے: اے منافقو! تم کفر، تکذیب، مال اور اولاد کے معاملے میں دھوکے کے راستے پر چلے اب تمہارا بھی وہی انجام ہے جو کافروں کا ہے یہی کھلا خسارہ ہے۔

سوال 2: مالی قوت اور افرادی قوت سے انسان فتنے میں کیسے پڑ جاتا ہے؟

جواب: (1) جن لوگوں کا رابطہ بڑی قوتوں سے ہوتا ہے وہ چھوٹی قوتوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔

(2) یہ لوگ قوت کی وجہ سے بڑی قوتوں کی سمع و طاعت بھی کرتے ہیں۔

(3) یہ لوگ بڑی قوت کی بات کو اونچا کرنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔

(4) جن لوگوں کی فطرت میں حق سے ہٹنا ہوتا ہے وہ قوت کے سرچشمے کو نہیں پاتے اور غرور، سرکشی اور تکبر اختیار کر لیتے ہیں۔

(5) سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ ایسے لوگ اپنی سرگرمیوں کو کھانے پینے تک محدود کر دیتے ہیں جس طرح مویشی کھاتے پیتے ہیں۔

﴿اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ

''کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو اُن سے پہلے تھے؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم

وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ

اور مدین والے اور اُلٹی ہوئی بستیوں والے، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو ایسا نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾

ان پر ظلم کرتا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے''(70)

سوال 1: منافقوں کو پہلے لوگوں سے عبرت حاصل کرنے کی جو نصیحت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ ... يَظْلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو اُن سے پہلے تھے؟'' اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور انبیاء کو جھٹلانے والوں کو نصیحت کی ہے کہ اپنے سے پہلے لوگوں پر عبرت کی نگاہ ڈالو۔ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر اللہ تعالیٰ نے کیسے عذاب نازل کر دیا!

(2) ﴿قَوْمِ نُوْحٍ﴾ ''قوم نوح'' قوم نوح کو دیکھو کیسے ان پر پانی کا طوفان آیا جس کی وجہ سے زمین کے تمام جاندار غرق ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح کی کشتی پر بیٹھنے والے مومنوں کو بچا لیا اور مجرم ہلاک کر دیے گئے!

(3) ﴿وَّعَادٍ﴾ ''اور عاد'' قوم عاد پر خیر سے خالی آندھی مسلط کر دی گئی، ہود اور ان کے مومن ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے نکال لیا اور مجرموں کو ہلاک کر دیا گیا۔

(4) ﴿وَّثَمُوْدَ﴾ ''اور ثمود'' قوم ثمود کو کیسے ایک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا!

(5) ﴿وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''اور ابراہیم کی قوم'' جب نمرود اور اس کی قوم نے جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے کیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی غیبی مدد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آگ کو ٹھنڈا کر دیا اور نمرود کو غارت کر دیا۔

(6) ﴿وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ﴾ ''اور مدین والے'' مدین والے سخت جھٹکے سے اور بادل والے دن کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔

(7) ﴿وَالْمُؤْتَفِكٰتِ﴾ ''اور الٹی ہوئی بستیوں والے'' یعنی قوم لوط جنہوں نے لوط کو جھٹلایا اور ایسے شرم ناک کام کیے جو ان سے پہلے دنیا والوں نے نہیں کیے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین دوز کر دیا۔

(8) ﴿اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے'' پچھلی قوموں کے پاس رسول بھیجے تھے جو صاف صاف دلائل لے کر آئے، جنہوں نے حق کو واضح کیا مگر انہوں نے ٹھکرا دیا انبیاء علیہم السلام کو نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب مسلط کر کے انہیں تباہ کر دیا۔

(9) ﴿فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ﴾ ''تو ایسا نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرتا'' اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا کیونکہ (i) اس نے عذاب سے پہلے رسول بھیج کر حجت پوری کر دی تھی۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے کتابیں بھیج کر ان کے شکوک دور کر دیے تھے۔

(10) ﴿وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے'' انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسولوں کو جھٹلایا، حق کا انکار کیا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں، رسولوں کی اطاعت نہ کی اور نافرمانوں اور سرکشوں کی اتباع کی۔

(11) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے جب ان کی گرفت فرماتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَكَذٰلِكَ اَخۡذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِيۡمٌ شَدِيۡدٌ﴾ ''اور آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہے جب وہ کسی ظالم بستی کو پکڑتا ہے۔ بلاشبہ اس کی پکڑ بڑی سخت دردناک ہوتی ہے۔'' (بخاری: 4686، مسلم: 6581)

(12) انسان قوت اور اقتدار پا کر سرکش ہو جاتے ہیں۔ یہ سرکشی ان کے اپنے حق میں ظلم ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا مستحق بنا دیتی ہے۔ (13) مال و دولت کی وجہ سے انسان اندھے ہو جاتے ہیں ماضی کے واقعات سے نصیحت حاصل نہیں کرتے، یوں اندھے، بہرے بننے سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن جاتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مزے لوٹنے والوں کو ان کی حالت کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے احساس دلایا ہے کہ دیکھو تم بھی اسی طرح ہلاکت کے راستے پر چل رہے ہو جیسے قوم نوح، قوم ابراہیم، اصحاب مدین اور الٹائی گئی بستیوں کے لوگ چلے تھے۔

(2) کل کے لوگوں نے بھی نصیحت کو پلے نہیں باندھا تھا جیسے آج تم نصیحت سے منہ موڑ رہے ہو۔ ان کے پاس بھی رسول آئے تھے جیسے تمہارے پاس آئے ہیں۔

(3) یہ دیکھ لو کہ قوم نوح کو طوفان نے گھیر لیا، قوم عاد کو آندھی نے آلیا، قوم ثمود کو ایک چیخ نے ہلاک کر دیا، قوم ابراہیم کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو نجات دی، اصحاب مدین کو زلزلے نے آلیا، قوم لوط پر پتھر پڑے اور سمندر کے پانی کو ان کے اوپر چڑھا دیا گیا اب یہ بتاؤ کہ تم کیسے بچو گے؟

﴿وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ۘ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ

''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں

عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيۡعُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ

اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں

اُولٰۤـئِكَ سَيَرۡحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ﴾

یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحم کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (71)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال1: مومنوں کے اعلیٰ اوصاف کی وضاحت ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ... حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیات میں منافقوں کے برے اوصاف بیان کرنے کے بعد یہاں مومنوں کے اعلیٰ اوصاف بیان فرمائے ہیں کہ مومن خواہ مرد ہوں یا عورتیں سب ہی ایک جیسی اچھی عادات رکھتے ہیں۔

(2) ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور مومن مرد'' اور ایمان لانے والے مرد جو اللہ تعالیٰ پر اور رسول پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں پر یقین رکھنے میں سچے ہیں۔

(3) ﴿وَالْمُؤْمِنٰتُ﴾ ''اور مومن عورتیں'' جو دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر یقین رکھتی ہیں۔

(4) ﴿بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ ''ایک دوسرے کے دوست ہیں'' ایک دوسرے کے والی اور مددگار ہیں ایک دوسرے کی مصیبتوں اور سختیوں میں مدد کرنے والے ہیں۔

(5) ان کے دل باہمی محبت، ہمدردی اور نرمی میں متفق ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور دین کے کاموں نے انہیں جمع کر دیا ہے۔ (فتح القدیر: 477/2)

(6) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن، مومن کے لیے ایک عمارت کی مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے یہ بات سمجھائی۔ (بخاری: 2446، مسلم: 6585)

(7) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومنوں کی مثال آپس میں رحم کرنے، محبت و شفقت اور نرمی کرنے کے اعتبار سے ایک جسم کی طرح ہے کہ جب جسم کا کوئی عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے، نیند اڑ جاتی ہے اور بخار ہو جاتا ہے۔'' (مسلم: 6586)

(8) اہل ایمان کے مزاج کی خصوصیات یہ ہیں: (i) اہل ایمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی سچی لگن ہوتی ہے۔ (ii) انہیں آخرت کی فکر ہوتی ہے۔ (iii) دنیا کی چیزوں سے ضرورت کے مطابق تعلق رکھتے ہیں۔ (iv) اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کی طرف ان کا دل کھنچتا ہے۔ (v) برائی کے کام سے انہیں نفرت ہوتی ہے۔ (vi) ان کا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے۔ (vii) وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے ہوتے ہیں۔

(9) اہل ایمان کو جو چیز ایک دوسرے کے قریب کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ: (i) سب کی دوڑ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ (ii) سب کی اطاعت کا مرکز اللہ تعالیٰ کا رسول اور اولی الامر ہوتے ہیں۔ (iii) جب ملتے ہیں تو باہمی دلچسپی کی چیزیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور بھلائی کے کام ہوتے ہیں۔ (iv) اہل ایمان تعلق باللہ، اطاعت رسول اور خیر کے کاموں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اسی کی بنیاد پر ان کے تعلق قائم ہوتے ہیں۔

(10) دنیا میں اہل ایمان کی زندگی آخرت کی تمثیل ہے۔ دنیا میں اہل ایمان سرسبز و شاداب باغ کی طرح زندہ رہتے ہیں جیسے ایک باغ میں بہت سے درخت ہوں ہر ایک دوسرے کی خوبصورتی میں اضافہ کرتا ہے۔ ان درختوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور خوف میں نکلنے والے آنسو سیراب کرتے ہیں۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا خیر خواہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے پورا ماحول امن کا گہوارہ بن جاتا ہے یہی زندگی آخرت کی جنتی زندگی میں بدل جائے گی۔

(11) ﴿يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں'' معروف ایسے کاموں کے لیے جامع نام ہے جن کی بھلائی تسلیم شدہ ہو مثلاً عقائد، اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ وغیرہ۔ ایمان والے نیکی کا حکم دیتے ہیں اور سب سے پہلے خود نیکی کرتے ہیں۔

(12) ﴿وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ''اور برائی سے روکتے ہیں'' باطل عقائد، برے اعمال اور اخلاق سیئہ کے لیے جامع نام ہے۔ وہ منکر سے روکتے ہیں، سب سے پہلے خود رکتے ہیں پھر دوسروں کو روکتے ہیں۔

(13) ﴿وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرتے ہیں'' اہل ایمان پانچ نمازیں قائم کرتے ہیں اور منافق جب نماز قائم کرتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرتے ہیں۔ (تفسیر منیر: 663/5)

(14) ﴿وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوۃ دیتے ہیں'' وہ اپنے مالوں کی زکوۃ نکالتے ہیں۔ مومن فرض زکوۃ ادا کرتے ہیں اور صدقات بھی۔ منافق بخل کرتے ہیں اور انفاق فی سبیل اللہ کے لیے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔

(15) ادائیگی زکوۃ سے مسلمانوں کی جماعت باہم مربوط ہوتی ہے۔ کمزور کے لئے مال دار پشت پناہ بنتا ہے تو کمزوری دور ہو جاتی ہے اور مسلمان اپنے مقصد زمین کی اصلاح، اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لئے زیادہ مؤثر انداز میں کوششیں کرنے لگتے ہیں۔

(16) ﴿وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں'' فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔

(17) ﴿وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''اور اس کے رسول کی'' اطاعت کرتے ہیں یعنی جو انہوں نے ہمارے لیے اپنی سنت چھوڑی ہے۔ (تفسیر قرطبی: 105/4)

(18) عطاء رحمہ اللہ نے کہا: اطاعت رسول کتاب و سنت کی اتباع ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 1839/6)

(19) (i) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت مسلمانوں کا اصلی ہدف ہیں۔ (ii) مسلمانوں کے لئے یہی اطاعت، حکم اور قانون ہے۔ (iii) جب کسی معاملے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کر دیں تو چوں چرا کی اجازت نہیں ہوتی۔ (iv) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی مسلمانوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بناتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(20)﴿أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحم کرے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ انہیں دردناک عذاب سے نجات دے گا۔(تفسیر سمرقندی:74/2)

(21) اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت کے سائے تلے لے لے گا اور ان پر مہربانی فرمائے گا، عزت والا رب اپنے بندوں کو عزت عطا فرماتا ہے۔

(22)(i) اللہ تعالیٰ کی رحمت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والوں پر ہوتی ہے۔(ii) اس کی رحمت اقامت صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والوں پر ہوتی ہے۔(iii) اس کی رحمت اس جماعت پر ہوتی ہے جو خیر کے کاموں کو کرنے اور شر کو روکنے کے لیے وجود میں آتی ہے۔

(23)(i) اللہ تعالیٰ کی رحمت دل کے اطمینان کی شکل میں ہوتی ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ کی رحمت تعلق باللہ کی شکل میں ہوتی ہے۔(iii) اللہ تعالیٰ کی رحمت حادثوں اور فتنوں سے بچانے کی شکل میں ہوتی ہے۔(iv) اللہ تعالیٰ کی رحمت جماعت کی اصل کی شکل میں ہوتی ہے۔(v) اللہ تعالیٰ کی رحمت ثابت قدمی کی شکل میں ہوتی ہے۔(vi) اللہ تعالیٰ کی رحمت جماعت کے افراد کے درمیان باہمی محبت کی صورت میں ہوتی ہے۔(vii) اللہ تعالیٰ کی رحمت ایک دوسرے کی کفالت کی صورت میں ہوتی ہے۔(viii) اللہ تعالیٰ کی رحمت جذبہ اخلاص پیدا ہو جانے کی صورت میں ہوتی ہے۔(ix) اللہ تعالیٰ کی رحمت رضائے الٰہی کی صورت میں ہوتی ہے۔

(24)﴿إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے'' بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور طاقت ور ہے۔

(25)﴿حَكِيمٌ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کمال حکمت والا ہے وہ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے۔ حق داروں کو عزت دیتا ہے جو حکم دیتا ہے اس پر اس کی حمد بیان کی جاتی ہے۔

سوال 2: خیر کو حاصل کرنے اور شر کی مخالفت کے لئے جماعت کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟

جواب: (1) خیر کا حصول اور شر کی مخالفت اعلیٰ اور مشکل مقاصد ہیں ان کے لئے ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو باہم محبت کرنے والے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہوں۔ ایسا جماعت میں ہی ممکن ہے۔

(2) شر کے مقابلے میں ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو مقابلہ کرتے ہوئے صف آرا ہوں ان میں تفرقہ اور جدائی نہ ہو۔

(3) مشترکہ کوششوں کے نتیجے میں ہی بڑے اہداف، خیر کا حصول اور شر کی مخالفتیں ممکن ہو سکتی ہے۔

سوال 3: مومنین کی چار صفات منافقوں کی چار صفات کے بالمقابل ہیں۔ ان صفات کا انجام مختلف ہے، موازنہ کر کے واضح کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:

مومن	منافق
(1)امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا)۔	(1)امر بالمنکر (برائی کا حکم دینا)۔
(2) نہی عن المنکر (برائی سے روکنا)۔	(2) نہی عن المعروف (بھلائی سے روکنا)۔
(3)اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا۔	(3)اللہ تعالیٰ کو بھلا دینا۔
(4)اقامت صلوٰۃ اور ادائیگی زکوٰۃ۔	(4)بخل کرنا۔

ان صفات کے نتیجے میں:

(1)مومنوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔	(1)منافقوں پر لعنت۔
(2) اللہ تعالیٰ کا مومنوں سے وعدہ ہے فتح ونصرت اور زمین پر اقتدار دوں گا۔ اس طرح وہ پوری انسانیت کے مصلح اور نگران بن جائیں۔ (3)اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔	(2) منافقوں کے لیے جہنم کی آگ کا وعدہ ہے۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَ

”اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے باغات کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور

مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ‌ ؕ وَرِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكۡبَرُ‌ ؕ ذٰ لِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ﴾ ع 9/6 15

پاکیزہ رہائش گاہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی سب سے بڑی ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے“(72)

سوال 1: مومنوں کو دائمی نعمتوں کی جو بشارت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَعَدَ اللّٰهُ ۔۔۔ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)اللہ تعالیٰ نے ان دائمی نعمتوں کی خبر دی ہے جو اس نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے تیار فرمائی ہیں۔

(2)﴿وَعَدَ اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے باغات کا وعدہ کیا ہے“ اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں سے جنت کے باغات کا وعدہ کیا ہے جہاں ہر طرح کی نعمتیں ہیں۔

(3)﴿تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ﴾ ”جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں“ جنت کے محلات، درختوں اور گھروں کے نیچے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سے نہریں بہتی ہیں۔(4) جنتوں کی خیر و برکت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(5) ﴿خٰلِدِیْنَ فِیْھَا﴾ ”اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں“ مومن جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جنت سے وہ کسی اور مقام پر جانا نہیں چاہیں گے۔

(6) ﴿وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ﴾ ”اور پاکیزہ رہائش گاہوں کا جو ہیشگی کے باغوں میں ہوں گی“ اللہ تعالیٰ نے ان گھروں کو اپنے متقی بندوں کے لیے سجایا ہے، جنت کے نظارے خوب صورت ہیں جنت ایک ایسا مقام ہے جس سے بڑھ کر کوئی آرزو کرنے والا آرزو نہیں کرسکتا۔ وہاں ایسے بالاخانے ہیں جن کے اندر سے باہر کا نظارہ کیا جاسکے گا، جنت میں دل سکون پائیں گے، پیاسی روحیں سراب ہوں گی اور مومن ابدالاباد تک اس میں رہیں گے۔ 14

(7) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک مومن کے لئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک جوف دار موتی سے بنا ہوگا، اس کا طول ساٹھ میل ہوگا، اسی خیمے میں مومن کے اہل وعیال ہوں گے، وہ ان کے پاس جائے گا، لیکن دوسرے (اہل خانہ) انہیں دیکھ نہیں سکیں گے۔“ (مسلم:7158، بخاری:4879,3243)

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پانی سے۔“ میں نے پھر سوال کیا، جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک چاندی کی ہے، اس کا گارا کستوری کا ہے، اس کی کنکریاں اور سنگریزے بہت قیمتی موتی لولؤ اور یاقوت کے ہیں اور جنت کی مٹی زعفران کی ہے، سو جو شخص اس میں داخل ہوگا وہ کبھی تکلیف نہیں دیکھے گا، ہمیشہ زندہ رہے گا، اسے کبھی موت نہیں آئے گی، جنتیوں کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی۔ (ترمذی:2526)

(9) ﴿وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی سب سے بڑی ہے“ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی جو جنت والوں کے لیے ہوگی وہ جنت کی ساری نعمتوں سے بڑھ کر ہوگی۔

(10) رب کی رضا کے بغیر کوئی نعمت اچھی نہیں لگے گی۔

(11) آسمانوں کے رب کی جنت، زمینوں کے رب کی جنت، انسانوں کے رب کی جنت بہت عظیم نعمت ہے اور رب کائنات کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے۔

(12) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا، اے اہل جنت! تو جنتی کہیں گے، یا اللہ! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہیں اور خیر ساری تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سے پوچھے گا، بتاؤں اب تم خوش ہو؟ وہ جواب میں عرض کریں گے، اے ہمارے رب! کیا اب بھی ہم خوش نہ ہوں گے کہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا کی ہیں جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی اور کو عطا نہیں کیں۔ اللہ تعالیٰ پھر پوچھے گا، کیا میں تمہیں ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر ایک اور نعمت عطا نہ کروں؟ جنتی کہیں گے اے ہمارے رب! ان نعمتوں سے افضل اور بڑی نعمت بھلا اور کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے میرے جنتی بندو! اب میں تم پر اپنی رضا اور خوشنودی اتارتا ہوں، لہٰذا آج کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔" (بخاری:7518، مسلم:7140) (13)﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ "یہی بہت بڑی کامیابی ہے" سب سے بڑی کامیابی جنت کا حصول، بڑی کامیابی رب کی رضا، سب سے بڑی کامیابی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جس کے بعد کوئی خوف نہ ہوگا، خوش گوار زندگی، نعمتیں ہی نعمتیں، سکون ہی سکون، اطمینان ہی اطمینان۔﴿اللھم إنی اسئلك الجنة﴾ "اے اللہ! ہم آپ سے جنت کا سوال کرتے ہیں۔"

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطے کا اعلیٰ مقام انسان کو کب ملتا ہے؟

جواب: انسان کی آنکھ رب کو دیکھ نہیں سکتی اور اعلیٰ مقام آنکھ سے دیکھنے کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے جب سیدنا جبرائیل نے سوال کیا کہ احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب فرمایا: "تم اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو وہ تمہیں دیکھتا ہے۔" (بخاری:50) انسان کو یہ تعلق کیسے نصیب ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے بارے میں غور و فکر کر کے، اس کے کلام سے اس کی صفات کو جان کر، اسی کی ذات کے احسانات اپنے اوپر محسوس کر کے، اللہ تعالیٰ کی یادوں میں جینے سے، انسان کے دل کی گہرائیوں سے روشنی نکلتی ہے اس کا تعلق روح سے ہوتا ہے، یہ مقام کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے، اس کا ایک لمحہ بھی پوری زندگی کے مال و متاع سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام اس سے بھی بڑا مقام ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ

"اے نبی! جہاد کریں کافروں اور منافقوں سے، اور اُن پر سختی کریں اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

اور وہ لوٹ کر جانے کی بری جگہ ہے" (73)

سوال 1: کفار اور منافقین سے جہاد اور سختی کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا ... الْمَصِيْرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ "اے نبی! جہاد کریں کافروں اور منافقوں سے، اور اُن پر سختی کریں" اس آیت میں کفار اور منافقین دونوں سے جہاد اور ان کے معاملہ میں شدت اختیار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا ہے۔ ظاہری کفار سے جہاد کا معاملہ تو واضح ہے لیکن منافقین سے جہاد کا مطلب خود رسول اللہ ﷺ کے تعامل سے یہ ثابت ہوا کہ ان کے ساتھ جہاد سے مراد زبانی جہاد ہے کہ ان کو اسلام کی حقانیت سمجھنے کی طرف دعوت دیں تا کہ وہ اپنے دعوائے اسلام میں مخلص ہو جائیں۔ (قرطبی) (تفسیر معارف القرآن:422/4)

(2) ﴿وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور ان پر سختی کریں'' الغلظ رافت اور نرمی کو ختم کرنے والا ہے۔ یہ دل کی سختی ہے جو زبان میں نہیں بلکہ کرنے والے کے کام میں ہوتی ہے۔

(3) امام قرطبی نے فرمایا کہ اس جگہ غلظت استعمال کرنے سے عملی غلظت مراد ہے کہ ان پر احکام شرعیہ جاری کرنے میں کوئی رعایت اور نرمی نہ برتی جائے، زبان اور کلام میں غلظت اختیار کرنا مراد نہیں، کیونکہ وہ سنت انبیاء کے خلاف ہے، وہ کسی سے سخت کلامی اور سب وشتم نہیں کرتے، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اگر تمہاری کوئی کنیز زنا کی مرتکب ہو تو اس کی سزا حد شرعی اس پر جاری کر دو مگر زبانی ملامت اور طعن و تشنیع نہ کرو۔'' اور رسول اللہ ﷺ کے حال میں خود حق تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ ''یعنی اگر آپ ﷺ سخت کلام، سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے۔'' (آل عمران:159) نبی ﷺ کے تعامل میں بھی کہیں یہ ثابت نہیں کہ کفار و منافقین سے گفتگو اور خطاب میں کبھی غلظت اختیار فرمائی ہو۔ (معارف القرآن:422/4)

(4) جہاد میں تلوار کا جہاد اور حجت و دلیل کا جہاد سب شامل ہیں۔ پس جو جنگ کرتا ہے اس کے خلاف ہاتھ، زبان اور شمشیر و سناں کے ذریعے سے جہاد کیا جائے اور جو کوئی ذمی بن کر یا معاہدہ کے ذریعے سے اسلام کی بالادستی قبول کرتا ہے، تو اس کے خلاف دلیل و برہان کے ذریعے سے جہاد کیا جائے۔ اس کے سامنے اسلام کے محاسن اور کفر و شرک کی برائیاں واضح کی جائیں۔ پس یہ تو وہ رویہ ہے جو دنیا میں ان کے ساتھ ہونا چاہیے۔ (تفسیر سعدی:1/1067,1066)

(5) ﴿وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ﴾ ''اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے'' آخرت میں کافروں اور منافقوں کی جائے قرار جہنم ہے جہاں سے وہ کبھی نہیں نکلیں گے۔

(6) ﴿وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور وہ لوٹ کر جانے کی بری جگہ ہے'' جہنم بہت ہی برا ٹھکانہ اور لوٹ کر جانے کی بری جگہ ہے، جہاں نہ موت ہوگی، نہ زندہ رہ پائیں گے اور جہاں منافق سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔

﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ

وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے بات نہیں کی حالانکہ بلاشبہ انہوں نے کافرانہ بات کی ہے اور اپنے اسلام کے بعد انہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

نے کفر کیا اور اس چیز کا ارادہ کیا جو انہوں نے نہیں پائی اور انہوں نے انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ اُن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے

مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

''اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ چنانچہ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہوگا اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا

عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾

اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور زمین میں اُن کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار'' (74)

سوال 1: اس آیت کا سبب نزول کیا ہے؟

جواب: ابن ابی حاتم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت نے غزوہ تبوک میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ شرکت نہیں کی تھی اور اس نے کہا تھا کہ اگر یہ شخص یعنی نبی کریم ﷺ سچا ہوتا ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں، عمیر بن سعید نے اس چیز کی رسول اکرم ﷺ کو اطلاع دی، جلاس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ میں نے یہ بات نہیں کہی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یعنی وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلاں بات نہیں کہی الخ۔ جلاس بن سوید نے توبہ کر لی تھی اور ان کی توبہ بھی قبول ہوئی۔ نیز سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے اور ابن سعد نے طبقات میں اسی طرح عروہ سے روایت کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ خطبہ دے رہے تھے اس دوران سیدنا زید بن ارقم نے منافقوں میں سے ایک شخص سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اگر رسول اکرم ﷺ سچے ہوں تو ہم گدھوں سے زیادہ بدتر ہیں، رسول اکرم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ کے پوچھنے پر اس کہنے والے نے انکار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ نیز ابن جریر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ ایک درخت کے سایہ میں تشریف رکھتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب تمہارے پاس ایسا شخص آئے جو شیطان کی دونوں آنکھوں سے دیکھتا ہے،'' چنانچہ اتنے میں ایک نیلی آنکھوں والا آیا، آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: ''تو اور تیرے ساتھی مجھے کیوں برا کہتے ہیں۔'' یہ سن کر وہ شخص چلا گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا، سب نے آ کر قسمیں کھانی شروع کر دیں کہ ہم نے ایسا نہیں کیا، چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو معاف کر دیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت فرمائی۔ (تفسیر ابن عباس: 529,528/1)

سوال 2: ﴿يَحْلِفُوْنَ ... وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) ﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا﴾ ”وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے بات نہیں کی“ یعنی جب انہوں نے اس شخص کی مانند بات کہی تھی جس نے یہ کہا تھا: ﴿لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ ”عزت دار، ذلیل لوگوں کو مدینہ سے باہر نکال دیں گے۔“ (المنافقون:8) اور وہ باتیں جو دین اور رسول (ﷺ) کے ساتھ استہزاء کرتے ہوئے ایک کے بعد دوسرا کرتا تھا۔ جب ان کو یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی باتیں معلوم ہوگئی ہیں تو وہ قسمیں کھاتے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ انہوں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی۔ (تفسیر سعدی:1067/1)

(2) ﴿وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ﴾ ”حالانکہ بلاشبہ انہوں نے کافرانہ بات کی ہے اور اپنے اسلام کے بعد انہوں نے کفر کیا“ گزشتہ وقت میں ان کے اسلام قبول کرنے نے اگرچہ ان کو ظاہری طور پر دائرہ کفر سے نکال دیا تھا، مگر ان کا یہ آخری کلام اسلام کے متناقض ہے جو انہیں کفر میں داخل کر دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1067/1)

(3) منافقوں نے کئی مواقع پر کفر کے کلمے کہے تھے۔

(4) سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک لڑائی میں (غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر جب مہاجرین اور انصار میں جھگڑا ہوا تو) میں نے عبداللہ بن اُبَی کو یہ کہتے ہوئے سنا: لوگو! تم ایسے کرو کہ پیغمبر کے پاس جو لوگ (مہاجرین) جمع ہو گئے ہیں تم ان کو خرچ کے لیے کچھ نہ دو۔ وہ خود بخود اس کو چھوڑ کر چلے جائیں گے اور اگر ہم لڑائی سے واپس پہنچے تو عزت والا (یعنی عبداللہ تعالیٰ بن اُبَی) ذلت والے (یعنی محمد ﷺ) کو نکال باہر کرے گا۔ میں نے اس کی یہ بات اپنے چچا (سعد بن عبادہ) سے یا عمر سے بیان کیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کو بتلا دیں۔ آپ ﷺ نے پہلے مجھے بلایا اور دریافت کیا تو میں نے ان باتوں کا اقرار کیا۔ پھر آپ ﷺ نے عبداللہ بن اُبَی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا تو وہ مکر گئے اور قسمیں کھانے لگے کہ ہم نے ایسا ہرگز نہیں کہا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے جھوٹا سمجھا اور عبداللہ بن اُبَی اور اس کے ساتھیوں کو سچا (کیونکہ اس کے ساتھی بھی قسمیں کھا رہے تھے) مجھے اس بات کا اتنا رنج ہوا جتنا پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ میں گھر میں بیٹھا رہا۔ میرے چچا کہنے لگے: ارے! یہ تم نے کیا کیا۔ آخر رسول اللہ ﷺ نے تجھے جھوٹا سمجھا اور ناراض ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۃ منافقون نازل فرمائی تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور سورۃ منافقون مجھے پڑھ کر سنائی۔ بعد میں فرمایا: ”زید اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی۔“ (صحیح بخاری:4900)

(5) ﴿وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ﴾ ”اور وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یقیناً وہ تم ہی میں سے ہیں۔ حالانکہ وہ تم میں سے نہیں بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔“ (التوبۃ:56)

(6) ﴿وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا﴾ ”اور اس چیز کا ارادہ کیا جو انہوں نے نہیں پائی“ اس سے مراد وہ واقعہ ہے جب انہوں نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کو دھوکے سے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا جس میں منافقوں نے معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دینے کی سازش تیار کر رکھی تھی اور ان سازشیوں کو بعد میں اہل عقبہ (گھاٹی والے) کا نام دیا گیا۔ ان کا پروگرام یہ تھا کہ رات کے وقت پہاڑی کے دشوار راستوں پر چلتے چلتے گھاٹی کی جگہ آپ ﷺ کو لشکر سے الگ لے جا کر اچانک آپ ﷺ پر حملہ کر دیا جائے اور آپ ﷺ کو سواری سے نیچے گھاٹی میں پھینک کر ہلاک کر دیا جائے اور اس واقع کی کسی کو خبر بھی نہ ہو۔ جب آپ ﷺ اس گھاٹی پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو مطلع فرما دیا۔ اس وقت سے آپ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ سارے لشکر میں منادی کر دے کہ کوئی شخص گھاٹی کی طرف نہ آئے اور بطن وادی کی طرف سے جائے جو آسان اور کھلا راستہ ہے۔ اس وقت سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی اونٹنی کو آگے سے پکڑے چل رہے تھے اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پیچھے سے چلا رہے تھے اس اعلان پر سب مسلمانوں نے بطن وادی کی راہ لی مگر یہ منافقین آپ ﷺ کے حکم کی پروانہ کرتے ہوئے اپنے ناپاک ارادہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے درپے تھے اچانک چار افراد چہروں پر ڈھاٹے باندھے آپ ﷺ تک پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان منافقوں کی سواریوں کے چہروں پر کاری ضربیں لگائیں۔ انہوں نے اپنی ڈھال سے ان کی سواریوں کے چہروں پر زور سے حملے کیے، ساتھ یہ کہتے جاتے تھے: اللہ تعالیٰ کے دشمنو! دفع ہو جاؤ۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس پکار سے منافقوں کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے ارادہ کی اطلاع ہو چکی ہے۔ چنانچہ وہ جلدی جلدی مسلمانوں کے لشکروں سے جا ملے آپ ﷺ نے ان منافقوں کے اور یہاں تک کہ ان کے باپوں کے نام تک سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بتلا دیئے تھے اور یہ بھی کہہ دیا کہ ان کے نام کسی کو نہیں بتلائے جائیں۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کو پوری طرح پہچانتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ کا یہ راز افشا نہیں کرتے تھے اسی لیے آپ کو "رازدان رسول" کہا جاتا تھا۔ ایک دفعہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور عقبہ والوں میں سے ایک شخص کے درمیان جھگڑا ہوا۔ اس شخص نے کہا: میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ عقبہ والے کون تھے؟ لوگوں نے کہا کہ جب وہ پوچھتا ہے تو آپ بتلا دیجیے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہمیں خبر دی گئی تھی کہ وہ چودہ تھے اور اگر تو بھی ان میں شامل تھا تو پندرہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان میں سے بارہ تو دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے دشمن ہیں۔ باقی رہے تین تو انہوں نے عذر کیا تھا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی منادی کی آواز نہیں سنی تھی۔ اور نہ ہمیں یہ معلوم ہو سکا کہ ان لوگوں کا ارادہ کیا تھا۔ (مسلم:7037)(تیسیر القرآن:237,236/2)

(7)﴿وَ مَا نَقَمُوْٓا﴾ "انہوں نے انتقام نہیں لیا" انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ناراضگی رکھی اور آپ ﷺ کی عیب جوئی کی۔ (8)﴿اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ "مگر یہ کہ اُن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے فضل سے غنی کر دیا'' منافقوں کے عجیب حال کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس ہستی کی توہین کرتے ہیں جو انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے اور فقر کے بعد مال داری کا سبب بنے۔(i) ان کا اسلام پر غصہ اس وجہ سے ہے کہ اسلام نے انہیں مالدار بنا دیا۔ اب یہ خوش حالی کی مستیاں ہیں جو یہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔(ii) کیا اللہ تعالیٰ کے نبی کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ ان کی تعظیم کریں اور اس پر ایمان لائیں۔

(9)﴿فَإِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ ''چنانچہ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہوگا'' اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو سچے دل سے توبہ کرنے کی نصیحت کی کہ اگر توبہ کر لی تو دنیا و آخرت کی سعادت بنیاد بن جائے گی۔

(10) اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ اس لئے کھلا رکھا کہ جو اپنا بھلا چاہتا ہے وہ دوڑ کر اندر داخل ہو جائے۔

(11)﴿وَإِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا أَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا'' اگر وہ توبہ اور ایمان سے منہ موڑ لیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا اور آخرت میں عذاب دے گا۔ دنیا کا عذاب مسلمانوں کی فتح اور عزت کی صورت میں ملنے والا حزن وملال، قتل اور قید ہونا ہے اور آخرت میں ان کو جہنم کا عذاب ملے گا۔

(12)﴿وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴾ ''اور زمین میں ان کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار'' ان کا کوئی مددگار، دوست اور سرپرست نہیں ہوگا جو ان کے معاملات کی سرپرستی کرے اور انہیں مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے مدد دے۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ

''اور ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ یقیناً اگر اس نے ہمیں اپنے فضل سے دیا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

ہم ضرور نیک لوگوں میں سے ہو جائیں گے''(75)

سوال: کن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اپنے فضل سے ہمیں نوازا تو خیرات کریں گے اور صالح بن کر رہیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَمِنْهُمْ ... مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنْهُمْ﴾ ''ان میں وہ بھی ہیں'' منافقوں میں سے۔

(2)﴿مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ﴾ ''جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا'' قتادہ رحمہ اللہ نے کہا یہ شخص انصار میں سے تھا۔(قرطبی:107/4)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''کہ یقیناً اگر اس نے ہمیں اپنے فضل سے دیا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ہم ضرور نیک لوگوں میں سے ہو جائیں گے'' منافقوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر آپ نے ہمیں کشادگی عطا کی اور اپنے فضل سے ہمیں مال دیا تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے کر نیک لوگوں میں شامل ہو جائیں گے یعنی ہم حق کے راستے میں مال لگا کر دین کی حفاظت کریں گے، صلہ رحمی کریں گے، مہمان نوازی کریں گے اور نیک اعمال کریں گے۔

﴿فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّ

''پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا تو انہوں نے اس پر بخل کیا اور اس حال میں منہ موڑ گئے کہ

هُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾

وہ اعراض کرنے والے تھے'' (76)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا وعدہ کرنے والوں نے مال ملنے پر کیا طرز عمل اختیار کیا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّآ...مُّعْرِضُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ﴾ ''پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا تو انہوں نے اس پر بخل کیا'' مال ملنے پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا وعدہ کرنے والوں کو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا کر دیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا نہ کیا۔

(2)﴿بَخِلُوْا بِهٖ﴾ ''تو انہوں نے اس پر بخل کیا'' بخل واجب کے روک لینے کو کہتے ہیں اور شح مستحب روک لینے کو کہتے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ ان کے لئے وہ بہتر ہے بلکہ ان کے لئے وہ بہت ہی برا ہے، جلد ہی قیامت کے دن انہیں اس کا طوق پہنایا جائے گا جو انہوں نے بخل کیا اور آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (آل عمران:180)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)(i)انسان ایمان سے خالی ہوتا ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔

(ii)جب اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو فقیر ہونے کا ڈر اسے بخیل بنا دیتا ہے۔

(5)﴿وَ تَوَلَّوْا﴾ ''اور اس حال میں منہ موڑ گئے'' اور وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑ گئے۔(تفسیر منیر:675/5)

(6)﴿وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''کہ وہ اعراض کرنے والے تھے'' وہ اسلام سے منہ موڑنے والے ہیں یعنی بھلائی سے منہ موڑ کر عہد کو پورا نہیں کرتے۔

سوال 2: بخیل کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟

جواب: (1) بخیل کو چین نہیں ملتا۔

(2) بخیل بے قرار رہتا ہے۔

(3) بخیل اللہ تعالیٰ کے عہد کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

(4) بخیل کا دل نفاق سے پاک نہیں ہو سکتا۔

(5) بخیل جھوٹ بولتا ہے۔

(6) بخیل امانت میں خیانت کرتا ہے۔

سوال 3: مومن بخل سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب: (1) مومن اللہ تعالیٰ کے بچانے سے ہی بخل سے بچ سکتا ہے۔

(2) وہ لوگ بخل سے بچتے ہیں جن کے دل ایمان سے معمور ہوتے ہیں۔

(3) وہ لوگ بخل سے بچتے ہیں جن کی نظریں آخرت پر لگی ہوتی ہیں۔

(4) وہ لوگ بخل سے بچتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں۔

(5) وہ لوگ بخل سے بچتے ہیں جو دنیا کی ضروریات سے اپنے آپ کو اوپر کر لیتے ہیں۔

(6) وہ لوگ بخل سے بچ سکتے ہیں جو لالچ اور مفاد چھوڑ سکتے ہوں۔

(7) وہ لوگ بخل سے بچ سکتے ہیں جو انفاق کر کے مسکین ہونے سے نہ ڈرتے ہوں۔

(8) وہ لوگ بخل سے بچ سکتے ہیں جنہیں یہ یقین ہو کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے ختم ہونے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خزانے میں جو کچھ ہے باقی رہنے والا ہے۔

(9) وہ لوگ بخل سے بچ سکتے ہیں جنہیں یقین ہوتا ہے کہ اگر مال چلا بھی گیا تو آخرت کا اجر تو اجر عظیم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ

''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق کی سزا دی اس دن تک کے لیے جب وہ اس سے ملیں گے اس وجہ سے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ

مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴾

سے اس کی خلاف ورزی کی جو انہوں نے اس سے وعدہ کیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے'' (77)

سوال: منافقوں کو عہد شکنی کی کیا سزا دی گئی، اس کی وضاحت ﴿فَاَعْقَبَهُمْ ... يَكْذِبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق کی سزا دی اس دن تک کے لیے جب وہ اس سے ملیں گے'' اللہ تعالیٰ نے ان غداروں کو عہد شکنی کی یہ سزا دی کہ مرتے دم تک ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا۔ (مختصر ابن کثیر: 743/1)

(2) بخل کا وارث نفاق ہوتا ہے جو دل سے چپک جاتا ہے اور اس دن تک جدا نہیں ہوگا جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی۔

(ایسر التفاسیر: 568)

(3) ﴿بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ﴾ ''اس وجہ سے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی خلاف ورزی کی جو انہوں نے اس سے وعدہ کیا تھا'' اللہ تعالیٰ سے کیے گئے وعدہ کی خلاف ورزی کی وجہ سے۔

(4) ﴿وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴾ ''اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے'' اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ منافق کے دل میں نفاق بٹھا دیتا ہے۔

(5) بندہ مومن کو اس برے وصف سے بچنا چاہیے۔ (تفسیر سعدی: 1068/1)

﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ

''کیا وہ نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے راز اور ان کی سرگوشی تک کو جانتا ہے؟ اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب

عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾

غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے'' (78)

سوال 1: ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا ... عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا﴾ ''کیا وہ نہیں جانتے'' اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ کیا انہیں اس بات کا علم نہیں ہے۔

(2) ﴿اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ﴾ ''کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے راز اور ان کی سرگوشی تک کو جانتا ہے؟'' اللہ تعالیٰ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ان کے چھپے بھید جانتا ہے اور ان کی سرجو سینے کے اندر ہوتا ہے۔ نجویٰ جو آپس میں ہونے والی باتوں کو لوگوں کے درمیان کیا جاتا ہے اور غیب جو مخلوق سے چھپا ہوا ہوتا ہے۔ (تفسیر منیر:5/678)

(3)﴿وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ زمین یا آسمان کے ہر غیب کو جانتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:568)

(4)﴿اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ﴾ ''کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً ہم اُن کی راز کی باتیں اور اُن کی سرگوشیاں نہیں سنتے؟ کیوں نہیں! اور ہمارے فرشتے اُن کے پاس ہی لکھ رہے ہیں۔'' (سورۃ الزخرف:80)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی وعدہ خلافیوں اور جھوٹ کو روکنے کے لئے اپنے ﴿عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ہونے کا احساس کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ انسانی شعور کو جھنجوڑتے ہیں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ باتوں سے خبردار ہے یعنی نیتوں تک کا حال جانتا ہے پھر بھی وعدہ خلافی کرتے اور جھوٹ بولتے ہو۔

(2) اللہ تعالیٰ انہیں احساس دلاتے ہیں کہ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ سرگوشیوں اور خفیہ باتوں کا جاننے والا ہے پھر بھی وہ جھوٹ بولتے اور وعدہ خلافیاں کرتے ہیں۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا

''جو لوگ خوش دلی سے حصہ لینے والے مومنوں پر ان کے صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں

يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

پاتے سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے'' (79)

سوال: منافقوں نے مومنوں کے صدقات پر جو طعنہ زنی کی، اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ ... اَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اہل ایمان کو صدقات کی ترغیب دی تو مسلمانوں نے رغبت اور سرعت سے اس کلمہ کی تعمیل کی اور اس موقع پر مسلمانوں میں سے ہر امیر غریب نے مال خرچ کیا اور منافقوں نے ان کو طعنے دیے اور ان پر نکتہ چینی کی۔ اسی بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الصَّدَقٰتِ﴾''جولوگ خوش دلی سے حصہ لینے والے مومنوں پران کے صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں'' منافق دولت مند مسلمانوں پر نکتہ چینی کرتے تھے کہ وہ صرف ریا کاری اور شہرت کے لیے صدقہ کر رہے ہیں۔

(2)﴿الۡمُطَّوِّعِيۡنَ﴾یعنی وہ لوگ جوفرض زکوٰۃ سے زیادہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:569)

(3)﴿وَالَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ اِلَّا جُهۡدَهُمۡ فَيَسۡخَرُوۡنَ مِنۡهُمۡ﴾''اوران پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں'' مسلمانوں میں سے جو لوگ اپنی محنت کے سوا صدقہ کرنے کے لیے کچھ نہیں پاتے منافق ان کا مذاق اڑاتے اور کہتے تھے: اللہ تعالیٰ ان صدقات سے بے نیاز ہے۔

(4) سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (غزوہ تبوک کی تیاری کے حالات بیان کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ جب ہمیں (جہاد کے لیے) پیش کرنے کا حکم ہوا تو (ہم غربا کی کیفیت کچھ ایسی تھی کہ) ہم بوجھ اٹھایا کرتے تھے اور (اجرت) صدقہ دیا کرتے تھے۔ اور سیدنا ابوعقیل رضی اللہ عنہ (بھی اپنی اسی مزدوری سے) نصف صاع (یعنی دو کلو کے قریب کھجوریں) لے کر آئے، جبکہ ایک اور صحابی (سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنی استطاعت کے مطابق) سیدنا ابوعقیل رضی اللہ عنہ سے زیادہ لے کر آئے تو منافق (طعن کرتے ہوئے) کہنے لگے، اس خیرات (یعنی ابوعقیل کے صدقہ) کی بھلا اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی؟ اور (سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہنے لگے) اس نے اتنا بڑا صدقہ کر کے دکھلاوا کرنا چاہا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:﴿اَلَّذِيۡنَ يَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِيۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ فِى الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ اِلَّا جُهۡدَهُمۡ﴾(مسلم:2355، بخاری:4669)

(5)﴿سَخِرَ اللّٰهُ مِنۡهُمۡ﴾''اللہ تعالیٰ نے ان سے مذاق کیا ہے'' کیونکہ انہوں نے مخلص مومنوں پر نکتہ چینیاں کیں، انہیں طعنے دیے، چغل خوریاں کیں جو کہ کبیرہ گناہ ہیں اور نیکی کے کاموں میں طعنہ دینا بہت بڑا گناہ ہے۔

(6) نیکی کے کاموں میں تعاون کا حکم ہے جب کہ منافقین کا مقصد نیک کاموں سے روکنا ہے۔

(7) صدقہ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے ہاں انسان صدقہ کرنے کا اجر پائے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ﴾''تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:7)

(8)﴿وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ﴾''اوران کے لیے دردناک عذاب ہے'' نیکی سے روکنے پر ان کی جزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ

''آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لیے بخشش مانگیں اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ع 10 8 16

لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾

یہ اس وجہ سے کہ یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (80)

سوال 1: منافقوں کے لیے استغفار کی ممانعت کی وضاحت ﴿اِسْتَغْفِرْ ... الْفٰسِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ "آپ ان کے لیے بخشش مانگیں" اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے نبی! آپ ان منافقوں کے لیے استغفار کریں۔

(2) ﴿اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ "یا نہ مانگیں" یا ان کے لیے مغفرت کی دعا نہ کریں ان کے حق میں برابر ہے۔ (تفسیر قاسمی: 368/)

(3) ﴿اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ "اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لیے بخشش مانگیں" اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ مغفرت کی دعا کریں یہ استغفار کی کثرت کے لیے مبالغہ ہے۔ (تفسیر منیر: 682/5)

(4) ﴿فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ "اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا" جیسا کہ ایک دوسری آیت میں رب العزت نے فرمایا: ﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ "آپ ان کے لیے بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں ان پر برابر ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز معاف نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (المنافقون: 6)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کا بیٹے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر گزارش کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اپنی قمیص عنایت فرما دیجئے، تا کہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں اور آپ ﷺ میرے باپ کا جنازہ بھی پڑھائیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت فرما دیں۔ چنانچہ نبی ﷺ نے اس کو اپنا کرتا عنایت فرمایا اور فرمایا: "مجھے خبر کر دینا تو میں جنازہ پڑھا دوں گا۔" پھر جب انہوں نے آپ ﷺ کو خبر دی اور آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کھینچا اور کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے دونوں باتوں کا اختیار دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ "آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لیے بخشش مانگیں اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔" الغرض، آپ نے اس پر نماز پڑھی تو یہ آیت اتری: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ "اور ان میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے جو کوئی مرجائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا۔" (بخاری:1269، مسلم:6207)

(6) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مرگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں نے تیزی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر عرض کی، اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابی کے بیٹے کا جنازہ پڑھاتے ہیں، جبکہ اس نے تو فلاں دن یہ کہا اور فلاں موقع پر یہ سازش کی اور میں اس کافر کی باتیں گننے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری باتیں سن کر مسکرا دیے اور فرمایا: "عمر! پیچھے ہٹو!" تاہم میں پھر بھی جنازہ پڑھانے سے روکنے پر اصرار کرتا رہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اختیار دیا گیا ہے، اگر مجھے پتا چل جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کروں۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کر دوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی، ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو کر واپس ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ سورۂ توبہ کی آیات نازل ہوئی: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ "اور جو کوئی مرجائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔" (بخاری:1366)

(7) اللہ تعالیٰ نے مغفرت نہ کرنے کا سبب بتایا ہے: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ "یہ اس وجہ سے کہ یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے" اس آیت میں دلیل ہے کہ کافر جب تک اپنے کفر پہ قائم رہتا ہے اسے نہ استغفار کام دے سکتی ہے، نہ کوئی عمل صالح۔

(8) ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا" اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جن کا وصف فسق بن چکا ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت سے یعنی نفع مند علم اور عمل صالح کی توفیق سے محروم کر دیتے ہیں۔

سوال 2: منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نہایت سخت ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) منافق کی اصلاح کی کوئی امید نہیں ہوتی۔

(2) منافق کا دل بگڑ چکا ہوتا ہے اور اس کی اصلاح ممکن نہیں ہوتی۔

(3) منافق گمراہی میں حد سے گزر جاتا ہے اور اس کی واپسی کی امید نہیں ہوتی اس لیے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نہایت سخت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ
"پیچھے چھوڑ دیے گئے لوگ، اللہ تعالیٰ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھنے کی وجہ سے خوش ہو گئے اور انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی
وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ
راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور انہوں نے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو۔ آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ گرمی میں
اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ﴾
اس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ کاش وہ سمجھتے ہوتے!" (81)

سوال: منافق غزوے میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے خوش ہوتے تھے، اس کی وضاحت ﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ ... يَفْقَهُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ "پیچھے چھوڑ دیے گئے لوگ، اللہ تعالیٰ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھنے کی وجہ سے خوش ہو گئے" اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے پیچھے رہ گئے تھے اور وہ اس بات پر خوش تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد وہ بیٹھے رہے ہیں۔ (المصباح المنیر: 133/3)

(2) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یہاں پیچھے رہنے سے مراد غزوہ تبوک سے پیچھے رہنا ہے۔ (جامع البیان: 16963)

(3) یہاں ایک تو ہے پیچھے رہ جانا لیکن پیچھے رہنے والوں کی نفسیاتی صورتحال کو سب کے سامنے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عریاں کر دیا۔ وہ جو اندر چھپی ہوئی تھی، وہ جو جذبے تھے، احساسات تھے! اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ اب آپ دیکھیے گا اس نفسیاتی تصویر کشی میں پہلی بات ہے خوشی کی، منافق ہیں! خوش ہو رہے ہیں، بغلیں بجا رہے ہیں کہ نکل گیا قافلہ ہم ٹھیک ہیں۔

(4) جہاد سے منہ موڑنا حرام ہے اس نافرمانی پر منافق کے سوا کون ہے جو خوشی محسوس کر سکتا ہے۔

(5) ﴿وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ "اور انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں" انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ نکلنا ناپسند کیا۔

(6) اللہ تعالیٰ نے منافقوں فرحت کے ساتھ دوسری چیز ان کی واضح کی کہ کراہت ہے۔ اندر ہی اندر خوشی کے اندر سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کراہت بھی اٹھ رہی ہے۔نفرت!نفرت کس چیز سے ہے؟ جہاد سے!یہ خوشی اور کراہت دونوں آپس میں مل گئیں اوراب ایک انسان کی گفتگو بھی بدل گئی۔اندر کے جذبوں کو اظہار کا موقع مل گیا۔یہ ہمدرد بن بن کر دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔

(7)اہل ایمان کا معاملہ ان کے متضاد ہوتا ہے اگر وہ عذر پر بھی بیٹھے رہ جائیں تو غمگین ہوتے ہیں۔

(8)﴿وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو'' منافق ہمدرد بن کر دوسروں کو بھی جہاد سے روکتے ہیں کہ گرمی بہت ہے، موسم شدید ہے، سفر صعوبتوں بھرا ہے اور فصلیں پک کر تیار ہیں ایسی گرمی میں نہ نکلو۔

(9)﴿قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ گرمی میں اس سے کہیں زیادہ سخت ہے'' منافقوں نے عارضی آرام کو ہمیشہ کے آرام وسکون پر ترجیح دی۔انہوں نے ہمیشہ کی مشقت اٹھانا گوارا کر لیا تو رب العزت نے فرمایا: جہنم کی آگ تو بہت شدید ہے۔

(10)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری یہ آگ جس کو ابن آدم جلاتا ہے (یعنی گرمی کا حصہ) جہنم کی گرمی کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہی (دنیا کی آگ) کافی نہ تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس سے انہتر حصے گرمی کے جہنم میں گرمی زیادہ ہے۔ ہر حصے میں اتنی ہی گرمی ہے۔'' (صحیح مسلم:7165)

(11)سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ کے نبی ﷺ سے سُنا، آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''دوزخیوں میں سے کچھ کو آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی اور ان میں سے کچھ کو ان کے گھٹنوں تک اور ان میں سے کچھ کو ان کی کمر تک اور ان میں سے کچھ کو ان کی گردن تک آگ پکڑے گی۔'' (صحیح مسلم:7169)

(12)﴿لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''کاش وہ سمجھتے ہوتے'' کاش ان میں سمجھ ہوتی کہ جہنم کیسی وحشت ناک جگہ ہے تو وہ کبھی اسے ہمیشہ کا گھر نہ بناتے۔رب العزت نے فرمایا:﴿كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً وہ شعلہ مارتی ہوئی آگ ہے۔'' (المعارج:15)

(13)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَيْرَھَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا کفر کیا بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے، جب کبھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (النساء:56)

(14)سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے ہلکا عذاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے ہوگا جسے جہنم کی آگ کے دو جوتے پہنائے جائیں گے، جن سے اس کا دماغ اس طرح کھولتا ہوگا جس طرح ہنڈیا کھولتی ہے، اس کے باوجود وہ یہ سمجھے گا کہ دوزخیوں میں سے اور کسی کو اس سے زیادہ سخت عذاب نہیں ہے، حالانکہ اسے سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔'' (مسلم:517، بخاری:6561)

(15) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوزخیوں میں سے وہ شخص جو دنیا والوں میں بہت خوشحال تھا، اسے قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کو دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی خیر دیکھی؟ کیا تو کبھی خوش حال بھی رہا؟ وہ کہے گا، اے میرے رب! اللہ تعالیٰ کی قسم! نہیں۔ پھر اہل جنت میں سے وہ شخص لایا جائے گا جو دنیا میں بڑا بد حال تھا، اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی بد حالی دیکھی، کیا تجھ پر کبھی سختی بھی گزری؟ وہ کہے گا، اے میرے رب! اللہ تعالیٰ کی قسم! نہیں مجھ پر کبھی بد حالی نہیں گزری اور نہ میں نے کبھی سختی دیکھی۔'' (مسلم:7088) 15

﴿فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

''پس لازم ہے کہ وہ ہنسیں بہت کم اور روئیں بہت زیادہ اس کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے ہیں'' (82)

سوال: ﴿فَلْيَضْحَكُوْا ... يَكْسِبُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا﴾ ''پس لازم ہے کہ وہ ہنسیں بہت کم اور روئیں بہت زیادہ'' رب العزت نے منافقوں کو حکم دیا کہ ختم ہونے والی قلیل دنیا سے خوب فائدہ اٹھالو پھر رونا ہی رونا ہے۔

(2) ابورزین کہتے ہیں کہ دنیا بہت کم ہے پھر اس میں جتنا چاہو ہنس لو۔ ظاہر ہے کہ ہنسی کی مدت کم نکلے گی اور جب اللہ تعالیٰ کے پاس جا پہنچو گے تو بہت روؤ گے کہ رونا کبھی ختم نہیں ہوگا۔ (جامع البیان:16966)

(3) ربیع بن خثیم کہتے ہیں: اس سے مراد ہے کہ تم دنیا میں جتنا بھی ہنس لو بہت تھوڑا ہے۔ ''اور چاہیے کہ روئیں بہت زیادہ'' کہ آخرت میں بہت رونا ہوگا۔ (جامع البیان:16967)

(4) سیدنا ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''دنیا کی مٹھاس آخرت کی کڑواہٹ ہے اور دنیا کی کڑواہٹ آخرت کی مٹھاس ہے۔'' (صحیح الجامع الصغیر:3150)

(5) ابن ابی حاتم نے بیان کیا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا: دنیا قلیل ہے وہ یہاں جتنا چاہیں ہنس لیں، جب دنیا ختم ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچیں گے تو ایسا رونا ہوگا، جو دوامی ہوگا۔ (تفسیر مظہری:245)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿جَزَآءً بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ﴾ ''اس کے بدلے میں جو وہ کماتے رہے ہیں'' منافقوں نے اپنے رب کی نافرمانیاں کیں، ان کی جزا ہے، بدلہ ہے، ظلم نہیں ہے۔

﴿فَاِنۡ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنۡهُمۡ فَاسۡتَاۡذَنُوۡكَ لِلۡخُرُوۡجِ فَقُلۡ

''چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے کسی گروہ کی طرف آپ کو واپس لے آئے، چنانچہ وہ آپ سے (جہاد پر) نکلنے کی اجازت مانگیں تو آپ کہہ

لَّنۡ تَخۡرُجُوۡا مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنۡ تُقَاتِلُوۡا مَعِىَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمۡ رَضِيۡتُمۡ

دیں کہ تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکلو گے اور تم میرے ساتھ مل کر کسی دشمن سے ہرگز نہیں لڑو گے۔ بلاشبہ تم پہلی بار بھی

بِالۡقُعُوۡدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡخٰلِفِيۡنَ﴾

بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے، چنانچہ تم پیچھے رہنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو'' (83)

سوال: منافقوں کو ساتھ لے کر جہاد کے لیے نکلنے کی جو ممانعت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِنۡ ... مَعَ الۡخٰلِفِيۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَاِنۡ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنۡهُمۡ﴾ ''چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے کسی گروہ کی طرف آپ کو واپس لے آئے'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جب ہم آپ ﷺ کو اس جنگ سے واپس لے جائیں گے اور آپ ﷺ پیچھے رہ جانے والوں کے کسی گروہ سے ملیں گے۔

(2)﴿فَاسۡتَاۡذَنُوۡكَ لِلۡخُرُوۡجِ﴾ ''چنانچہ وہ آپ سے (جہاد پر) نکلنے کی اجازت مانگیں'' پھر وہ لوگ آپ ﷺ سے کسی جنگ میں شریک ہونے کی اجازت طلب کریں تو آپ ﷺ سزا کے طور پر انہیں جواب دیں۔

(3)﴿فَقُلۡ لَّنۡ تَخۡرُجُوۡا مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنۡ تُقَاتِلُوۡا مَعِىَ عَدُوًّا﴾ ''تو آپ کہہ دیں کہ تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکلو گے اور تم میرے ساتھ مل کر کسی دشمن سے ہرگز نہیں لڑو گے'' کہ اب تم کسی جنگ میں میرے ساتھ نہیں جا سکتے، نہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دشمن سے لڑ سکتے ہو۔

(4)﴿اِنَّكُمۡ رَضِيۡتُمۡ بِالۡقُعُوۡدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''بلاشبہ تم پہلی بار بھی بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے'' کیونکہ تم نے پہلی بار گھروں میں بیٹھ رہنا پسند کیا تھا اس لیے۔

(5)﴿فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡخٰلِفِيۡنَ﴾ ''چنانچہ تم پیچھے رہنے والوں کے ساتھ ہی بیٹھے رہو'' تو اب تم پیچھے رہنے والی عورتوں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور بچوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

(6) عمرہ حدیبیہ کے سلسلے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿سَيَقُوۡلُ الۡمُخَلَّفُوۡنَ اِذَا انۡطَلَقۡتُمۡ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاۡخُذُوۡهَا ذَرُوۡنَا نَتَّبِعۡكُمۡ‌ ۚ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّبَدِّلُوۡا كَلٰمَ اللّٰهِ‌ ؕ قُلْ لَّنۡ تَتَّبِعُوۡنَا كَذٰلِكُمۡ قَالَ اللّٰهُ مِنۡ قَبۡلُ‌ ۚ فَسَيَقُوۡلُوۡنَ بَلۡ تَحۡسُدُوۡنَـنَا‌ ؕ بَلۡ كَانُوۡا لَا يَفۡقَهُوۡنَ اِلَّا قَلِيۡلًا﴾ ”جب تم مالِ غنیمت کی طرف چلو گے تاکہ تم اسے حاصل کرو پیچھے رہ جانے والے جلد ہی کہہ اٹھیں گے: ”ہمیں بھی اجازت دو ہم بھی تمہارے پیچھے آئیں“ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں کہہ دو: تم ہمارے پیچھے ہرگز نہیں آؤ گے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ فرما دیا ہے، تو جلد ہی وہ کہیں گے: ”بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو“ بلکہ یہ لوگ کم ہی بات کو سمجھتے ہیں۔“ (الفتح:15)

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ‌ ؕ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ

”اور ان میں سے جو کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھنا اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس

وَرَسُوۡلِهٖ وَمَاتُوۡا وَهُمۡ فٰسِقُوۡنَ﴾

کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے“ (84)

سوال: منافقوں کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَلَا تُصَلِّ... فٰسِقُوۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا﴾ ”اور ان میں سے جو کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھنا“ نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ منافقین میں سے کوئی مر جائے تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

(2) ﴿وَلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ﴾ ”اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا“ ان میں سے کسی کی قبر پر دعائے مغفرت کے لیے نہ کھڑے ہوں کیونکہ زندگی میں بھی انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اور کفر پر ہی انہوں نے جان دی۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن اُبی کی وفات ہوئی تو اس کے لڑکے (سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ) جو کہ مخلص اور اکابر صحابہ تھے رسول اللہ ﷺ! کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اپنی قمیض مجھے عطا فرمایئے تاکہ میں اپنے باپ کو اس کا کفن دوں اور آپ ﷺ ان کا جنازہ پڑھا دیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کریں چنانچہ جب آپ ﷺ نے اپنی قمیض انہیں عطا فرمائی اور فرمایا کہ نہلا دھلا کر مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ جب نہلا دھلا لیا تو نبی کریم ﷺ کو اطلاع دی۔ نبی ﷺ تشریف لائے تاکہ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو پکڑ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اللہ تعالیٰ نے منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا؟ اور فرمایا ہے کہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ ''ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو یا مغفرت کی دعا نہ کرو اگر تم ستر مرتبہ بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو گے تب بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا''، پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ ''اوران میں سے کسی پر جو مر گیا ہو ہرگز نہ پڑھیے۔'' اس کے بعد نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھنی بھی چھوڑ دی۔ (صحیح بخاری:5796)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر گزارش کرنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! اپنی قمیص عنایت فرما دیجئے، تاکہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں اور آپ میرے باپ کا جنازہ بھی پڑھائیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت فرمادیں۔ چنانچہ نبی ﷺ نے اس کو اپنا کرتا عنایت فرمایا اور فرمایا: ''مجھے خبر کر دینا تو میں جنازہ پڑھا دوں گا۔'' پھر جب انہوں نے آپ کو خبر دی اور آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کھینچا اور کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے دونوں باتوں کا اختیار دیا گیا ہے، اللہ نے فرمایا ہے: ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ ''ان کے لئے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے۔'' الغرض، آپ نے اس پر نماز پڑھی تو یہ آیت اتری: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ ''اوران میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا۔'' (بخاری :6207)

(5) ﴿اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا'' منافقوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔ وہ بے عمل اور فاسق تھے۔

(6) ﴿وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ''اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے'' وہ کافر تھے اور کفر کی حالت میں انہوں نے جان دی اس لیے آپ ﷺ کی شفاعت ان کے کام نہیں آئے گی۔

(7) مسند احمد میں ہے جب آپ ﷺ کو کسی جنازے کی طرف بلایا جاتا تو آپ ﷺ پوچھ لیتے اگر لوگوں سے بھلائیاں معلوم ہوتیں تو آپ ﷺ جا کر اس کے جنازے کی نماز پڑھاتے اور اگر کوئی ایسی ویسی بات کان میں پڑتی تو صاف انکار کر دیتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ آپ ﷺ کے بعد یہ رہا کہ جس کے جنازے کی نماز سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ پڑھتے اس کے جنازے کی نماز آپ بھی پڑھتے۔ جس کی سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نہ پڑھتے آپ بھی نہ پڑھتے اس لئے کہ سیدنا حذیفہ کو نبی ﷺ نے منافقوں کے نام گنوا دیئے تھے اور صرف انہی کو یہ نام معلوم تھے اسی بنا پر انہیں رازدان رسول کہا جاتا تھا۔ (ابن کثیر:381)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا

”اور ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو بھلے نہ لگیں یقیناً اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ ان کے ذریعے انہیں دنیا ہی میں

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾

سزا دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں“ (85)

سوال 1: منافقوں کے مال اور اولاد آپ کو حیرت میں نہ ڈالیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَا ... كٰفِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ﴾ ”اور ان کے مال اور ان کی اولاد آپ کو بھلے نہ لگیں“ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو اگر مال اور اولاد دیے ہیں تو دھوکہ نہ کھائیں۔

(2) ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ﴾ ”یقیناً اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے“ منافقوں اور دنیا کی محبت میں ڈوبے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے۔

(3) ﴿اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا﴾ ”کہ ان کے ذریعے انہیں دنیا ہی میں سزا دے“ کہ مال اور اولاد کی وجہ سے دنیا میں ہی عذاب میں مبتلا کر دے اسی وجہ سے وہ ہمیشہ مال کے پیچھے بھاگتے ہیں، مال کے کم ہونے سے خوف زدہ رہتے ہیں اور مال سے لطف نہیں اٹھا پاتے۔ (4) وہ مال اور اولاد کی فکر میں آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ دنیا چھوڑ کر چل دیتے ہیں۔

(5) اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے تمہیں غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“ (المنافقون:9)

(6) ﴿وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ”اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں“ ان کی جانیں، مال اور اولاد کی محبت میں سرشار ہونے کی حالت میں نکل گئیں جب موت آئی تو دل ابھی دنیا میں ہی ڈوبے ہوئے تھے اس حال میں کہ وہ کافر تھے۔

سوال 2: اقامت دین کے لیے اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر ہدایت کیا ہے؟

جواب: (1) کسی کو اس کے مال و دولت اور اولاد کی وجہ سے اعزاز نہ دیا جائے۔

(2) کسی کے مال یا اولاد کی وجہ سے دل یا شعور میں گہرا اثر نہ لیا جائے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(3) ظاہری مال داری سے متاثر ہونا بھی مال والوں کے لیے اعزاز ہے اور اللہ تعالیٰ مومن کے شعور میں تقویٰ کے سوا کسی اور اعزاز کو آنے نہیں دینا چاہتے۔

سوال 3: دنیا پرست اللہ تعالیٰ کا وفادار کیوں نہیں بنتا؟

جواب: (1) دنیا پرست دنیا کی رونقوں میں گھرا ہوا ہوتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنا چاہتا ہے تو اسے لگتا ہے کہ سب کچھ کھو دیں گے۔ قربانی کی ہمت نہ ہونے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا وفادار نہیں بن پاتا۔

(2) دنیا پرست اپنی انا کی قربانی نہیں دے سکتا۔

(3) دنیا پرست زندگی اور مال کی قربانی نہیں دے سکتا۔

(4) شہرت اور مقبولیت کی قربانی نہیں دے سکتا۔

(5) دنیا پرست بے حس ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ تڑپ ختم ہو جاتی ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچتی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر راضی نہیں رہنے دیتی۔

﴿وَاِذَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوۡا مَعَ رَسُوۡلِهِ اسۡتَاۡذَنَكَ

”اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے مال والے لوگ

اُولُوا الطَّوۡلِ مِنۡهُمۡ وَقَالُوۡا ذَرۡنَا نَكُنۡ مَّعَ الۡقٰعِدِيۡنَ﴾

آپ سے اجازت مانگتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجیے کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ ہو جائیں“ (86)

سوال: جہاد سے پیچھے رہنے والے منافقوں کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَاۤ اُنۡزِلَتۡ...مَّعَ الۡقٰعِدِيۡنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوۡا مَعَ رَسُوۡلِهِ﴾ ”اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو“ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی مذمت کی ہے کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے اور انہیں ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا جاتا ہے تو وہ استطاعت رکھنے کے باوجود جہاد سے منہ موڑتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے پیچھے بیٹھ رہنے کی اجازت مانگتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَتۡ سُوۡرَةٌ ۚ فَاِذَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ مُّحۡكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيۡهَا الۡقِتَالُ ۙ رَاَيۡتَ الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ يَّنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ نَظَرَ الۡمَغۡشِىِّ عَلَيۡهِ مِنَ الۡمَوۡتِ ؕ فَاَوۡلٰى لَهُمۡ﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت نازل کیوں نہیں کردی گئی؟ چنانچہ جب کہ ایک محکم سورت اتاردی جاتی ہے اور اس میں جنگ کا ذکر کیا جاتا ہے آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ایسے شخص کی طرح دیکھنا جس پر موت سے غشی ڈال دی گئی ہو، پس اُن کے لئے بہت بہتر ہے۔'' (محمد:20)

(2)﴿اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ﴾ ''توان میں سے مال والے لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں'' ان کے دولت مند لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال اور بیٹے عطا فرمائے ہیں جن کے پاس کوئی عذر نہیں وہ مال دار طبقہ آکر کہتا ہے کہ آپ ﷺ ہمیں معاف رکھیں اور گھروں میں رہنے دیں۔

(3) وہ سستی اور کاہلی کا شکار ہیں اور پیچھے بیٹھنے کی اجازت مانگتے ہیں۔

(4)(i) منافق اپنی مالی حیثیت کے مطابق آگے نہیں بڑھتے۔ (ii) ذلت اور شرمندگی کی روش اختیار کرتے ہیں۔ (iii) یہ لوگ عورتوں کے ساتھ بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔ (iv) ہر قیمت پر زندہ رہنا چاہتے ہیں خواہ ذلت کی زندگی ہو۔

(5)﴿وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجیے کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ ہو جائیں'' وہ کہتے ہیں ہمیں گھروں میں چھوڑ دیجیے تاکہ عورتوں اور بچوں کی طرح گھر بیٹھے رہیں۔

﴿رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾

''وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں، اور ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے'' (87)

سوال: منافقوں کے دلوں پر مہر لگادی گئی، اس کی وضاحت ﴿رَضُوْا ... يَفْقَهُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ﴾ ''وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں'' منافق پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے جو جہاد کے لیے نہیں نکلیں۔

(2)﴿وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ ''اور ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی'' یعنی جہاد میں شامل نہ ہونے اور رسول کے ساتھ نہ جانے کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے، لہٰذا اب ان میں اپنے نفع ونقصان کو پہچاننے کی صلاحیت ہی نہیں کہ اچھے برے کو سمجھیں۔ (مختصر ابن کثیر:748/1) (3) ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی یعنی ان کے دل ارادوں سے خالی ہیں۔

(4)﴿فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''سو وہ نہیں سمجھتے'' منافق اپنے مصالح کو نہیں سمجھتے۔ اگر وہ سمجھتے تو ان حالات میں رہنا کبھی گوارا نہیں کرتے۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ سارے دل پر چھا جاتا ہے۔" (ترمذی:3334)

﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ

"لیکن خود رسول نے بھی اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے، انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں

لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

جن کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں" (88)

سوال: رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی کیسے تعریف کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ ... الْمُفْلِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ﴾ "لیکن خود رسول نے بھی اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے، انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا" مدینہ سے نکلنے والے رسول اللہ ﷺ اور ان کے جانثار ایمان والے ساتھیوں کی تعریف کی گئی ہے کہ وہ ہر قسم کی قربانیاں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے پیش کر رہے ہیں اور اپنے جان و مال سے جہاد کر رہے ہیں۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس بندے کے بھی قدم اللہ تعالیٰ کے راستے میں غبار آلود ہو گئے، انہیں (جہنم کی) آگ چھوئے؟ (یہ ناممکن ہے)" (صحیح بخاری:2811)

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا میں دوبارہ آنا پسند کرے خواہ اسے ساری دنیا مل جائے سوائے شہید کے، اس کی یہ تمنا ہوگی کہ دنیا میں دوبارہ واپس جا کر دس مرتبہ اور (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) قتل ہو کیونکہ وہ شہادت کی عزت وہاں دیکھتا ہے۔" (صحیح بخاری:2817)

(4) ﴿وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ﴾ "اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بھلائیاں ہیں" جن کے لیے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بھلائیاں ہیں۔

(5) ﴿وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ "اور یہی فلاح پانے والے ہیں" یہی لوگ ہیں جو کمال درجے کی جنتوں میں جانے کے لیے کامیاب ٹھہرائے گئے ہیں۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک جنت میں سو درجے ہیں، جو اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہے۔ تو تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو، یہ تمام جنتوں کے درمیان سب سے عالی شان جنت ہے۔ اسی کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔‘‘ (صحیح بخاری:2790)

﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ

’’اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

11 ع 9 17

ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ﴾

یہ بہت بڑی کامیابی ہے‘‘ (89)

سوال: مومنوں کو جنت کی جو بشارت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ... الۡعَظِيۡمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ جَنّٰتٍ﴾ ’’اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں‘‘ اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے کہ اس اپنے مومن بندوں کے لیے جنت کے باغات تیار کر رکھے ہیں۔

(2) ﴿مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ﴾ ’’جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں‘‘ جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جو خوب صورتی میں اضافہ کریں گی۔ (3) ﴿خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا﴾ ’’وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں‘‘ وہاں سے کبھی کہیں اور منتقل نہیں ہوں گے۔ (4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: ’’میں نے اپنے صالح بندوں کے لیے (ایسی ایسی نعمتیں) تیار کر رکھی ہیں کہ جن کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا۔ یہ نعمتیں ان کے لئے جمع کر رکھی ہیں بلکہ ان کا ذکر چھوڑ دو، جن نعمتوں کی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اطلاع دے رکھی ہے‘‘ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ’’کسی نفس کو معلوم نہیں کہ جو نعمتیں ان کے لئے چھپا رکھی ہیں ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، بدلہ ہے اس کا جو وہ کرتے تھے۔‘‘ (صحیح مسلم:7134)

(5) محمد (ابن سیرین) سے روایت ہے کہ لوگوں نے اس بات پر فخر کیا یا اس بات کا ذکر کیا کہ جنت میں زیادہ تعداد مردوں کی ہوگی یا عورتوں کی۔ تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ جنت میں جو سب سے پہلا گروہ داخل ہوگا ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی جو گروہ ان کے بعد جنت میں داخل ہوگا ان کی صورتیں چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح روشن ہوں گی۔ اور ان میں سے ہر ایک جنتی کے لیے دو بیویاں ہوں گی۔ جن کی پنڈلیوں کا مغز گوشت کے پیچھے سے چمکے گا اور جنت میں کوئی آدمی بھی بیوی کے بغیر نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم:7147)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی، وہ جنت میں نہ تھوکیں گے اور نہ ناک صاف کریں گے اور نہ ہی پاخانہ کریں گے، ان کے برتن اور ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگ رہی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک کی طرح ہوگا اور ان جنتیوں میں سے ہر ایک کے لئے دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا مغز خوب صورتی کی وجہ سے گوشت کے اندر دکھائی دے گا۔ نہ ہی آپس میں بغض رکھیں گے۔ ان کے دل ایک دل کی طرح ہوں گے۔ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کریں گے۔'' (صحیح مسلم:7151)

(7) ﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یہ بہت بڑی کامیابی ہے'' حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی، مال، صلاحیتیں، قوتیں، اولاد، گھر، جو کچھ بھی ملا اس لیے ملا کہ ان کے توسط سے انسان اپنی جنت تک پہنچ جائے اور انسان کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ وہ انہی میں گم ہو کے رہ جاتا ہے۔ اقبال نے کہا:

ان ہی روز و شب میں الجھ کے نہ رہ جا
کہ تیرے زماں و مکاں اور بھی ہیں

حقیقت یہ ہے کہ مومن کا مکان، مومن کا اصلی گھر جنت ہے۔ اس جنت کی تلاش میں انسان ازل سے مصروفِ عمل ہے لیکن اس کا ذہن شیطان ایسے خراب کر دیتا ہے کہ وہ دنیا میں اپنی جنت تلاش کرنے لگتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی جتنی نعمتیں ہیں جنت کا نعم البدل نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے اس جنت کی تلاش میں جو لگ جائے۔ اس جنت میں جو پہنچ جائے وہی بڑی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

﴿وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ

''اور دیہاتیوں میں سے بہانے بنانے والے آئے کہ انہیں اجازت دی جائے اور وہ لوگ بیٹھے رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے

وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

رسول سے جھوٹ بولا تھا۔ ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، عنقریب اُنہیں ایک دردناک عذاب پہنچے گا'' (90)

سوال 1: ﴿وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ ... اَلِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ﴾ ''اور دیہاتیوں میں سے بہانے بنانے والے آئے کہ انہیں اجازت دی جائے'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے سستی کی اور جہاد کے لیے نکلنے سے قاصر رہے، اس لیے آئے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کہ انہیں ترک جہاد کی اجازت مل جائے۔(تفسیر سعدی:1/1078)

(2) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس آیت میں سچے عذر والوں کا بیان ہے، جو کسی شرعی عذر کی وجہ سے جہاد میں حصے نہ لے سکے تھے، یہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس عذر بیان کرنے کے لیے آئے کہ ہم کمزور و بے کس ہیں اور جہاد میں حصہ لینے کی سکت نہیں رکھتے، یہ مدینہ کے ارد گرد کے عربی قبیلوں کے مسلمان تھے۔(مختصر ابن کثیر:1/748)

(3) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب کوئی عذر پیش کرتا تو اسے قبول فرما لیتے تا کہ انہیں رخصت مل جائے۔

(4) ﴿وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ "اور وہ لوگ بیٹھے رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا تھا" یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اپنے ایمان کے دعوے میں اور اپنے عمل کو نہ کرنے میں جھوٹ بولا وہ معذرت کرنے کے لیے نہیں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دردناک عذاب کی سزا سناتے ہوئے فرمایا:

(5) ﴿سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ "ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، عنقریب انہیں ایک دردناک عذاب پہنچے گا" عذر کرنے والوں میں سے وہ لوگ جو شرعی طور پر معذور ہیں مگر کفر کر رہے ہیں ان کے لیے عذاب الیم ہے۔

(6) رب العزت نے واضح فرمایا ہے ایسے لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت کا رسوا کن عذاب ہے۔

﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ

"کمزوروں پر اور بیماروں پر اور ان لوگوں پر کوئی حرج نہیں جو وہ چیز نہیں پاتے جسے وہ خرچ کریں

حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ

جب وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول کے لیے خلوص رکھیں۔ نیکی کرنے والوں پر اعتراض کا کوئی راستہ نہیں

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے"(91)

سوال: جہاد میں شامل نہ ہونے کے جو شرعی عذر بیان کیے گئے ہیں، ان کی وضاحت ﴿لَيْسَ...رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: اس آیت میں جہاد میں شامل نہ ہونے والوں کے شرعی عذروں کا ذکر ہے۔

(1) پہلا عذر کمزوری ہے: ﴿لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ﴾ "نہیں کمزوروں پر" کمزور جسم، کمزور نظر والوں کے لیے کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ لوگ جہاد کے لیے باہر نکلنے اور دشمن سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) دوسرا عذر بیماری ہے: ﴿وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى﴾ ''اور نہ بیماروں پر'' اس میں تمام بیماریاں شامل ہیں مثلاً لنگڑا پن، اندھا پن، بخار، نمونیہ اور فالج وغیرہ۔

(3) تیسرا عذر: ﴿وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ﴾ ''اور ان لوگوں پر کوئی حرج نہیں جو وہ چیز نہیں پاتے جسے وہ خرچ کریں'' یعنی نہ ان کے پاس سفر خرچ ہے، نہ سواری۔

(4) ﴿اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''جب وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے رسول کے لیے خلوص رکھیں'' جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خیر خواہ ہوں۔

(5) سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دین نصیحت کا نام ہے!'' انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ بتائیں کس کے لیے خیر خواہی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول ﷺ کے لیے اور مسلمانوں کے آئمہ کے لیے اور ان کے عام لوگوں کے لیے۔'' (صحیح مسلم:196)

(6) ﴿مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ﴾ ''نیکی کرنے والوں پر اعتراض کا کوئی راستہ نہیں'' نیکی کرنے والوں کے پاس ایسا راستہ نہیں ہے جس سے کسی نیکی کرنے والے کو تکلیف نہ پہنچے۔ (i) اس آیت سے یہ دلیل ملتی ہے کہ محسن پر کوئی گرفت نہیں ہے۔ محسن وہ ہے جس کا دل، ضمیر اور جذبات اللہ تعالیٰ اور رسول کے ساتھ ہیں۔ (ii) غیر محسن اسے کہتے ہیں جو کام کو اچھے طریقے سے انجام نہ دے۔

(7) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی ﷺ کا کاتب تھا سورہ برأت جب اتری تھی میں اسے بھی لکھ رہا تھا میرے کان میں قلم اڑا ہوا تھا جہاد کی آیتیں اتر رہی تھی نبی ﷺ منتظر تھے کہ دیکھیں اب کیا حکم نازل ہوتا ہے اتنے میں ایک نابینا صحابی آئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں جہاد کے احکام اس اندھے پن میں کیسے بجا لا سکتا ہوں؟ اس وقت یہ آیت اتری۔ (تفسیر ابن کثیر:384)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور جو منہ موڑے گا اُسے وہ دردناک عذاب دے گا۔'' (الفتح:17)

(9) ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا'' اللہ تعالیٰ کی مغفرت وسیع ہے وہ کمزوریوں کو معاف کرتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(10)﴿رَّحِيْمٌ﴾ ''نہایت رحم کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ رحیم ہے وہ نیت کے مطابق ثواب عطا فرماتا ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ بے بس لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

(12) اللہ تعالیٰ نے مجاہدین بدران کی شان کے بارے میں کچھ چیزیں نازل کیں اور گھر بیٹھ رہنے والوں کے مقابلے میں انہیں بہت زیادہ فضیلت دی جو مجاہدین اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کر رہے تھے مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور گھر میں بیٹھنے والے اپنی اس عادت کو ترک کر دیں۔ یہ آیت سن کر سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بڑے غمگین ہوئے اور انہیں شرکت جہاد کے اعزاز سے محرومی بڑی دشوار محسوس ہوئی فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں معذور نہ ہوتا تو جہاد میں ضرور شریک ہوتا۔ حضور ہم تو جہاد کی فضیلت سے محروم ہو گئے پھر اس افسردگی کے عالم میں بے ساختہ ان کی زبان سے یہ دعائیہ کلمات نکلے: الٰہی! میرے عذر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا حکم نازل فرما! الٰہی! میرے عذر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا حکم نازل فرما! الٰہی! میرے عذر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنا حکم نازل فرما! اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل سے نکلی ہوئی دعا کو فوراً قبول کر لیا۔ کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غنودگی کی کیفیت طاری ہوگئی اور اسی اثناء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تھوڑے ہی عرصے میں غنودگی کی یہ کیفیت جاتی رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ''زید لکھو'' میں نے عرض کی کیا لکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آیت لکھو۔ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ﴾ ''مومنوں میں سے بیٹھ رہنے والے اور اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں'' سیدنا عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ نے عرض کی جو لوگ معذور ہیں کیا ان کے لیے کیا حکم ہے؟ ابھی گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر غنودگی طاری ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ کیفیت جاتی رہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زید جو پہلے لکھا ہے اسے پڑھو'' میں نے پڑھا: ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کے آگے یہ الفاظ لکھ دو: ﴿غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ﴾ ''بغیر کسی تکلیف کے'' یہ سن کر سیدنا عبداللہ تعالیٰ بن ام مکتوم کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا وہ حکم نازل ہو گیا جس کی دل میں تمنا لیے ہوئے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے معذور لوگوں کو جہاد سے مستثنیٰ قرار دے دیا تھا۔ لیکن سیدنا عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے دل میں اس خیال نے انگڑائی لی کہ کیا ہوا اگر میں معذور ہوں کیوں نہ جہاد میں شریک ہو کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لوں! حقیقت یہ ہے کہ جن دلوں کے اندر تڑپ ہوتی ہے، لگن ہوتی ہے وہ آگے بڑھ کر سنہری تاریخ رقم کر جاتے ہیں۔ اپنے لیے بے شمار اجر حاصل کر لیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ

''اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرج ہے کہ جب بھی وہ آپ کے پاس آئے تا کہ آپ انہیں سواری دیں تو آپ نے کہا کہ میں وہ چیز نہیں پاتا

عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا

جس پر میں تمہیں سوار کردوں تو وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی تھیں، اس غم سے کہ وہ نہیں پاتے

مَا يُنْفِقُوْنَ﴾

جو وہ خرچ کریں''(92)

سوال 1: جو لوگ اپنے لئے سفر کا خرچ نہیں پاتے ان پر بھی کوئی حرج نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ ... يُنْفِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ آیت بنو مقرن جو مزینہ میں سے تھے ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

(2) ﴿وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ﴾ ''اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرج ہے کہ جب بھی وہ آپ کے پاس آئے تا کہ آپ انہیں سواری دیں'' ان لوگوں پر بھی کوئی حرج نہیں جنہوں نے آپ ﷺ سے سواریاں مانگیں کیونکہ وہ عاجز اور بے بس ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے لیے کوئی حرج نہیں جب وہ استطاعت نہیں رکھتے تو ان کی جانب سے یہ پورا فعل شمار کیا جائے گا۔ (3) ﴿قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾ ''تو آپ نے کہا کہ میں وہ چیز نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کردوں تو وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی تھیں، اس غم سے کہ وہ نہیں پاتے جو وہ خرچ کریں'' جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جواب دیا کہ میرے پاس سواریاں نہیں تو وہ روتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس سے گئے۔

(4) جو لوگ کسی شرعی عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکیں ان کے لیے خوش خبری ہے کہ اگرچہ انہوں نے نہ سفر کیا اور نہ تکلیف کاٹی لیکن وہ اجر میں برابر کے شریک ہیں۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جہاں بھی تم چلے اور جس وادی کو بھی تم نے قطع کیا وہ (اپنے دل سے) تمہارے ساتھ ساتھ تھے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ ان کا قیام اس وقت بھی مدینہ ہی میں رہا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں وہ مدینہ میں رہتے ہوئے بھی (اپنے دل سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تمہارے ساتھ تھے) وہ کسی عذر کی وجہ سے رک گئے تھے۔'' (صحیح بخاری:4423)

﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَ هُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ

''یقیناً اعتراض کا راستہ ان لوگوں پر ہے جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں حالانکہ وہ مالدار ہیں، وہ اس پر راضی ہو گئے کہ

يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی سو وہ نہیں جانتے'' (93)

سوال: اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے سے پیچھے رہنے والے مال داروں پر اعتراض کا کیا سبب ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ ... لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَ هُمْ اَغْنِيَآءُ﴾ ''یقیناً اعتراض کا راستہ ان لوگوں پر ہے جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں حالانکہ وہ مالدار ہیں'' اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے سے پیچھے رہنے والے مال داروں پر اعتراض کا سبب یہ ہے کہ وہ جہاد کے لیے نکلنے کی طاقت رکھتے تھے، ان کے پاس مال بھی تھا، آسانی سے کوشش کر سکتے تھے لیکن پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ نکلے۔ ان کے پاس جہاد کے لیے نہ نکلنے کا کوئی حقیقی عذر نہیں تھا۔ ان کے پیچھے رہنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کی کوشش اور ہمت صرف دنیا کے لیے ہے، جس سے پتہ لگتا ہے کہ ان کا آخرت پر یقین نہیں ہے۔

(2) ﴿رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ﴾ ''وہ اس پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں'' یعنی وہ اس بات پر خوش اور مطمئن ہیں کہ پیچھے رہنے والی عورتیں اور بچوں کے ساتھ ہو جائیں۔

(3) ﴿وَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی سو وہ نہیں جانتے'' اللہ تعالیٰ نے قدرت رکھنے کے باوجود جہاد کے لیے نہ نکلنے اور عذر کرنے والوں، گھر بیٹھنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

(4) اب ان کے دلوں میں کوئی بھلائی داخل نہیں ہو سکتی ان پر مہر لگ گئی ہے اسی وجہ سے دینی اور دنیاوی مصالح کو نہیں سمجھتے۔

(5) ﴿فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''سو وہ نہیں جانتے'' اب وہ نہیں جانتے کہ یہ اس گناہ کی سزا ہے جس میں وہ مبتلا رہے۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ڈال دیا جاتا ہے اور جب وہ گناہ سے باز آ جاتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔'' (جامع ترمذی:3334)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

ALNOOR-PUBLICATIONS

النور

النوٗر پبلیکیشنز